حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز
کے علوم و معارف پر مشتمل رسالہ مبارکہ کی پہلی اردو شرح

سعادت العباد

شرح

مبدا و معاد

جلد اول

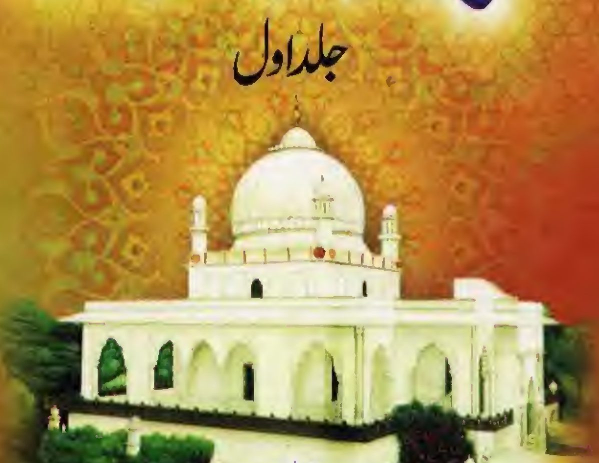

شارح

حضرت علامہ
ابو البیان **پیر محمد سعید احمد مجددی** قدس سرہ العزیز

27Mo/

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز
کے علوم و معارف پر مشتمل رسالہ مبارکہ کی پہلی اردو شرح

سعادت العباد

شرح

مبدأ و معاد

شارح

سراج العارفین شہباز طریقت شارح مکتوبات امام ربانی
حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز

ترتیب و تدوین

علامہ محمد بشارت علی مجددی

تنظیم الاسلام پبلیکیشنز
121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
پاکستان ☎:+92-431-841160

جملہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ

سعادت العباد

⊙

باراول .... 2004 .... تعداد 1,100

ہدیہ .... [redacted] روپے

⊙

ناشر
تنظیم الاسلام پبلی کیشنز
مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

Tanzeem-ul-Islam Publications
121-B Model Town Gujranwala. Pakistan
Ph # +92-431-841160. Fax # +92-431-731933
Website.tanzeemulislam.org
E-mail. info@tanzeemulislam.org
tanzeemulislam@yahoo.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا
تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا
رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا
وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكٰفِرِيْنَ

رَبَّنَا ١

تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اَللّٰهُمَّ
اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ
عَنِّیْ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِهَ اللّٰهُ
سُبْحَانَهٗ قَوْلًا وَّفِعْلًا وَّخَاطِرًا وَّسَامِعًا وَّنَاظِرًا
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

◎

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

أَلْاِھْدَاءُ

ہم اس تصنیف لطیف کو اپنے شیخ مکرم

سراج العارفین شہبازِ طریقت شارح مکتوبات امام ربانی

حضرت علامہ ابوالبیان پیر **محمد سعید احمد مجددی** قدس سرہ العزیز

کے

والدین کریمین

کی طرف منسوب کرتے ہیں

جن کی آغوشِ ولایت اور حسنِ تربیت کی بدولت
ادب و نیاز اور سوز و گداز کا پیکر جمیل
تشکیل پایا

/

صاحبزادہ محمد رفیق احمد مجددی

بُرہان ولایتِ محمدّیہ ؛ حُجتِ شریعتِ مصطفویہ
کاشفِ اسرارِ سبع مثانی ؛ عالمِ علومِ مقطعاتِ قرآنی
امامِ ربّانی ، عارفِ حقّانی ، قیّومِ زمانی
شیخ الاسلام والمسلمین ، آیۃ اللہ فی الارضین

حضرت شیخ احمد فاروقی

حنفی ، ماتریدی ، نقشبندی ، سرہندی

المعروف

مجدّد الفِ ثانی

اُویسی ، رحمانی

؛

قُدِّسَ سرّہٗ السُّبحانی

فہرست

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
سخن ہائے گفتنی	17	اسم مربی	42
مختصر سوانح حیات جامع مبداء ومعاد	20	نسبت وقابلیت اولیٰ	43
منہا نمبر ا		حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات	43
حضرت امام ربانی کی خانقاہ باقویہ میں		مختصر تعارف خواجہ بہاؤ الدین نقشبند	
حاضری	25	بخاری رحمۃ اللہ علیہ	44
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	26	مختصر تعارف سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	48
سلسلہ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف	28	اقطاب محمدیہ	50
مختصر تعارف خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	30	مختصر تعارف خواجہ علاؤ الدین عطار	
توجہ	33	رحمۃ اللہ علیہ	52
اقسام توجہ	33	دائرہ ظلال	53
جذبہ وسلوک	35	دائرہ اصل	56
اقسام جذبہ	35	فنا	57
صفت قیومیت	37	بقا	58
قیوم کے دو مفہوم	38	مختصر تعارف شیخ عبد القادر جیلانی	
صفت قیومیت میں فنائیت	38	قدس سرہٗ	59
جذبہ قیومیت	39	مختصر تعارف حضرت شیخ عبد الاحد چشتی	
جذبہ معیت	39	رحمۃ اللہ علیہ	62
جذبہ محبت	39	مختصر تعارف شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ	64
جذبہ ذات بحت	39	علم لدنی	66
مختصر تعارف سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	40	مختصر تعارف حضرت سیدنا خضر علیہ السلام	67

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
علم لدنی کا حصول	69	منکرین	92
نزول	71	معترضین حضرت امام ربانی کے خرابی	
اکابر چشتیہ	72	احوال	93
مختصر تعارف خواجہ قطب الدین بختیار		منکرین اہل اللہ کی محرومی	94
کاکی رحمۃ اللہ علیہ	73	قطب الارشاد سے عقیدت کے ثمرات	95
اکابر کبرویہ	75	فرمان نبوی	96
اکابر سہروردیہ	76	**منہا۔ ۳**	
مختصر تعارف شیخ شہاب الدین		مراتب سلوک	99
سہروردی رحمۃ اللہ علیہ	77	ذوق یافت	99
امام ربانی کا مشاہدہ	79	یافت	101
مقام قلب	80	فقد یافت	102
حقیقت جامعہ	82	مقام دعوت وارشاد اور حضرات نقشبندیہ	103
قطب	83	سالک اور مجذوب کے مختلف درجات	104
اقسام اقطاب	83	**منہا۔ 4**	
قطب العالمین	84	نسبت نقشبندیہ	108
عروج	86	جذبہ بدایت	109
ماحصل	86	**منہا۔ 5**	
روحانی امداد بوسیلہ شیخ	87	تحدیث نعمت	111
منہا۔ ۲		تحدیث نعمت سے منع کی وجوہات	111
قطب الارشاد	89	اظہار تحدیث نعمت کی وجوہات	112
متعلقین قطب الارشاد کی اقسام	90	ایک روحانی مرض اور اس کا علاج	113
مخلصین	91	تواضع	114
معتقدین	91	تواضع مذموم	144

مضامین صفحہ

تواضع محمود 115
حضرت امام ربانی اور تواضع 115
وارثانِ جنت اور اذن شفاعت 116
مسئلہ شفاعت 118
شافع اول 120

منہا۔۶

سیر کا معنی اور اس کی اقسام 123
انبیاء کرام کے مشارب 126
تجلیات سیور 127
لفظ اللہ میں حروف تعریف کے اجتماع کی حکمت 128
معرفہ پر حروف تعریف لگانے کی وجہ 129
علم کے دو حروف تعریف سے مرکب ہونے کی وجہ 130
حروف تعریف کی کثرت کی وجہ 130

منہا۔ ۷

کمالات ولایت کے درجات خمسہ 133
تجلی کا معنی و مفہوم 134
تجلی کی تعریف 134
حضرت امام ربانی کی نظر میں تجلی کا مفہوم 135
حق تعالیٰ کا تجلی فرمانا 136
ورود تجلیات 136
تجلی فعلی 137

مضامین صفحہ

تجلی صفاتی 137
تجلی ذاتی 138
تجلی ذاتی کی اقسام 138
کمالات ولایت اور حضرت امام مہدی 140
مختصر تعارف حضرت امام مہدی ؓ 141
کائنات کے بارے میں مختلف مؤقف 142

منہا۔۸

سالک کا نزول 145
توجہ الی الطرفین 146
لطائف ستہ 147
حدیث لی مع اللہ کا مفہوم 148
تطبیق 149

منہا۔ ۹

مشاہدہ 151
اقسام مشاہدہ 152
امام ربانی اور مشاہدہ 154
بے چون و بے چگون 157
اہلسنت کا موقف 157
بعض صوفیاء کے سکریہ اقوال 158
امام ربانی کا موقف 158
مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ 159
حضرت موسیٰ اور رؤیت باری تعالیٰ 163
اقسام رؤیت 165

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
معراج اور رویت باری تعالیٰ	167	راہ سلوک مقامات عشرہ کے حصول پر موقوف ہے	226
خواجہ محمد پارسا اور رویت باری تعالیٰ	168	مقامات عشرہ	226
کیفیات رویت	170	تجلیات ثلاثہ	234
امام ربانی کے قول کی توضیح	171	تجلی آفاقی اور انفسی	236
حدیث رویت کی مختلف جہات	172	مرتبہ وجوب	238
بعض صوفیاء کا کشف	173	مشاہدہ	239
نظریات امام ربانی	174	**منہا۔ ۱۱**	
منہا۔ ۱۰		طالب حق کو نصیحت	241
استخارہ کی شرعی حیثیت	177	حق تعالیٰ وجود سے ماوراء ہے	243
استخارہ کا مسنون طریقہ	178	حضرت امام ربانی کا موقف	243
طالبوں کی اقسام	183	مختصر تعارف شیخ علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ	246
توبہ	184	حضرت امام ربانی اور عالم وجود	248
باطنی تربیت کے مختلف طرق	194	حضرت ابن عربی اور حضرت امام ربانی جدا جدا موقف	249
آداب شیخ	198	مسئلہ عینیت	252
مسئلہ تقلید کا اجمالی تذکرہ	203	**منہا۔ ۱۲**	
کشف	206	جہات قلب	255
واقعہ	206	عنایات رحمانی بر امام ربانی	257
اہل سنت ہی ناجی گروہ ہے	207	امام ربانی اور آئینہ قلب	259
رزق حلال کے ثمرات	213	قلب صنوبری	260
سالک کیلئے کھانے میں احتیاط کی تاکید	214	سلسلہ نقشبندیہ اور جہات قلب	261
سالکین پر وارد ہونے والی دو حالتیں	222	امام ربانی پر قلب کے راز کا افشا	264
مقام حیرت	223		
حیرت و جہل	224		

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
لطیفۂ نفس اور لطیفہ کا عدم شہود	266	روح کی عالم امر تک رسائی	300
انسان خلاصہ کائنات ہے	269	لطائف اور عناصر اربعہ	302
تصفیہ کے بعد انسانی جسم	271	عنصر ناری	303
عالم کتنے ہیں؟	273	نفس اور انسان	304
قلب، قلب کی تجلیات الٰہیہ کی گنجائش رکھتا ہے	274	اسلام اور عصبیت	304
		نفس مطمئنہ میں سرکشی کا امکان	308
اقسام قلب	275	اقسام شیطان	310
صفائے قلب	276	حضرت عیسیٰ اور شیطان	311
اللہ تعالیٰ کا منزہ ہونا	277	حضور اکرم ﷺ اور شیطان	311
ولایت محمدیہ	279	شیطان کا رخصت پر عمل کروانا	312
اقسام طالب	281	سرکشیٔ شیطان کی اقسام	314
ولایت محمدیہ امام ربانی کی نظر میں	283	بعض خطاؤں پر بلندی درجات	316
علوم و معارف کیلئے امام ربانی کا چناؤ	285	لطائف ستہ کا خلیفہ	317
منہا ۔ ۱۳		مضغۂ گوشت پر الہام	318
روح، مکانی ہی ہے	287	انہ لیغان علی قلبی کی وضاحت	320
سالک کا مشاہدۂ روح	288	حجاب قلبی کی اقسام	320
روح کیا ہے؟	289	صحبت کا اثر	321
روح قالب انسانی میں	290	قلب مومن	323
انبیاء و اولیاء وطن اصلی کے نمائندے	293	ایک سوال	325
روح کی اقسام	294	امام ربانی کا جواب	325
روح کا عروج	296	امام ربانی کا صاحب عوارف کے قول پر تبصرہ	327
پیری مریدی سے مقصود	298		
شیخ کامل مکمل	300		

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا روحانی مقام	328	حضرت امام ربانی اور علماء وصوفیاء کی عقول میں فرق	358
امام ربانی کی تحقیق قلب	329	ایک سوال اور اس کا جواب	359
روح	331	کرامت ولایت کی دلیل نہیں	362
اقسام موت	333	عصر حاضر اور ترویج شریعت	363
عارف کے احساسات	335	مبداء فیاض	366
علمائے اہلسنت اور روح	338	ترجمان قلب	368
امام ربانی اور روح	338	لطیفہ نار کا مسلمان ہونا	370
روح وجسد کا باہمی استفاضہ واستفادہ	339	لطیفہ باد	372
قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تحقیق	340	خدا اور روح کے انوار میں ظاہری مماثلت	374
روح ونفس مطمئنہ کا خلیفہ	341	مشائخ نقشبندیہ کا لطائف طے کروانا	378
عقل کی اقسام	341	مرکز موجودات	380
عقل کی تعریف	343	مسند دعوت وارشاد	381
محل عقل	344	مقام عبودیت	382
حضرت خطیب الاسلام کی تطبیق	344	عبادت اور عبودیت میں فرق	382
فکر کی اقسام	346	فرق بعد الجمع	384
اہل حقیقت اور فراست	347	حضرت امام ربانی اور حضرت ابن العربی کا موقف	385
اقسام فراست	348	مقام فرق کے مراتب	386
حضرت امام ربانی کی فراست	349	روح اور قالب میں مطابقت	388
مقام جمع اور مقام فرق	351	نماز میں راحت کا سبب	389
اسلام حقیقی	353	حقیقت نماز سے بے خبر	391
فلسفی اور عارف	356		
افضل ولی کون؟	358		

مضامین	صفحہ
اقسام صوفیاء	391
عارفین کی نماز	393
انوار کا برداشت کرنا روح کی استعداد پر موقوف ہے	395
عظمت غفلت	397
افضلیت بشر بر ملائکہ	399
غفلت کی کرم فرمائیاں	400
نبوت ولایت سے افضل ہے	401
بوجہ غفلت صحو کی سکر پر فضیلت	403
ذات رسالت مآب ﷺ اور نسیان	404
قطب ارشاد	406
قطب ابدال	407
منہا ۔ ۱۴	
حضور اکرم ﷺ کا خصوصی امتیاز	411
تجلی کی اقسام	412
حضرت ابن العربی اور تجلی ذاتی	413
حضرت امام ربانی اور تجلی ذاتی	414
ایک اعتراض اور اس کا جواب	415
تمام اولیاء انبیاء کرام کے زیر قدم ہوتے ہیں	417
اولیاء کی اقسام بلحاظ مشرب	418
اپنے آپ کو شیخ کے برابر سمجھنا وہم ہے	420
ایک شبے کا ازالہ	421

مضامین	صفحہ
منہا ۔ ۱۵	
ایک سوال اور اس کا جواب	423
لطائف کا غالب و مغلوب ہونا	424
ارباب تلوین و تمکین	429
صاحب حال و صاحب مقام	430
منہا ۔ ۱۶	
اسرار قرآنی اور تزکیہ نفس	431
امام ربانی کا علمی مقام	432
تفسیر آیت	433
علۃ الناس کیلئے مستلذات زہر قاتل ہیں	434
عارف کیلئے مستلذات سبب نور و حضور ہوتے ہیں	434
حضرت امام ربانی اور تعمیل سنت	435
طیبات سے مراد	436
مختصر تعارف علامہ جار اللہ زمخشری	437
چند شبہات کا ازالہ	438
حرمت کی اقسام	442
حضور ﷺ کے عدم سایہ کی وجہ	443
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت مشاہدہ	446
منہا ۔ ۱۷	
معرفت	447
معرفت کی اقسام	448
حق معرفت	448

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
مقصد تخلیق	449		
توجیہات حضرت امام ربانی	450		
اسلام کی دو قسمیں	450		
نیکی اور گناہ	452		
گناہ کی اقسام	453		
عارفین اور گناہ	454		
ملحدوں کی تردید کرنا	457		
حضرت امام ربانی کی دعا مانگنا	458		
عارفین کی گناہوں سے مغفرت	459		
اسلام کی اقسام بلحاظ طریقت	460		
ایک سوال کے جواب میں	461		
منہا۔۱۸			
خدا اپنی موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں	463		
حضرت امام ربانی اور حضرت ابن العربی کا موقف	464		
اقسام وجود	468		
اسماء وصفات زائد علی الذات ہیں	469		
زائد کا مفہوم	469		
لاھو و لا غیرہ کا مفہوم	470		
غیریت کی دو قسمیں	471		
حضرت امام ربانی کا تجزیہ	471		

سخن ہائے گفتنی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہٗ العزیز کی تصانیف عالیہ شریعت وطریقت کے انوار کا خزینہ اور معرفت وحقیقت کے اسرار کا دفینہ ہیں جو علماء کے علوم اور عرفاء کے معارف سے وراء، مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس اور مجدد الف ثانی کے ساتھ مختص ہیں۔ یہ علوم ومعارف مصلحانہ شان، مجددانہ مقام اور مجتہدانہ انداز پر تحریر فرمائے گئے جن کے مطالعہ وملاحظہ سے یقین ہو جاتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز درجہ امامت اور مقام اجتہاد پر فائز تھے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی جملہ تصانیف میں سے 'مبداء ومعاد' ایک اہم رسالہ ہے جو نہ صرف الہامی علوم ومعارف اور لدنی حقائق ودقائق پر مشتمل ہے بلکہ آپ کے احوال وکیفیات وواردات ومکاشفات اور مقامات خاصہ کو متضمن ہے جسے حضرت خواجہ محمد صدیق کشمی ملقب بہدایت رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۱۹ھ میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی ذاتی بیاض سے متفرق مسودات کو مدون ومرتب فرمایا اور اس کے مضامین کو "منہا" کا عنوان دے کر الگ الگ کر دیا۔ منہا یہ من اور ھا کا مجموعہ ہے ھا اسم اشارہ ہے منہا سے مراد واحدۃ من ذالک الاشارات یعنی ان لطیف اور دقیق اشارات میں سے ایک اشارہ، ان کی مجموعی تعداد ۶۱ ہے۔ لیکن حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ (ٹنڈوسائیں داد، حیدرآباد) کے قلمی نسخہ میں منہا ۱۷ کے درمیانی حصہ میں مزید ایک اور منہا کا عنوان درج ہے جس کے حساب سے منہا کی تعداد باسٹھ بنتی ہے چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز

اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ وَیُحِبُّ الْوِتْرَ کے مصداق طاق عدد کو مستحب سمجھ کر زیادہ پسند فرماتے تھے اس لیئے دیگر نسخوں کے مطابق منھا کی تعداد ۶۱ ہی مقرر کی گئی ہے۔

رسالہ مبداء و معاد کی افادیت کے پیش نظر مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے علاوہ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ بھی اپنے خلفاء اور خاص مریدین کو خلوت میں سبقاً پڑھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ بزرگان دین کے اسی مبارک طریقہ کو جاری رکھتے ہوئے ہمارے مرشد و مربی سراج العارفین، شارح مکتوبات امام ربانی حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہٗ العزیز نے اپنے قریبی احباب و مریدین کو یہ رسالہ مبداء و معاد سبقاً پڑھایا جنہیں دوران تدریس باقاعدہ بذریعہ ٹیپ ریکارڈ کیسٹوں میں محفوظ کر لیا گیا اور اب اسے صفحۂ قرطاس پر نقل کر کے ترتیب و تسوید کے جانگسل مراحل سے گذار کر کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ تسوید و تدوین کے دوران حضرت علامہ مولانا سید زوار حسین شاہ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ و مترجمہ فارسی نسخہ (مطبوعہ ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی) اور محشّٰی مکتوبات حضرت علامہ الحاج نور احمد پسروری ثم امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا تصحیح فرمودہ فارسی نسخہ (مطبوعہ سنی لٹریری سوسائٹی ریلوے روڈ لاہور) زیادہ تر پیش نظر رہے۔ دوران تدوین حضرت ابوالبیان قدس سرہٗ العزیز کا بیان فرمودہ ترجمہ اور تشریحات ہی ''سعادۃ العباد'' کی اصل ہیں البتہ دیگر کتب سے استفادہ کے علاوہ البینات شرح مکتوبات کے اقتباسات کو ہی زیادہ جامع اور متبرک جان کر نقل کیا گیا ہے نیز دوران ترجمہ، مترجم اول مکتوبات امام ربانی حضرت شیخ قاضی عالم دین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ مدنظر رہا گاہے گاہے حضرت مولانا اقبال احمد فاروقی لاہور کے ترجمے سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

ترتیب و تدوین، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور طباعت و اشاعت کے جانگداز مرحلوں میں علامہ محمد بشارت علی مجددی، علامہ محمد نوید اقبال مجددی، علامہ محمد راشد

مجددی، علامہ تنویر حسین مجددی، علامہ انور سعید مجددی، محمد اکبر شاکر مجددی ...... کی شبانہ روز محنت لائق تحسین اور جذبہ قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کو اجر عظیم اور ثواب عمیم عطا فرمائے، اولیائے کرام کی عقیدت اور اپنے مشائخ کی نسبت کا فیضان عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ دین متین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے اور اپنے محسن و مربی قبلہ عالم حضرت ابوالبیان قدس سرہ العزیز کے مشن کے ساتھ وفا کرنے کی قوت عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ یہ کتاب مستطاب اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کے لئے بہترین تحفہ ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمارے آقائے ولی نعمت حضرت ابوالبیان قدس سرہ کے جنت الفردوس میں درجات بلند سے بلندتر فرمائے اور آپ کی مرقد انور کو بقعۂ نور بنائے۔ **اللھم امین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم**

قارئین کرام سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ اگر کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کی کوئی فروگذاشت پائیں تو دامن عفو میں جگہ دیتے ہوئے ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

صاحبزادہ محمد رفیق احمد مجددی
زیب سجادہ درگاہ حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ
امیر اعلیٰ عالمی ادارہ تنظیم الاسلام

مختصر سوانح حیات جامع مبداء و معاد

حقائق آگاہ حضرت **خواجہ محمد صدیق کشمی** رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خواجہ محمد صدیق بن ظہیر الدین حسن کشم (بکسر کاف) علاقہ بدخشاں کے رہنے والے تھے، عنفوان شباب میں بدخشاں سے ہندوستان آئے چونکہ شعر و سخن سے دلچسپی رکھتے تھے اس لئے ایک عرصہ تک محب الفقراء عبدالرحیم خان خاناں کی صحبت میں رہے۔ خان خاناں کو بھی اس گروہ سے خاص تعلق تھا۔ آپ ہدایت تخلص فرماتے تھے آپ کے اشعار بڑے دلفریب اور درد و سوز سے لبریز ہوتے تھے۔

اسی دوران آپ قطب الاقطاب عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ حضرت خواجہ آپ پر خصوصی کرم فرماتے تھے اور اکثر اوقات فرماتے تھے کہ خواجہ محمد صدیق بہت بلند استعداد اور بڑی صلاحیت رکھتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے روز ہم کئی درویش حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے مجھے نیا اور اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھ کر مجھ پر گلاب چھڑکا اس امر نے میرے پریشان دل کو جمعیت بخشی۔

ز دامانِ تو ہر راشح گلابے
زند بر روئے بختِ خفتہ آبے

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر دکن سے واپسی پر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے میرا رابطے کا یہ حال تھا کہ ہر چیز سے حضرت خواجہ کا جمال با کمال نظر آتا تھا یہاں تک کہ در و دیوار اور شجر و حجر سے بھی سوائے آپ کے جمال کے اور کوئی چیز نمودار نہ ہوتی تھی حتٰی کہ میرا وجود موہوم بھی حائل نہ رہا اور میں خود کو بھی حضرت خواجہ سمجھتا تھا۔

آں یکے شد روئے او شد سوئے دوست
واں یکے شد روئے او خود سوئے دوست

ترجمہ :ایک وہ تھا جس کا رخ تھا سوئے دوست
ایک وہ جس کی طرف خود روئے دوست

جب شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز اپنے عظیم روحانی مشن کی تکمیل کے بعد تمام روحانی نظام حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے سپرد فرما کر خلوت گزیں ہو گئے اور ماسوائے چند کے اپنے تمام مریدین کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی صحبت اختیار کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت خواجہ محمد صدیق فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا کیفیت کی وجہ سے میں نے انکار کیا۔ کہ حضرت خواجہ کا جلال رونما ہوا مجھ پر بے ہوشی کی حالت طاری ہو گئی بالآخر افاقہ کے بعد حضرت خواجہ نے شفقت فرماتے ہوئے کہا! خوف نہ کرو وہ محبت کی وجہ سے ایک پھول ہے جو شگفتہ ہوا ہے اگر تم صحیح اعتقاد اور گفتار کی سچائی رکھتے ہو تو یقین جانو کہ آج آسمان کے نیچے مثل میاں شیخ احمد کوئی دوسرا نہیں اور سب سے کامل لوگ جو تین چار ہی ہوئے ہیں ان (حضرت مجدد) کے کمالات جیسے رکھتے ہونگے زیادہ نہیں اور میں خود کو انکا طفیلی جانتا ہوں۔ جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے اسے مضبوط پکڑو تمہارے کام آئے گا اب جلدی کرو اور پہنچو۔

چنانچہ آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور شعر وشاعری سے دستکش ہو گئے حضرت امام ربانی سے رابطہ قوی اور محبت کامل رکھنے لگے اور آپ کی صحبت و خدمت کو لازم جاننے لگے چنانچہ ایک روز صبح کے حلقہ سے اٹھ کر حضرت امام ربانی نے مریدوں کے مجمع میں فرمایا کہ آج خواجہ محمد صدیق ولایت خاصہ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) سے مشرف ہوئے ہیں۔

خلافت واجازت کے بعد مخلوق خدا کی رشد وہدایت اور تبلیغ ودعوت میں دن رات کوشاں رہتے اور بے شمار لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کا باعث ہوئے۔

آپ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے اکابر اصحاب وخلفاء میں سے تھے صوری ومعنوی فضائل وکمالات سے آراستہ اور طریقت وحقیقت کے مقامات سے پیراستہ تھے غرضیکہ آپ بے شمار مناقب وکمالات کے مالک اور مآثر ومقامات کے حامل تھے۔ اختصار کے پیش نظر انہیں کلمات پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ

نہ حسننش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

آپ ماہ شوال ۱۰۵۱ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ نہایت صالحہ اور عابدہ خاتون تھیں آپ کے ہمراہ صدق نیت کے ساتھ حضرت امام ربانی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور حضرت امام ربانی کے الطاف وعنایات سے حظ وافر حاصل کیا۔ خواتین کی بہت بڑی جماعت اس نیک سیرت خاتون سے بہرہ مند ہوئی کیونکہ ان کی صحبت بہت مؤثر تھی۔ مکتوبات شریفہ میں بارہ مکتوبات ان کے نام صادر فرمائے گئے۔

مبداء ومعاد کا مسودہ حضرت خواجہ کشمی نے ۱۰۱۹ھ ماہ رمضان المبارک کے

اواخر میں دوران اعتکاف حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی بیاض خاص سے لے کر اسے ترتیب دیا اور اس کے سن تسوید کا قطعہ تاریخ یوں رقم فرمایا

این نسخہ کہ مبداء و معاد ست بنام
ز انفاسِ نفیس حضرت فخر کرام
چون کرد ہدایت اقتباس از سرِّ صدق
در سال ہزار و نوزدہ گشت تمام
صدیق ہدایت کہ شدش چرخ بکام
مانا کہ ز صدق شد ہدایت فرجام
زین خود چہ عجب و لیک تحقیق این ست
کز جوشِ شرابِ احمدی یافتہ جام

منہا-۱

چوں ایں درویش را ہوسِ ایں راہ پیدا شد

جب اس درویش [ل] کو اس راہ سلوک کا شوق پیدا ہوا تو

[ل] حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی خانقاہ باقویہ میں حاضری

آپ پہلے طریقہ قادریہ میں کمال رکھتے تھے اس کے بعد اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد چشتی علیہ الرحمہ سے طریقہ چشتیہ اخذ فرمایا پھر جب والد بزرگوار کے وصال کے بعد حج کی سعادت اور حرمین طیبین کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا تو آپ ۱۰۰۸ھ میں حج کے ارادہ سے دہلی پہنچے جہاں آپ کی ملاقات حضرت مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو آپ کے شناسا اور عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے انہوں نے حضرت خواجہ کے کمالات اور طریقت نقشبندیہ کے فضائل کا ذکر کیا چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے بارہا اپنے والد بزرگوار سے نسبت نقشبندیہ کی بابت سن رکھا تھا فلہذا آپ حضرت خواجہ کی ملاقات وزیارت کے لئے خانقاہ باقویہ میں تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ کی خواہش پر دو ہفتہ کی مہمانی قبول کر لی ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کی قلبی کیفیت بدل لی اور حضرت خواجہ کی کشش غالب ہوئی اور آپ بزبان حال

کملت مسافة کعبة الآمال
حمداً لمن قد من بالاکمال

کا نعرۂ مستانہ لگاتے ہوئے حضرت خواجہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے مہمانی کو ترک کیا اور اڑھائی ماہ حضرت خواجہ کی دربانی کو غنیمت جان کر ارادۂ حج کو خیر باد کہا اور فیوض و برکات اور نسبت نقشبندیہ سے معمور ہو کر واپس سرہند شریف میں مراجعت فرمائی۔ والحمدللہ علیٰ ذالک

ایک شبہ اور اسکا ازالہ

بعض افراد نے کہا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ حج بیت اللہ کی نیت سے اپنے وطن سرہند سے روانہ ہوئے تھے راستہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے بیعت ہو گئے اور پھر وطن واپس آ گئے اس کے بعد پھر حج کو نہیں گئے اور آپؒ نے فرض ادا نہ کیا۔

بظاہر یہ شبہ وجیہ ہے لیکن حقیقت حال کچھ اور ہے ۱۰۰۸ھ میں آپ کا قصد حج کرنا غلبہء شوق کی بنا پر تھا۔ اور آپ نے از راہ توکل و رخصت ارادہ کیا تھا۔ حضرت خواجہ کے فیضان صحبت نے آپ پر ابواب عزائم کھول دیئے۔ لہٰذا آپ نے رخصت کو چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوىٰ وَاتَّقُوْنِ يٰاُولِى الْاَلْبَاب (البقرہ ۱۹۷)

''اور خرچ راہ لیا کرو کہ خرچ راہ میں بہتر ہے گناہ سے بچنا اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو''۔

حضرت شاہ عبدالقادر نے یہ ترجمہ لکھ کر موضح قرآن میں لکھا ہے ''اہل کفر کی غلطی ایک یہ تھی کہ بغیر خرچ حج کو جانا ثواب گنتے تھے اور توکل، مقدور ہوتے ہوئے خرچ نہ لیتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مقدور ہو تو خرچ لے کر جاؤ بڑا فائدہ یہ کہ سوال نہ کرو'' یعنی زاد راہ لے لیا کرو تا کہ سوال نہ کرنا پڑے زاد راہ بہتر پرہیز گاری ہے۔

حضرت مجدد کی مالی کمزوری اور علو فقر کا بیان حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مخلص کو ایک رقعہ میں یوں تحریر فرمایا ہے ’’بہ جہت کثرت عیال و علو فقر و بے معاشی تفرقہ در اوقات آن جماعت ہست۔ اگر از وجہ چہل یک ہر سال قدرے معین بہ آں خانوادہ برسد چنانچہ کاتب قسمتی درمیان ایشاں قرار دہد بغایت مستحسن است مورث خیر بسیار، ہر چند کہ اندکے باشد رکن عظیم از خیرات خواہد بود، فقرائے باب اللہ اند دلہائے عجب دارند زیادہ جرأت است یعنی عیال کی کثرت اور فقر و بے معاشی کیوجہ سے اس جماعت کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر چالیس میں سے ایک کی کوئی مقدار اس گھرانے کے واسطے مقرر کردیں کہ ہر سال پہنچ جایا کرے اور یہ کاتب اس کی تقسیم مقرر کردے تو بہتر اور مورث خیر کثیر ہے یہ مقدار چاہے کتنی ہی کم ہو خیرات میں رکن عظیم رہے گی یہ لوگ اللہ کے در کے فقراء ہیں عجیب وغریب دل رکھتے ہیں۔ زیادہ جرأت حضرت مجدد نے پہلے راہ توکل فرط شوق و محبت میں اختیار کی تھی اور بعد میں راہ عزیمت تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے۔

؎ در دم از یار است و درمان نیز ہم
دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (

رشتہء در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

(حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۲۶، ۲۷)

عنایتِ خداوندی جلّ سلطانه او را به یکے از خلفائے خانوادۂ

خداتعالیٰ جل سلطانہ کی عنایت نے اس کو خانوادہ حضرات نقشبندیہ[2] قدس اللّٰہ تعالیٰ

حضرات خواجها قدس اللّٰه تعالیٰ اسرارهم رسانید وازاں جا طریقۂ

اسرار ھم کے خلفاء کرام میں سے ایک خلیفہ[3] کے پاس پہنچادیا۔ وہاں سے ان بزرگوں

ایں بزرگواران را اخذ کرده، ملازم صحبت آں عزیز گشت

کے طریقہ کو اخذ کیا اور ان عزیز کی صحبت اختیار کرلی۔

---

[2] **سلسلہ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف**

یہ امر طے شدہ ہے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات میں نبوت اور ولایت کا فیضان جاری وساری ہے فیضان نبوت کے قسیم خلیفہ رسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ فیضان ولایت امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے تقسیم ہورہا ہے جن حضرات کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ کے ذریعے فیض مل رہا ہے ان حضرات کے سلسلہ کو سلسلہ صدیقیہ کہا جاتا ہے اور جو حضرات، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے فیضیاب ہوتے ہیں ان کے سلسلہ کو سلسلہ حیدریہ کہا جاتا ہے چونکہ طریقت کے معروف سلاسل اربعہ (نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ) کو فیضان نبوت بھی پہنچ رہا ہے اور فیضان ولایت بھی مل رہا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ سلسلہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ میں فیضان ولایت کا غلبہ ہے جبکہ سلسلہ نقشبندیہ میں فیضان نبوت کا غلبہ ہے چونکہ سلسلہ صدیقیہ کے مرشد اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اس لئے یہ سلسلہ پہلے پہل سلسلہ صدیقیہ کے نام سے مشہور ہوا بعدازاں دیگر مشائخ طریقت کی نسبتوں سے مختلف زمانوں میں

مختلف ناموں اور القابات سے منسوب ہوتا رہا۔

صدیقیہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ تک اس سلسلہ کو صدیقیہ کہا جاتا رہا۔

طیفوریہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ تک اسے طیفوریہ کہا جاتا رہا۔

خواجگانیہ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر امام الطریقہ حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین اویسی بخاری المعروف شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تک اسے خواجگانیہ کہا جاتا رہا۔

نقشبندیہ

غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ خواجگانیہ کی اس قدر ترویج و اشاعت کی کہ چہار دانگ عالم میں یہ سلسلہ نقشبندیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

نقشبندیہ علائیہ

حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے خلیفہ اجل حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے نقشبندیہ علائیہ مشہور ہوا۔

نقشبندیہ احراریہ

قطب الارشاد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سلسلہ ''نقشبندیہ

احراریہ“ کے نام سے مشہور ہوا۔

نقشبندیہ مجددیہ

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے شریعت وطریقت کی تجدید وترویج کچھ اس انداز سے فرمائی کہ عالم اسلام میں اس سلسلہ کو خوب شہرت اور پذیرائی نصیب ہوئی جس کی بناپر اسے نقشبندیہ مجددیہ کہا جانے لگا۔

نقشبندیہ مجددیہ نوریہ

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے بعد یہ سلسلہ متعدد مشائخ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے مختلف ناموں سے پکارا جانے لگا چنانچہ قطب اوحد حضرت باواجی خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی رحمۃ اللہ علیہ (تاجدار چورہ شریف ضلع اٹک) سے یہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ کے نام سے مشہور ہوا۔

نقشبندیہ مجددیہ امینیہ

قطب العالمین حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (وارث مسند آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ) سے نقشبندیہ مجددیہ امینیہ کے نام سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔

والحمد اللہ علیٰ ذالک

۳ عارف باللہ حضرت **خواجہ باقی باللہ احراری** رحمۃ اللہ علیہ

کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی رضی الدین محمد باقی المعروف بہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ہے آپ ۹۷۱ھ میں کابل میں متولد ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت قاضی عبدالسلام خلجی قریشی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو اپنے زمانے کے معروف عالم باعمل

صاحب وجد وحال وفضل وکمال بزرگ تھے آپ کے نانا جان کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عمر یاغستانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے نانا تھے آپ پر بچپن سے ہی تجرید وتفرید، خلوت گزینی اور عزلت نشینی کے آثار غالب تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

آپ نے آٹھ برس میں حفظ قرآن کے بعد کابل کے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد صادق حلوائی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم متداولہ کا اکتساب کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں علم وعمل کے آفتاب بن کر چمکنے لگے جب فقر ودرویشی کا شوق دامنگیر ہوا تو ماوراء النہر، بلخ، بدخشاں اور ہندوستان کے علاوہ مختلف دیار وامصار کا سفر اختیار فرمایا اور مختلف اکابر اولیاء کی صحبت وخدمت میں رہ کر بے شمار روحانی فیوض وبرکات حاصل کئے آپ حضور اکرم ﷺ اور حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے بلاواسطہ بطریق اویسیت فیضیاب تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

شنیدم کاشف راز نہانی
ابوالقاسم چراغ کرگانی
کہ بودے ورد جاں نام اویسش
کہ باشد شربے از جام اویسش

آپ کے مرشد گرامی حضرت خواجہ املنکی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارۂ غیبی پا کر آپ کو ہندوستان کی طرف ہجرت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ وہاں ایک عزیز الوجود ہستی (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ تھا) آپ کے حلقۂ بیعت میں شامل ہوگی جس کے ذریعے تمام عالم منور ہو جائے گا چنانچہ ہندوستان میں سلسلہ

نقشبندیہ کو فروغ دینے والے پہلے بزرگ آپ ہی ہیں جن کی توجہات قدسیہ اور تجدیدی کارناموں نے ہندوستان کی قسمت بدل کر رکھ دی آپ کے حلقہء بیعت و صحبت سے ہزاروں صلحاء وصوفیاء پیدا ہوئے۔

آپ نے ہندوستان کے مرکزی شہر دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے قلعہ فیروز آباد میں مستقل قیام اختیار فرمایا آپ کی تشریف آوری سے پانچ چھ سال کے اندر اندر روحانی حلقوں میں انقلاب برپا ہو گیا عامۃ المسلمین اور علماء ومشائخ کے علاوہ اعیان مملکت اور ارکان سلطنت بھی آپ کے حلقہء بیعت میں شامل ہوئے۔

چنانچہ شیخ فرید بخاری، عبدالرحیم خان خاناں، مرزا قلیج خان اور صدر جہاں وغیرہم بھی آپ کے نیاز مندوں میں شامل ہوئے آپ کی نظر کیمیا، توجہ اکسیر اور دعا مستجاب تھی اس لئے آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا اپنے عظیم روحانی مشن کی تکمیل کے بعد بالآخر تمام روحانی نظام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرما کر ۲۵ جمادی الثانی بروز شنبہ ۱۰۱۲ھ بعد نماز عصر ذکر اسم ذات کرتے ہوئے عالم قدس میں جا پہنچے انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کا مزار مبارک دہلی میں فیروز شاہ کے قبرستان میں صحن مسجد کے متصل واقع ہے۔

به برکت توجه آں بزرگ، جذبهٔ خواجها که از جهت
ان بزرگ کی توجہ[۴] کی برکت سے خواجگان نقشبندیہ کا جذبہ[۵] جو صفت
استهلاك درصفت قیومیت می خیزد او را حاصل
قیومیت[۶] میں فنائیت کی جہت سے پیدا ہوتا ہے اس کو حاصل ہوااور اندراج
گشت وازطریق اندراج النهایة فی البدایة نیز شربی میسر
النہایۃ فی البدایۃ کے طریق سے بھی ایک گھونٹ میسر ہوااس جذبہ کے
شد۔ بعداز تحقق ایں جذبه کا راو بسلوك قراریافت
تحقق کے بعد اس کو سلوک میں قرار حاصل ہوا۔

[۴] توجہ

شیخ کا اپنی قوت ارادی اور قلبی طاقت سے طالب کے دل پر اثر ڈال کر اس کی باطنی حالت میں تبدیلی پیدا کر دینا توجہ کہلاتا ہے سلوک کی منزلوں میں شیخ ہر سبق کے لئے توجہ کے ذریعے طالب کے لطائف پر فیض القاء کرتا ہے اس کو تصرف یا ہمت بھی کہا جاتا ہے۔

اقسام توجہ

مشائخ طریقت نے توجہ کی معروف تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

توجہ انعکاسی

جیسے کسی چیز پر شیشے یا روشنی کا عکس اور پرتو پڑنا یا اہل مجلس کا عطر وغیرہا کی خوشبو پانا انعکاسی توجہ کے مشابہ ہے یہ توجہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے اس توجہ کا اثر بھی تھوڑی دیر کے

لئے ہوتا ہے اس لئے یہ توجہ اگرچہ ضعیف ہوتی ہے لیکن فائدے سے خالی نہیں ہوتی۔

توجہ القائی

اس توجہ کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص دیئے میں بتی اور تیل ڈال کر لایا تو دوسرے نے آگ لگا کر روشن کر دیا اس توجہ کی تاثیر کچھ طاقت رکھتی ہے اور کچھ دیر اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی بیرونی صدمہ پہنچے مثلاً آندھی اور بارش وغیرہ تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس لئے یہ توجہ کسی حد تک مفید ضرور ہے لیکن لطائف کی مکمل اصلاح نہیں کر سکتی اس لئے مرید کو مجاہدہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

توجہ اتحادی

یہ توجہ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے اس میں شیخ اپنی پوری ہمت صرف کر کے اپنی روح کے کمالات طالب کی روح میں القا کر دیتا ہے اس طرح کہ دونوں روحیں باہم جذب ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نانبائی کو توجہ اتحادی دے کر اس کے ظاہر و باطن کو اپنے جیسا بنا دیا جس کو وہ ضبط نہ کر کے وصال پا گیا۔ (البینات شرح مکتوبات، مکتوب ۳ جلد اول)

o...... ہجرت کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے توجہ اتحادی کے ذریعے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صورت و سیرت کو اپنے جیسا بنا دیا کہ اہل مدینہ کے لئے آقا و غلام میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔

تو من شدی من تو شدم تو تن شدی من جاں شدم
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

o خواجہ، خواجگان حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہٗ العزیز نے ایک معتقد طعا[illegible] کو توجہ اتحادی کے ذریعے اپنے جیسا بنا دیا۔ (نفحات الانس)

www.emaktabah.org

۵ جذبہ وسلوک

جذبہ سیر انفسی کا نام ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشد کامل کی توجہات سے سیر انفسی میں عالم امر کے لطائف کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور لطائف اپنی اصل میں فنا ہو جاتے ہیں یہ کیفیت جذب ہے اور اس تربیت کے حاصل کرنے والے کو مجذوب کہتے ہیں۔

سلوک

سلوک سیر آفاقی کا نام ہے مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق اتباع سنت و شریعت اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے طہارت نفس وعناصر حاصل کرنا سیر آفاقی ہے اس کو سلوک کہتے ہیں اور اس قسم کی تربیت حاصل کرنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔

بینہ نمبر 1: جذبہ سلوک سے مقدم ہو تو ایسے مرید کو مجذوب سالک کہتے ہیں اگر سلوک جذبے پر مقدم ہو تو ایسے مرید کو سالک مجذوب کہتے ہیں حضرات نقشبندیہ جذبے کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں اسی لئے اکثر نقشبندی صوفیاء مجذوب سالک ہوتے ہیں دیگر سلاسل کے بزرگ سلوک کو جذبے پر مقدم کرتے ہیں اسی لئے ان کے اکثر صوفیاء سالک مجذوب کہلاتے ہیں۔

یہاں مجذوب کا عوام میں متعارف معنی مراد نہیں بلکہ مجذوب کا لفظ توجہ شیخ سے فیضیاب ہونے والے پابند شریعت صوفی پر استعمال فرمایا ہے۔

(البینات شرح مکتوبات مکتوب ۶ جلد اول)

اقسام جذبہ

جذبہ کی دو قسمیں ہیں۔

جذبہ صوری اور جذبہ حقیقی

جذبہ صوری

وہ جذبہ جو سیر فی اللہ سے قبل ابتدائے سلوک میں تصفیہ لطائف سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور صرف تسہیل منازل سلوک کے لئے عطا کیا جاتا ہے اس کو جذبہ صوری کہتے ہیں اس کو جذبہ بدایت یا جذبہ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

جذبہ حقیقی

وہ جذبہ جو سیر فی اللہ کے دوران انتہائے سلوک میں حاصل ہوتا ہے اس کو جذبہ حقیقی کہتے ہیں اس کو جذبہ نہایت یا جذبہ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے جذبہ حقیقی بلاامتیاز تمام سلاسل طریقت میں موجود ہے لیکن جذبہ صوری طریقہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے اور یہ نعمت حضرت خواجہ بزرگ شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخلصین کو بطور خیرات وصدقہ جاریہ عطا فرمائی ہے تاکہ مرید اگر نسبت جذبہ کی تکمیل سے پہلے مر جائے تو محروم مطلق نہ مرے کم از کم جذبہ کی لذت تو چکھ لے۔

اس حقیقت کا اظہار آپ نے یوں فرمایا ہے

ما نہایت را در بدایت درج می کنیم

یعنی وہ جذبہ جو تمام سلاسل کے سالکین کو آخر میں دیا جاتا ہے ہم بفضلہ تعالیٰ اپنے سلسلے کے مریدین کے لئے اس کو انتہا سے ابتدا میں کھینچ لائے ہیں چنانچہ باقی سلاسل کی ابتداء عالم خلق کی سیر سے ہوتی ہے اور انتہا عالم امر کی سیر پر ہوتی ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں اس کے برعکس عالم امر سے سیر شروع ہوتی ہے۔

اس جذبہ کی تعریف میں آپ نے فرمایا:

جـذ بَۃٌ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِیْ عَمَلِ الثَّقَلَیْن (نفحات الانس) یعنی ایک جذبہ اللہ تعالیٰ کے جذبات سے ساری کائنات کے جنوں اور انسانوں کے اعمال کے

برابر ہے یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی عطیات میں سے ہے اور اس کے فضل وکرم پر موقوف ہے۔

آپ نے فرمایا: (**مافضلیا نیم**)

ہم فضلی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نسبت فضل ہم کو حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگون کو بدایت میں میسر ہے

اگر از جانب معشوق نباشد کششے
کوشش عاشق بیچارا بجائے نرسد

طریقہ جذبہء صوری

سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر نے حصول جذبہ صوری کا ایک مخصوص طریقہ وضع کیا ہے اور وہ تکرار اسم ذات ونفی اثبات، حبس دم اور رعایتِ وقوف عددی ہے جبکہ دوسرے سلاسل میں اس جذبہء ابتدائی کے حصول کا کوئی معین طریقہ اور مخصوص ضابطہ نہیں البتہ اگر علیٰ سبیل الاتفاق ان کو یہ جذبہ حاصل ہو جائے تو کوئی امر مانع بھی نہیں۔

ذالک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء (البینات شرح مکتوبات مکتوب۲ جلد اول)

۶ صفت قیومیت

صوفیائے مجددیہ رضوان اللہ علیہم کے نزدیک قیوم ایک اصطلاح ہے جو ارشاد باری تعالیٰ **القیوم** سے ماخوذ ہے۔ قیوم اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور قیومیت اسم **القیوم** کی نسبت سے ہے نسبت قیومیت حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا مکشوف ہے عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز قیوم کے متعلق رقمطراز ہیں قطب ہونا قیومیت کا ایک شعبہ ہے قیوم اس عالم میں حق جلّ وعلا کا خلیفہ اوراس کا نائب مناب (قائم مقام) ہوتا ہے اقطاب وابدال اس کے دائرہ ظلال میں د

اخل اور افراد واوتاد اس کے کمال کے محیط میں شامل ہوتے ہیں تمام افراد عالم اس کی طرف رخ رکھتے ہیں اور اہل جہان کی توجہ کا قبلہ وہی ہوتا ہے خواہ وہ جانے یا نہ جانے بلکہ اہل عالم کا قیام اسی کی ذات سے ہے اس لئے کہ افراد عالم چونکہ اسماء وصفات کے مظاہر ہیں کوئی ذات ان کے درمیان کائن (موجود) نہیں ہے (اس لئے) سب کے سب اعراض واوصاف ہیں اور اعراض واوصاف کو ذات وجوہر کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ انکا قیام اس کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ طویل زمانوں کے بعد کسی عارف کو ذات سے حصہ عطا فرما کر اس کو ایک ایسی ذات عطا فرماتے ہیں کہ وہ نیابت وخلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جاتا ہے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ نسبت قیومیت کا حاصل ہونا کسی شخص کو اس وقت تک میسر نہیں ہے جب تک وہ اصالت سے کچھ حصہ نہ رکھتا ہو۔ حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ اشیاء میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ راضی اور خوش ہیں۔ (مکتوبات معصومیہ مکتوب ۸۶ دفتر اول)

قیوم کے دو مفہوم

لفظ قیوم جب ذات باری تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کیلئے بولا جائے تو اس کا معنی قَـائِـماً بِذَاتِہٖ وَمُقَوِّماً لِغَیْرِہٖ ہوگا یعنی جو بذات خود قائم ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہو یہ لفظ جب کسی مخلوق کیلئے بولا جائے تو اس کا لغوی معنی مراد لیا جائے گا اور اس کی تاویل کی جائے گی یعنی کسی شئی کے قیام اور بقا کا وسیلہ وذریعہ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۴۷ اور البینات شرح مکتوبات مکتوب ۲۱ جلد اول)

صفت قیومیّت میں فنائیت

جانشین امام ربانی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ اس کے متعلق

رقمطراز ہیں:

ان بزرگوں (خواجگان نقشبندیہ) کا جذبہ جو کہ صفت قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبہ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت خواجہ (حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ) کو پہنچا ہے اور ان سے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوف عددی ہے۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۶)

اہل طریقت نے صفت قیومیت میں انجذاب کے اعتبار سے جذبہ کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔

جذبہ قیومیت

وہ ہے جس میں عارف پر حق تعالیٰ کی قیومیت جلوہ گر ہوتی ہے اور اس کو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔

جذبہ معیت

یہ ہے کہ عارف کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت جلوہ گر ہو

جذبہ محبت

یہ ہے کہ جس میں عارف پر حق تعالیٰ کی محبت مستولی ہو جاتی ہے اور اس کو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔

جذبۂ ذات بحت

یہ ہے کہ عارف کو حق تعالیٰ کی ذات بحت تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے اس جذبہ کو قطب الارشاد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ العزیز کا جذبہ کہتے ہیں۔ (شرح مکتوبات قدسی آیات (فارسی) دفتر دوم مکتوب ۴۲)

وایں راہ را بتربیت روحانیت اسداللّٰہ الغالب کرم اللّٰہ تعالیٰ وجھہ

اور اس راہ کو شیر خدا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی روحانیت کی تربیت سے انتہا

تابنہایت رسانید یعنی باسمے کہ ربِّ اوست۔ وازاں اسم،

تک پہنچایا یعنی اس اسم تک جو اس کا مربی[۸] ہے۔ اور اس اسم

بقابلیت اولیٰ کہ معبر بحقیقت محمدیہ است علیٰ صاحبھا

سے قابلیت اولیٰ[۹] تک جو حقیقت محمدیہ[۱۰] علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ

الصلوۃ والسلام والتحیہ بمدد روحانیت حضرت خواجہ نقشبند

سے عبارت ہے پھر حضرت خواجہ نقشبند[۱۱] قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی روحانیت

قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ عروج نمود

کی مدد سے عروج حاصل ہوا۔

ے امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کا مختصر تعارف

مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۲۲ رجب المرجب خانہ کعبہ میں متولد ہوئے۔

شد او دُرّ بیت الحرامش صدف
کسے را میسر نشد ایں شرف

نوجوانوں میں سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اکثر غزوات اور معرکوں میں حضور سید عالم ﷺ کی معیت کا شرف نصیب ہوا ذوالنورین حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسند خلافت پر براجمان ہوئے۔

خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ اور اہل بیت اطہار کے دوازدہ آئمہ کرام میں سے پہلے امام ہیں بقول شاعر

؎ اول و آخر ابرار توئی
مشرق و مغرب انوار توئی

آپ اقلیم ولایت کے تاجدار اور جملہ سلاسل طریقت کے سالار ہیں۔

آپ کے ساتھ جہاد وقتال کرنے والوں کو ملامت سے دور جاننا چاہئے اور کلمہ خیر کے سوا ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہئے حضرت علی المرتضیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں: اَخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا لَیْسُوْا کَفَرَۃٌ وَّلَا فِسَقَۃٌ لِّمَا لَھُمْ مِنَ التَّاوِیْلِ قرینہ تاویل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مخالفین کی طرف لفظ ''خطا'' بھی منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ اسی لئے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تِلْکَ دِمَاءٌ طَھَّرَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَیْدِیْنَا فَلْنُطَھِّرْ عَنْھَا اَلْسِنَتِنَا

ایک شخص حاضر خدمت ہو کر عرض گزار ہوا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے تو آپ نے ارشاد فرمایا ''تو اپنے اہل وعیال میں مشغول ہونے کو اپنا سب سے بڑا شغل نہ بنانا کیونکہ اگر تیرے اہل وعیال اہل اللہ میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کبھی بھی ضائع نہیں کرتا اور اگر وہ اللہ کے اعداء میں سے ہیں تو اللہ کے اعداء کا غم کھانا اور ان میں مشغول ہونا تیرے لئے کسی طرح بھی روا نہیں۔

یاد رہے کہ اس ارشاد کا تعلق ماسوی اللہ سے تعلق منقطع کر لینے سے ہے۔

۴۰ھ ۱۸ رمضان المبارک کو عبدالرحمٰن بن ملجم (جَعَلَہُ اللّٰہُ مَلْجَماً بِلَجَامٍ مِنَ النَّارِ) نے زہر آلود تلوار کا وار کر کے کوفہ کی جامع مسجد میں آپ کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

کسے را میسر نشد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

حسنین کریمین نے تجہیز و تکفین کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق لوگوں سے چھپا کر دفن کر دیا لہٰذا آپکی قبر انور کی تعیین واضح طور پر نہیں ہو سکی ارباب مکاشفہ نے متعدد مقامات پر نشاندہی فرمائی ہے بعض نے کہا ہے کہ آپ کا مزار مبارک نجف اشرف میں ہے اور بعض نے مزار فیض آثار بلخ میں بتایا ہے اگرچہ قول اول مشہور ہے مگر **سفینۃ الاولیاء** میں قول ثانی کو ترجیح دی گئی ہے **والعلم عند اللہ سبحانہ**

صاحب **عمدۃ المقامات** حضرت شاہ فضل اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بارگاہ ولایت میں یوں ہدیہ نیاز پیش کیا ہے۔

یا علی بادشاہ کونینی   اولیاء را تو قرۃ العینی
بولایت کسے قدم نزند   بولائے تو تا کہ دم نزند
یک نگاہے نمودہ زر سازے   کارم از یک نگاہ در سازے
گرچہ من لائق نگاہ نیم   در رہت بہ ز خاک راہ نیم
نکنم رد ز درگہ کرمت   ای سرم خاک باد بر قدمت
فضل را جز جناب حضرت تو   نیست روئے وسیلہ دیگر سو!

۸ اسم مربی

یہاں رب سے مراد مُربی ہے اسماء الٰہیہ میں سے عالم وجوب کا فیض جس اسم کے ذریعے سالک کی تربیت کرتا ہے اسے اس کا اسم مربی کہا جاتا ہے اس کو مبداء فیض بھی کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ سالکین کو دوران سلوک جب مقامات ولایت میں ترقی نصیب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا فیض اور تجلیات کا پرتو پڑتا ہے جنہیں مبادی فیوض کہا جاتا ہے اور ہر ولی کا اللہ تعالیٰ کے اسماوصفات میں سے کوئی نہ کوئی اسم وصفت

مبداء فیض ہوتا ہے کسی کا مبدا فیض صفت رحمان ہوتی ہے کسی کا مبدا فیض صفت رحیم کسی کا مبداء فیض صفت کریم، کسی کا مبداء فیض رؤف ہوتا ہے اور کسی کو صفت قیومیت سے فیض ملتا ہے۔

۹ قابلیت

قابلیت کا لغوی معنی استعداد اور اولیٰ کا معنی پہلی ہے اہل طریقت کے نزدیک ذات اور شیونات یا ذات اور صفات کے درمیان نسبت کو قابلیت کہا جاتا ہے۔

نسبت

ظلِ طرفین یا رابطہ بین الطرفین کا نام نسبت ہے۔

قابلیت اولیٰ

حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کو قابلیت اولیٰ کہا جاتا ہے۔

(البینات شرح مکتوبات مکتوب۴ جلد اول)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء وصفات کے ظہور کا ارادہ فرمایا تو تخلیق مخلوق کیلئے جس ذات کی طرف اسم ظاہر کی تجلی بلاواسطہ متوجہ فرمائی وہ حضور اکرم کی حقیقت تھی جس کو صوفیائے کرام قابلیت اولیٰ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اسی کو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کہا جاتا ہے۔

۱۰ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات ذات کے مرتبہ شان العلم کے اعتبار سے قابلیت اولیٰ کا نام ہے جو نفس اسم الٰہی کا ظہور ہے نہ کہ اس اسم کی صورت علمی کا ظہور، کیونکہ کسی چیز کی نفس شئی اور اس کی

صورت علمیہ کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جیسا کہ نفس آگ اور اس کی صورت علمی میں فرق واضح ہے۔

o...... حقیقت محمدیہ سے مراد ذات محمدیہ نہیں بلکہ وہ اسم الٰہی مراد ہے جو حضور ﷺ کے عالم خلق کا مربی ہے اور وہ شان العلم ہے۔

o...... حقیقت کعبہ سے مراد وہ مرتبہ وجوب ہے جو حضور سرور عالم ﷺ کے عالم امر کا مربی ہے اور شان العلم سے بلند تر ہے اس اعتبار سے حقیقت کعبہ حقیقت محمدیہ سے افضل ہے۔

o...... حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے نزدیک حقیقۃ الحقائق (سب سے پہلی حقیقت) مخلوق و حادث ہے تو دوسرے مابعد کے حقائق بھی مخلوق و حادث ہونگے تعین وجوبی ممکنات کی حقیقت نہیں ہوسکتا، ممکن کی حقیقت بھی ممکن ہوگی نہ کہ واجب۔ آپ کے نزدیک حقیقت محمدیہ کا مخلوق ہونا حدیث نبوی ﷺ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُورِیْ سے ثابت ہے اور اسی طرح امام ربانی کے نزدیک قَبْلَ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ بِاَلْفَیْ عَامٍ اور قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃِ عَشَرَ اَلْفِ عَامٍ اور اس کی مثل احادیث سے خلقت کا وقت متعین بھی ثابت ہوتا ہے جو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے مخلوق اور حادث ہونے کی دلیل ہے۔ (ماخوذ از البینات شرح مکتوبات مکتوب ۴ جلد اول مزید تفصیلات کے لئے یہی مکتوب ملاحظہ فرمائیں)

امام الطریقہ حضرت خواجہ **بہاؤالدین نقشبند بخاری** رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

آپ کی ولادت باسعادت ۴ محرم ۷۱۸ھ قصر عارفاں میں ہوئی جو بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے سادات

کرام میں حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں آپ کی کنیت بہاؤ الدین اور لقب شاہ نقشبند ہے۔

آپ کی پیدائش سے قبل حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے تولد کی بشارت سنائی اور ارشاد فرمایا قریب ہے کہ قصر ہندواں' قصر عارفاں ہو جائے نیز فرمایا مجھے اس مقام سے مرد حق کی بو آتی ہے ولادت کے تیسرے روز حضرت خواجہ کو اپنی فرزندی میں قبول فرما کر اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی تربیت کا عہد لیا گو آپ کے شیخ تعلیم حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ہیں مگر آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ حضرت خواجہ عزیزان علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''مردان حق کے سامنے پوری روئے زمین ایک دستر خوان کی مانند ہے'' اور ہم کہتے ہیں کہ ایک ناخن کی طرح ہے کوئی چیز بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجگان (رحمۃ اللہ علیہم) کی طریقت میں چار طرح کی نسبتیں ہیں ایک حضرت خضر علیہ السلام سے، دوسرے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے، تیسرے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے جو ان کو امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے، چوتھے خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، اسی لئے اس طریقہ کے درویشوں کو ملح المشائخ کہا جاتا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ سالک کو چاہئے کہ قلب کی نگہداشت کا لحاظ ہر حالت میں رکھے، کلام وطعام، خرید وفروخت، عبادات کی بجا آوری، تلاوتِ قرآن اور بدوران وعظ وغیرہا غرضیکہ چشم زدن میں بھی خدا تعالیٰ سے غافل نہ رہے تا کہ مقصود نہیں ہو۔ بقول شاعر

۔ یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے تو آپ نے فرمایا خلوت درانجمن پر یعنی بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور بباطن خالق کے ساتھ۔

۔ از درون شو آشنا و از برون بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

آپ نے ساری ہمت ترویج شریعت، تخریب بدعت اور عمل بعزیمت میں صرف کر دی لیکن اس کے باوجود ہمیشہ اپنے اعمال و افعال اور نیت کو تہمت زدہ جانتے تھے۔

درجذیل رباعی آپ کی اس کیفیت کی غماز معلوم ہوتی ہے۔۔

گرطاعت خود نقش کنم بر نانے   و آن نان بنہم پیش سگے نادانے
و آن سگ سال گرسنہ در کہدانی   از ننگ بر آن نان ننہد دندانے

آپ نے دین اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں طریقت نقشبندیہ کو بیحد فروغ دینے کے باعث پوری دنیا میں آپ کا نام روشن ہوا خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب خراج عقیدت پیش کیا ہے۔۔

ابوالوقت دو عالم قطب ارشاد   بہاؤ الدین کہ شد دین از وے آباد
ز سنت در جنید افگند آشوب   بجذبہ بایزیدش آستاں روب
پئے تسکین مشتاقان دیدار   جمال مصطفٰے را آئینہ دار
در ان آئینہ می بیند محقق   سواد من رانی قدرای الحق

آپ نے اپنے جنازے کے آگے یہ شعر پڑھنے کا حکم دیا تھا جس کی تعمیل کی گئی

مفلسا نیم آمده در کوئے تو
شیاءً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

آپ کی عمر مبارک تہتر (۷۳) برس ہوئی آپ کا وصال مبارک شب، دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوا۔ مزار مبارک قصر عارفاں بخارا شریف میں ہے۔

وازاں جا، بدستگیری روحانیت حضرت فاروق رضی اللہ

اور وہاں سے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ [12] کی روحانی دستگیری سے

تعالیٰ عنہ، فوق آں قابلیت استعلا میسر شد

اس قابلیت سے اوپر بلندی میسر ہوئی۔

[12] امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی عمر، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق اعظم ہے آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں متولد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضور اکرم کے جد ہشتم حضرت کعب سے جا ملتا ہے۔ آپ دعائے مصطفیٰ (علیہ التحیہ والثناء) کی تاثیر اور قرأت ہمشیرہ کی تنویر کی بدولت بعثت کے چھٹے سال بعمر ۲۷ سال مشرف باسلام ہوئے آپ کی بدولت مسلمانوں کو قوت اور اسلام کو عظمت ملی خلیفہ رسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد مسند خلافت پر براجمان ہوئے آپ کے رعب وجلال کی وجہ سے کفر کے ایوانوں میں زلزلہ اور شرک کے تھانوں میں غلغلہ بپا ہو گیا آپ نے عساکر اسلامیہ کی تجہیز اور افواج محمدیہ کی تنظیم کچھ اس انداز سے فرمائی کہ اسلامی لشکر جس طرف بھی رخ کرتے تھے کفار نانجار کی صفوں میں کھلبلی مچ جاتی کہ وہ میدان کارزار سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

آپ نے مصر، روم، شام، عراق، بیت المقدس، آذربائیجان، خراسان، مکران (بلوچستان) جیسے بلاد کو فتح کیا بقول شاعر

بعد پیغمبر بالطاف کریم
کرد فتح چار صد شہر عظیم

یوں آپ اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِاِسْلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ کی عملی تفسیر ثابت ہوئے۔ آپ اس قدر قوی الفکر اور صائب الرائے تھے کہ بیسیوں آیات قرآنیہ آپ کی تائید میں نازل ہوئیں۔

آپ کے حسن اخلاق، اعلیٰ کردار اور عدل و انصاف کا یہ عالم ہے کہ بیت المقدس فتح ہوا تو آپ فاتحانہ شان کے ساتھ شہر میں اس طرح داخل ہوئے کہ خود پیدل تھے اور سواری پر آپ کا غلام تھا۔ یہ منظر دیکھ کر مسلمان پکار اٹھے کہ

وہ دیکھو کس شان سے امت کا امام آتا ہے
خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آتا ہے

آپ تشریعی احکام کی تنفیذ اور تکوینی امور میں تصریف پر مامور تھے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ معارف لدنیہ میں رقمطراز ہیں کہ آپ عہد رسالت مآب ﷺ میں قطب ابدال کی مسند پر فائز تھے یہی وجہ ہے کہ دریائے نیل آپ کے حکم سے بہنے لگا، سرزمین طیبہ زلزلہ سے محفوظ ہوگئی، سینکڑوں میل دور نہاوند شہر میں اسلامی سپہ سالار کو یَاسَارِیَةَ الْجَبَل فرما کر رہنمائی فرما رہے ہیں۔

آپ بری صحبت سے اجتناب اور اس کے اثرات بد سے احتراز کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلْعُزْلَةُ رَاحَةٌ مِنْ خُلَطَاءِ السُّوءِ یعنی برے ہم نشینوں سے خلوت گزینی اور گوشہ نشینی باعثِ راحت ہے۔

مدینہ منورہ مسجد نبوی میں نماز فجر کے دوران ابولؤلو مجوسی ایرانی نے ۲۶ ذوالحج ۲۳ھ بروز بدھ آپ کو زخمی کر دیا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے یکم محرم الحرام ۲۴ھ بروز اتوار بعمر ۶۳ سال جام شہادت نوش فرمایا اور گنبد خضریٰ کے نیچے حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

وازاں جا تا بمقامے کہ فوق آں قابلیت است ، وآں قابلیت

اور وہاں سے اس مقام تک جو اس قابلیت سے فوق ہے اور

کالتفصیل است، مرآں مقام را، وآں مقام اجمال اوست۔

وہ قابلیت تفصیل کی مانند ہے خاص اس مقام کی اور وہ مقام اس کا

وآں مقام مقام اقطاب محمدیہ است۔ بتربیت روحانیت

اجمال ہے اور وہ مقام اقطاب محمدیہ [۱۳] کامقام ہے حضور ختمی

حضرت رسالت خاتمیت علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ

مرتبت علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیہ کی روحانیت کی تربیت

ترقی واقع شد۔ ودروقت وصول بایں مقام نحوی امداداز

سے ترقی واقع ہوئی۔ اس مقام تک ایک قسم کی امداد

روحانیت حضرت خواجۂ علاؤ الدین عطار

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار [۱۴] کی روحانیت سے

[۱۳] اقطاب محمدیہ

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں سے وہ قطب جو حضور اکرم ﷺ کی نائب ہوتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے انہیں یہ منصب تفویض فرمایا ہوتا ہے انہیں اقطاب محمدیہ کہا جاتا ہے۔

جس طرح فرشتے فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْراً کے مصداق فرائض کی انجام دہی پر مامور ہوتے ہیں ایسے ہی بعض اولیائے کرام بھی اعزازی فرائض پر مامور ہوتے ہیں

www.emaktabah.org

صاحبان منصب دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جنہیں اپنے منصب کی خبر ہوتی ہے کہ ہم فلاں منصب پر مامور ہیں اس قسم کے لوگ چھپ کر مختلف مقامات پر جان بوجھ کر تصرف کرتے ہیں۔

کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو منصب سے بے خبر ہوتے ہیں فرشتے ان کے روپ میں کام کر جاتے ہیں دیکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ آئے تھے حالانکہ وہ اس معاملہ سے بے خبر ہوتے ہیں البتہ اس محکمہ کے غوث اور فرد کے علم میں ہوتا ہے کہ یہ شخص فلاں علاقے کا قطب ہے جیسے سورج کی روشنی سے پھلوں میں مہک، درختوں میں ہریالی ہوتی ہے لیکن سورج کے لئے اس بات کا جاننا کوئی ضروری نہیں کہ میرا فیض اور روشنی کس کس کو پہنچ رہی ہے ایسے ہی جنہیں فیض اور روشنی پہنچ رہی ہے انہیں بھی اس بات کا علم ہونا لازم نہیں کہ ہمیں کس کا فیض پہنچ رہا ہے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ خربوزے سورج کی روشنی سے رنگ پکڑتے اور مٹھاس لیتے ہیں لیکن خربوزوں کو کیا علم کہ یہ فیض کہاں سے آ رہا ہے اور سورج کو کیا پتہ کہ میرا فیض کہاں کہاں تک پہنچ رہا ہے بلکہ یہ فیض انعکاسی ہوتا ہے۔

قطب کا وجود اس کے متعلقہ علاقے میں باعث برکت ہوتا ہے لوگوں کو ظاہری اور باطنی فیوضات و برکات از قبیل رزق، معاش، کاروبار، دینی صلاحتیں، علمی و روحانی قابلیتیں اسی کے ذریعے تقسیم ہوتی ہے جب وہ دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو باطنی طور پر پہلے ہی اس منصب کے لئے کسی اور شخصیت کو تیار کیا جاتا ہے جو اس کے وصال کے بعد اس منصب پر براجمان ہوتا ہے۔

۱۴ قدوۃ الکاملین حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے علاؤ الدین کنیت اور عطار لقب ہے آپ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول، نائب مطلق اور داماد ہیں حضرت خواجہ کے بے حد مقبول نظر اور معتمد خاص ہیں آپ صاحب طریقہ خاص ہین اور آپ کا طریقہ علائیہ مشہور ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے دفتر اول مکتوب ۲۹۰ میں آپ کا بالتفصیل ذکر فرمایا ہے ایک روز علماء کے درمیان رؤیت باری تعالیٰ کی بابت مباحثہ ہوا انہوں نے بالاتفاق حضرت خواجہ عطار کو ثالث تسلیم کیا۔ آپ نے منکرین رویت سے جو مذہب معتزلہ کی طرف مائل تھے ارشاد فرمایا:

کہ تم تین روز تک چپ چاپ باوضو ہماری صحبت میں رہو بعد ازاں ہم فیصلہ دیں گے انہوں نے تعمیل ارشاد کی تیسرے روز ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بیخود ہو کر زمین پر لوٹنے لگے ہوش میں آنے کے بعد نہایت نیاز مندی سے عرض گذار ہوئے کہ ہم رؤیت حق پر ایمان لائے پھر کبھی بھی حضرت خواجہ کی صحبت سے جدا نہ ہوئے۔

حضرت سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ آپ کے اصحاب خاص میں سے تھے انہوں نے فرمایا کہ جب تک میں حضرت خواجہ علاؤ الدین کی صحبت سے مشرف نہ ہوا میں نے خدا کو نہ پہچانا۔

آپ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں جو کوئی چالیس فرسنگ تک میری قبر کے گرد دفن ہوگا بخشا جائے گا۔

آپ کا وصال شب چہارشنبہ بعد نماز عشاء ۲۰ رجب ۸۰۲ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ چغانیاں علاقہ ماورالنہر میں ہے۔

که خلیفه حضرت خواجه نقشبند است' قدس الله تعالیٰ اسرارهما،
جو حضرت خواجہ نقشبند کے خلیفہ ہیں قدس اللّٰہ تعالیٰ اسرارھما. اور
وقطب ارشاد است بآں درویش رسید۔ نہایتِ عروج اقطاب
قطب ارشاد ہیں اس درویش کو پہنچی اقطاب کا منتہائے عروج
تاایں مقام است۔ ودائرۂ ظلیت تاہمیں مقام منتہی می شود
اسی مقام تک ہے اوردائرہ ظلیت ۱۵؎ بھی اس مقام پر ختم ہو جاتا ہے

۱۵؎ دائرۂ ظلال

صوفیاء کرام کے نزدیک تمام موجودات، اسماء وصفات باری تعالیٰ کے ظلال ہیں اور اسماء وصفات کی طرح ان کے ظلال بھی بے انتہاء ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَاعِندَ کُمْ یَنفَدُ وَمَاعِندَاللِّهِ بَاق (النحل ۹٦) یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

جب سالک اسماء وصفات کے ظلال سے اسماء وصفات کی طرف سیر کرتے ہوئے دائرۂ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے تو اس سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ دائرہ ظلال کو دائرہ اسماء وصفات، دائرہ ممکنات اور دائرہ ولایت صغریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ (البینات شرح مکتوبات ۱/۱۹۵،۱۹٦)

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ قطبیت کا اختتام دائرہ ظلیت کا آخری مقام ہے دائرہ ظلیت کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

ظلال، ظل کی جمع ہے اور ظل کا معنی حجاب ہے تو حجابات کے عالم کو دائرہ ظلیت کہا جاتا ہے تمام کائنات اور جملہ ممکنات دائرہ ظلیّت ہے اسے ظلیت کیوں

کہا جاتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عرش، سات آسمانوں سے اوپر جنت کا چھت ہے جس کا بالائی حصہ عالم امر سے مناسبت رکھتا ہے اور زیریں حصہ عالم خلق اور ممکنات سے ہے کائنات اور ممکنات اور ذات کا باہمی تعلق کیا ہے اس کے متعلق صوفیاء کرام کا آپس میں اختلاف ہے حضرت محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کائنات کی حقیقت ذات ہے اور یہ کائنات ذات کا ظل ہے جسے وجوب اور امکان کے درمیان اتحاد وعینیت کا نظریہ کہا جاتا ہے جب اس نظریہ کے قائلین کو کہا جائے کہ اس قول سے شرک کا خدشہ ہے تو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ شرک تو تب ہو جب ہم غیریت کا قول کریں اور اس غیر کو اسکا شریک ٹھہرائیں غیر تو ہے ہی کوئی نہیں ذات خود ہی سب کچھ ہے لیکن یہ انکا محبت کے آخری درجہ کا کشف ہے جہاں غلبہء محبت کی بنا پر ہر طرف محبوب ہی نظر آتا ہے اسی لئے انہوں نے اتحاد وعینیت کا قول کیا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک ذات وراء الوراء ہے اور کائنات ذات کا ماسویٰ ہے ذات اور کائنات میں خالق اور مخلوق ہونے کے علاوہ اور کوئی تعلق نہیں کائنات، ذات کا عین نہیں غیر ہے ذات، کائنات کے احتیاج سے بالکل بے نیاز ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْن سے عیاں ہے۔ اس کی باقاعدہ تخلیق ہوتی ہے اس لئے اس کا علیحدہ اپنا وجود ہے اس میں نقص اور عیب ہیں۔ اگر اسے ذات کا عین کہا جائے تو ذات میں نقص اور عیب ماننا پڑتے ہیں حالانکہ ذات ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے پاک ہے **سبحان ربک رب العزۃ عمایصفون**

ذات کے نیچے اعتبارات کا مرتبہ ہے، اعتبارات کے نیچے شیونات کا مرتبہ ہے شیونات کے نیچے صفات کا مرتبہ ہے صفات کے نیچے اسماء کا مرتبہ ہے اسماء کے نیچے

افعال کا مرتبہ ہے افعال کے نیچے ظلال کا مرتبہ ہے اور یہ کائنات اسماء وصفات وافعال کے ظلال کا نام ہے کائنات ذات کا ظل نہیں بلکہ ذات تو ظلال سے پاک ہے عینیت کا قول اور اس قسم کے دیگر اقوال وحدۃ الوجود کے علوم ومعارف کے قبیل سے ہیں جو دائرہ ظلیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ دائرہ ظلیت سے اوپر دائرہ وجوب ہے دائرہ وجوب سے اوپر دائرہ عبدیت ہے جہاں سالک پر یہ حقیقت بالکل کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اللہ، اللہ ہے اور بندہ، بندہ ہے۔ (والحمدللّٰہ علیٰ ذالک)

بعدازاں اصل خالص است یا ممتزج بظل طائفه افراد

اس کے بعد اصل خالص[۱۶] ہے یا (اصل) ظل کے ساتھ ملا ہوا ہے افراد کا

بوصول ایں دولت ممتاز اند۔ بعضے از اقطاب را بواسطهء

ایک گروہ اس دولت کے وصول کے ساتھ ممتاز ہے بعض اقطاب کو افراد

مصاحبت افراد تامقام ممتزج عروجے واقع می شود۔ ناظر اصل

کی مصاحبت کے واسطہ سے مقام ممتزج تک عروج حاصل ہوجاتا ہے جہاں وہ

ممتزج بظل می گردند. امّا وصول باصل خالص یانظر بآں علی

اصل ظل آمیز کامشاہدہ کرتے ہیں لیکن اصل خالص یا بتفاوت

تفاوت درجاتهم خاصۂ افرادست ذالک فضل اللّٰه یؤتیه من

درجات اس کا مشاہدہ کرنا افراد کا خاصہ ہے یہ اللہ کا فضل ہے عطا فرماتا ہے اسے

یشاء **واللّٰه ذوالفضل العظیم** ۔ وایں درویش راخلعت قطبیت ارشاد

وہ جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے اور اس درویش کو اس

---

[۱۶] **دائرہ اصل**

صوفیاء کرام کے نزدیک دائرۂ اصل سے مراد ذات کے اسماء وصفات اور شیونات واعتبارات کے مراتب ہیں۔ اس دائرے کا تعلق عالم وجوب سے ہے یہ مرتبہ کسی لفظ، عبارت، اشارے یا کنائے کے ذریعے بیان نہیں کیا جاسکتا اس مرتبے میں سالک کو سیر علمی واقع ہوتی ہے۔ اس سیر کا نام سیر فی اللہ ہے۔

بعلم از وصول بآں مقام کہ مقام اقطاب است، ازاں

مقام تک رسائی کے بعد جو اقطاب کا مقام ہے سردار دین ودنیا علیہ الصلوات

سرور دین ودنیا علیہ الصلوات والتسلیمات المبارکات والتحیات

والتسلیمات المبارکات والتحیات النامیات کی طرف سے قطبیت ارشاد

النامیات عنایت شد۔ وبایں منصب سرفراز ساختند۔

کی خلعت عطا ہوئی اور اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا اس کے بعد

بعدازاں باز عنایتِ خداوندی جلّ شانہ وعمّ احسانہ شامل حال

پھر عنایت خداوندی جل شانہ وعم احسانہ اس کے شامل حال ہوئی۔ اور

او گشت - وازآں جا متوجہ فوق ساخت - یک دفعہ

اس مقام سے فوق کی طرف متوجہ فرمایا گیا حتی کہ اصل ممتزج تک پہنچایا اور

تا باصل ممتزج برد، وفنائے وبقائے درآنجا میسر شد

اس مقام میں بھی گزشتہ مقامات کی طرح فنا ۱؎ اور بقا ۱؎ میسر ہوئی۔

۱؎ فنا

طریقت کی اصطلاح میں سالک کو ماسوی اللہ کا نسیان فنا کہلاتا ہے۔ یعنی ذات حق تعالیٰ کی ہستی مطلق کا سالک کے ظاہر وباطن پر ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس کا اپنا وجود اضافی معتبر نہ رہے اور صرف وجود حقیقی متحضر رہ جائے۔ اس طرح کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے تابع ہو جائے اور اس کے اعضاء وجوارح سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہو۔

چنانکه درمقامات سابقه وازاں جابمقامات اصل ترقی ارزانی

اور وہاں سے اصل مقامات کی طرف ترقی عطا فرما کر اصل الاصل تک پہنچا

فرموده باصل الاصل رسانید۔ دریں عروج اخیر،

دیا گیا اس آخری عروج میں

۱۸۔ بقا

مرتبہ فنا میں جن اشیاء (آفاق وانفس) کا نسیان ہوگیا تھا سالک کو پھر دوسروں کی تکمیل وہدایت کے لئے انہی اشیاء کی طرف واپس لوٹا دینا ''بقا'' کہلاتا ہے یعنی کامل فنا کے بعد سالک کو جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کو بقا کہتے ہیں اور فناء الفناء کے بعد حاصل ہونے والی کیفیت کو بقاء القبا کہتے ہیں۔ آیت کریمہ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (طٰہٰ ۷۳) میں معنی بقا کی طرف اشارہ ہے۔

بینه: یادرہے کہ مرتبہ بقا میں اشیاء کے ساتھ سالک کا علمی تعلق فنا سے قبل کے تعلق سے کمیت، کیفیت اور غایت کے اعتبار سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں مخلوق کی طرف سالک کی توجہ قطعاً غیر اختیاری ہوتی ہے اور اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا غالب ہوتی ہے نہ کہ سالک کی ذاتی رغبت کیونکہ سالک تو اس مرتبے میں مقام اطمینان پر فائز المرام اور اِرْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر ۲۸) سے شادکام ہوتا ہے۔ والله الموفق (البینات شرح مکتوبات مکتوب ۲ جلد اول)

که عروج درمقامات اصل است، مدداز روحانیت

جو مقامات اصل کا عروج ہے حضرت غوث اعظم محی الدین

حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر بود قدس

شیخ عبدالقادر [19] قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی روحانیت کی

اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس، وبقوت تصرف ازان مقامات گذرانیده

مدد نصیب ہوئی اور ان کی قوت تصرف نے ان مقامات سے گذارکر

باصل الاصل واصل گردانیدند۔ وازآں جابعالم باز

اصل الاصل تک واصل فرمادیا اور وہاں سے اس جہان کی طرف

گردانید ند۔ چنانکه از ہر مقامے بازمی گردانیدند

واپس لوٹا دیا جیسا کہ پہلے بھی ہر مقام سے واپس لوٹاتے رہے تھے۔

---

[19] غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا مختصر تعارف

آپ کی ولادت باسعادت ملک عجم گیلان (طبرستان) میں ہوئی اہل عرب جسے جیلان کہہ دیتے ہیں آپ کریم الابوین اور نجیب الطرفین سادات عظام میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، لقب محی الدین اور غوث الاعظم ہے۔

آپ نے علوم متداولہ اپنے دور کے جید علماء وفضلا سے حاصل کئے آپ نے کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس اس قدر اخلاص وللّٰہیت کے جذبہ سے سرشار ہوکر فرمائی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو مسند قطبیت پر فائز فرمادیا چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْباً   وَ نِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَی الْمَوَالِی

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ تحصیل علوم کے بعد ایک روز معلوم ہوا کہ قطب زماں امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ (جو سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین میں سے ہیں) بغداد میں جلوہ افروز ہیں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا نہایت شفقت سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھا کر میرے حالات سن کر میری تمام مشکلات کو حل فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا: ''اے عبدالقادر لوگوں کو وعظ سنایا کرو''

میں نے عرض کیا کہ میں عجمی ہوں فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں یہ سن کر فرمایا

''تمہیں اب فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب، لغت اور تفسیر قرآن سب یاد ہے تم میں وعظ کہنے کی صلاحیت ہے برسر منبر آؤ اور وعظ کہو کیونکہ میں تجھ میں وہ جڑ دیکھ رہا ہوں جو عنقریب تناور درخت بن جائے گی۔

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَاءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ (ابراہیم)

جب آپ نے اس عالم ہست و بود میں آنکھ کھولی تو دنیائے اسلام سیاسی زوال، مذہبی انتشار، روحانی اِدبار، فکری افتراق اور معاشی اضطراب کا شکار تھی۔ طاغوتی طاقتیں اپنی شکستوں اور ذلتوں کا انتقام لینے کیلئے صلاح مشورے کر رہی تھیں ارکان سلطنت عیش کوش اور مصلحت اندیش ہو چکے تھے، علماء مباحثوں اور مناظروں میں ایک دوسرے کو زچ کرنے کے درپے تھے، فقراء جاہ طلب اور ریاکار بن چکے تھے الغرض بدکاری، بے حیائی، شراب نوشی، وجاہت پرستی جیسی اخلاقی بیماریوں کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ ملت اسلامیہ کی نظریاتی بنیادیں اور جغرافیائی سرحدیں کھوکھلی ہو چکی تھی بالآخر حق تعالیٰ نے غوث الاغیاث حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کو بھیجا آپ نے تجدید دین، ترویج شریعت اور تائید ملت کا فریضہ اس قدر تندہی اور

اخلاص سے سرانجام دیا کہ ہر سو دینی مدارس، روحانی مجالس اور علمی محافل کا اہتمام ہونے لگا خانقاہی نظام کو ازسر نو ترتیب دیا خاندانی وجاہت، علمی قابلیت، باطنی تصرفات اور روحانی توجہات کے ذریعے مسلمانان عالم کی قسمت کو بدل کے رکھ دیا شریعت مطہرہ کو خوب فروغ ملا دین اسلام کو عظمت اور روحانی اقدار کو برکت نصیب ہوئی اسلام کا احیاء ہوا سنت کا اجراء ہوا بدعت کا قلع قمع ہوا، امت کو شوکت ملی، ملت کو سطوت ملی انہی خدمات کی بنا پر آپ محی الدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**

حضرت امام ربانی قدس سرہ' مکتوبات شریفہ میں رقمطراز ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے دو راستے ہیں۔ ا...... قرب نبوت ۲...... قرب ولایت

قرب ولایت کے پیشوائے واصلین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد یہ منصب عظیم ائمہ اثنا عشرہ کو بالترتیب نصیب ہوا یہاں تک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ' تک نوبت پہنچی تو یہ منصب آپ کے سپرد کر دیا گیا اس رستے میں جس کسی کو فیوض و برکات ملتے ہیں خواہ وہ اقطاب و نجباء ہوں آپ ہی کے توسط شریف سے مفہوم ہوتا ہے اسی لئے آپ نے فرمایا ہے۔

اَفَلَتْ شُمُوسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا اَبَداً عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

آپ کا وصال مبارک ربیع الاخر ۵۶۱ھ کو ہوا مزار مبارک بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔

آپ کے لوح مزار پر امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ' العزیز کا یہ قطعہ رقم ہے۔

بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است سرور اولاد آدم شاہ عبدالقادر است
آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم نور قلب از نور اعظم شاہ عبدالقادر است

وایں درویش را مایۂ نسبت فردیت، کہ عروج اخیر

اس درویش کو نسبت فردیت کی دولت جس کے ساتھ آخری عروج

مخصوص بآں ست، از پدر بزرگوار خود حاصل شدہ بود

مخصوص ہے۔ اپنے والد بزرگوار[۲۰] سے حاصل ہوئی۔

۲۰ حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہ کا مختصر تعارف

آپ حضرت شیخ زین العابدین کے صاحبزادے تھے دوران طالب علمی جذبۂ الٰہی اور عشق خداوندی کے غلبہ کی بنا پر قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا حضرت شیخ گنگوہی کے وصال کے بعد جب علوم متداولہ سے فارغ ہوئے تو حضرت شیخ کے صاحبزادے حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہٗ کے فیوض وبرکات سے بہرہ یاب ہوئے اور طریقہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ صابریہ کی خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری اور حضرت شاہ کمال کیتھلی سے بھی ملاقات ومجالست رہی ظاہری وباطنی علوم ومعارف میں متبحر ہونے کی وجہ سے علماء وصوفیا کے مرجع تھے اور ہزاروں لوگوں نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

علم شریعت وطریقت میں آپ کی تصانیف اسرارِ تشہد اور کنوز الحقائق مشہور ہیں۔ جن کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ رموز ودقائق اور اسرار وحقائق آپ نے تحریر فرمائے ہیں سب القائی اور الہامی ہیں۔ **ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء**

وحدت الوجود کے مشرب اور مقام سے سخت مغلوبُ الحال ہونے کے باوجود کتاب وسنت سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کرتے تھے اور سننِ عادیہ میں سے بھی کوئی

سنت ترک نہ کرتے۔

قصبہ سکندرہ کی نہایت صالحہ اور پاکباز خاتون سے نکاح فرمایا جن کے بطن اقدس سے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ متولد ہوئے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب والد بزرگوار کا آخری وقت ہوا تو اچانک آپ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بات وہی ہے جو شیخ بزرگوار (حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی) نے فرمائی تھی میں نے دریافت کیا وہ کونسی بات ہے؟ کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا:

''وہ بات یہ ہے کہ شیخ نے فرمایا درحقیقت حق سبحانہ وتعالیٰ ہستی مطلق ہے لیکن لباس کونیہ کی خاک مجوبوں کی آنکھ میں ڈال کر انہیں دور ومہجور رکھتا ہے اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور مجھ کو کسی امر کی رہنمائی اور کچھ وصیت فرمائیے کہ جس پر میں عمل کرتا رہوں فرمایا ''بس تمہیں بھی اسی بات کی وصیت کرتا ہوں''۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار نے بار بار ارشاد فرمایا کہ محبت اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کو حفاظتِ ایمان اور حسنِ خاتمہ میں بہت بڑا دخل ہے میں نے نزع کے وقت استفسار کیا تو فرمایا ''الحمدللہ کہ محبت اہل بیت میں سرشار ہوں اور نعمت الٰہی کے اس دریا میں مستغرق ہوں''۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ   کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ

آپ نے ۸۰ سال کی عمر میں ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ کو وصال فرمایا آپ کا مزار مطلع انوار سرہند شریف میں ہے۔

www.emaktabah.org

و پدر بزرگوار او را از عزیزے کہ جذبہ قوی داشتند،

اور اس کے والد بزرگوار کو یہ نسبت فردیت ایک عزیز[۲۱] سے حاصل

وبخوارق مشہور بودند، بدست آمدہ لیکن آں درویش

ہوئی جو جذبہ قوی رکھتے تھے اور خوارق عادات میں مشہور تھے۔

بواسطۂ ضعف بصیرت خویش وقلت ظہور آں نسبت

لیکن وہ درویش اپنی ضعف بصیرت اور اس نسبت کے قلت ظہور

آں نسبت راپیش از قطع منازل سلوک در خودنمی یافت

کی وجہ سے منازل سلوک طے کرنے سے قبل اس نسبت کو اپنے اندر نہیں پاتا

واصلاً آں رامعلوم خودنداشت۔

تھا اور اس کے اپنے اندر ہونے کا ہرگز علم نہیں رکھتا تھا۔

۲۱ امام العارفین حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہٗ

آپ ۸۹۵ھ حضرت حاجی سید عمر کے ہاں بغداد میں متولد ہوئے آپ کا شجرۂ نسب غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز سے ملتا ہے حضرت شیخ فضیل قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مادرزاد ولی ہونے کی بشارت دی بعد میں انہی کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔ علوم دینیہ کا اکتساب اپنے دور کے جید علماء وفضلاء سے کیا۔ جنگلوں، بیابانوں اور سنگلاخ چٹانوں میں مدتوں عبادت وریاضت میں مصروف رہے صحرانوردی اور دشت پیمائی میں بے شمار کرامات اور کمالات کا ظہور ہوا حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے والد گرامی حضرت مخدوم عبدالاحد چشتی قدس سرہٗ سے گہرے تعلقات تھے کئی کئی روز ان کے ہاں جلوہ افروز رہتے ایک مرتبہ حضرت امام ربانی

قدس سرہٗ زمانہ رضاعت میں علیل ہو گئے آپ کے والد گرامی نے آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے پاس دعا ودم کرانے کیلئے پیش کیا۔ تو حضرت شاہ کمال قادری نے دعاؤں سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ تو عالم باعمل اور عارف کامل ہے اہل اللہ کی کثیر تعداد ان سے فیضیاب ہوگی اور تا قیام قیامت ان کے رشد وہدایت کا نور روشن رہے گا یہ بدعت وضلالت کو دور کرے گا اور سنت مطہرہ کا احیاء کرے گا بعد ازاں حضرت شاہ کمال نے فرط محبت سے اپنی زبان مبارک آپ کے دہن مبارک میں دے دی تو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے شاہ صاحب کی زبان مبارک کو خوب چوسا اور اپنے منہ میں دبائے رکھا آخر حضرت شاہ کمال فرمانے لگے کہ بابا بس کرو اتنا ہی کافی ہے کچھ ہماری اولاد کے لئے بھی چھوڑ دو تم نے تو ہماری نسبت ساری ہی کھینچ لی۔ (روضۃ القیومیہ جلد اول)

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”جب ہمیں خاندان قادریہ کا کشف ہوتا ہے تو حضرت غوث الثقلین کے بعد حضرت شاہ کمال قادری جیسا بزرگ نظر نہیں آتا“۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی، مخدوم شیخ عبدالاحد سرہندی، حضرت ملا طاہر بندگی لاہوری اور متعدد علماء ومشائخ نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”سالک مثل میت ہے اور یہ غسال کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ ٹھنڈے پانی سے غسل دے یا گرم سے، میت کو کوئی حق نہیں کہ وہ غسال کے سامنے لب کشائی کرے۔

آپ نے ۹۸۱ھ ضلع کرنال (مشرقی پنجاب بھارت) کی تحصیل کیتھل شریف میں وفات پائی۔ دوران غسل غسال سے ارشاد فرمایا کہ ”ہمارے مرنے کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی ہے۔

غسال نے جواباً عرض کیا کہ جی ایسا ہی ہے“ یہ سن کر آپ نے فرمایا ”اچھا ہم جاتے ہیں“ آپ کا مزار پرانوار کیتھل شریف میں مرجع خاص وعام ہے۔

ونیز ایں درویش رادر توفیق عبادات نافلہ خصوصاً

اور اس درویش کو عبادات نافلہ خصوصاً نماز نافلہ

ادائے صلوۃ نافلہ مددے از پدر وے ست۔ وپدر

ادا کرنے کی توفیق بھی اپنے والد کی ہی مدد سے حاصل ہوئی تھی اور

بزرگوار او را ایں سعادت از شیخ خود کہ درسلسلۂ

اس کے والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ سے حاصل ہوئی تھی

چشتیہ بودہ اند حاصل شدہ بود۔ وایضا ایں درویش

جوکہ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور نیز اس درویش

راعلوم لدنی از روحانیت حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ

کو علوم لدنی[۲۲] حضرت خضر[۲۳] علی نبینا و علیہ الصلوۃ

الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ حاصل شدہ بود،

والسلام والتحیہ سے حاصل ہوئے۔

۲۲ علم لدنی

یہ علم اہل قرب کو تعلیم الٰہی سے معلوم اور تفہیم ربانی سے مفہوم ہوتا ہے جو دلائل عقلیہ اور شواہد نقلیہ کا محتاج نہیں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْماً (الکہف) اور اسے اپنا علمی لدنی عطا فرمایا۔ وقوف عددی اس علم کا پہلا مرتبہ ہے

۲۳ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی بلیا بن ملکان ہے اور آپ خضر کے لقب سے مشہور ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جہاں جلوہ افروز ہوتے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی علماء محققین کے نزدیک آپ نبی ہیں اور بنی اسرائیل میں سے ہیں بعض نے آپ کے ولی ہونے کا بھی قول کیا ہے خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی جناب سے رحمت سے نوازا اور علم لدنی عطا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اٰتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً (الکھف) سے واضح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر مفسر قرآن حضرت امام ابو جعفر بن جریر اپنی تفسیر جامع البیان میں تحریر فرماتے ہیں ''وَكَانَ رَجُلاً يَعْلَمُ عِلْمَ الْغَيْبِ یعنی حضرت خضر علیہ السلام ایسے شخص تھے جو علم غیب جانتے تھے۔ (جامع البیان)

اولیائے عظام کو علوم لدنی آپ کی روحانیت سے ہی نصیب ہوتے ہیں آپ کی حیات اور وفات کے متعلق علما کے دو گروہ ہیں بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فریقین کے دلائل نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اس اشکال کا حل حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے کلام کے بغیر ناممکن ہے جب حضرت امام ربانی قدس سرہ سے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے متعلق پوچھا گیا کہ آیا وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں تو آپ بارگاہ الٰہی میں حقیقت حال کے انکشاف کے لئے متوجہ ہوئے چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ رقمطراز ہیں۔

اتفاقاً آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوات والتسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف فرما ہیں اور روحانی ملاقات میں حضرت خضر نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں اور حضرت حق سبحانہ

وتعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ ہم عالم اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام انجام دیں جو عالم اجسام سے وقوع میں آتے ہیں یعنی حرکات وسکنات جسمانی اور طاعات وعبادات بدنی ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔ اسی اثنا میں (ان سے) دریافت کیا گیا کہ کیا آپ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں (انہوں نے) جواباً ارشاد فرمایا کہ ہم احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن چونکہ قطب مدار کے اہم کاموں کو ہمارے ساتھ مربوط کیا گیا ہے اور قطب مدار امام شافعی کے مذہب پر ہے اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے شافعی مذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۸۲)

لیکن تازمانے کہ ازمقام اقطاب نہ گذشتہ بود۔ اما بعد

لیکن یہ اس وقت تک حاصل ہوتے رہے جب تک مقام اقطاب سے نہ گذرا تھا

ازعبور ازآں مقام وحصول ترقیات درمقامات عالیہ اخذ

لیکن اس مقام سے عبور اور مقامات عالیہ میں ترقیات کے حصول کے بعد

علوم از حقیقت خودست۔ ودر خود، بخود، از خود،

اپنی حقیقت سے علوم اخذ کرنے لگا یعنی علوم اپنی ذات میں خود بخود اپنی

می یابد، غیرے رامجال نماندہ است تادرمیان درآید

ذات ہی سے پانے لگا[۲۴] کسی غیر کی مجال نہ تھی کہ وہ درمیان میں آتا۔

۲۴ علم لدنی کا حصول

دوران سلوک جب سالک کو مقام اقطاب سے عبور وعروج نصیب ہوتا ہے تو علوم لدنی کے حصول میں کسی کا محتاج نہیں رہتا بلکہ انشراح صدر کی بدولت اس کے سینے میں علوم ومعارف کے چشمے ابلتے اور حقائق ودقائق کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ بقول اقبال مرحوم

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پہ اسرار شہنشاہی

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اس کے متعلق رقمطراز ہیں کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ "علوم لدنی کی فیض رسانی میں حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت درمیان میں واسطہ ہے"۔ ظاہری طور پر یہ بات ابتداء اور توسط کے حال کے مناسب معلوم ہوتی ہے لیکن منتہی

کا معاملہ جدا ہے جیسا کہ کشف صریح سے مشاہدہ ہوتا ہے اور اس خصوصیت کی تائید اس کلام سے بھی ہوتی ہے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، سے منقول ہے کہ ایک روز آپ برسر منبر علوم و معارف بیان فرمارہے تھے اسی اثناء میں حضرت خضر کا وہاں سے گذر ہوا تو شیخ نے فرمایا "اے اسرائیلی بیا کلام محمدی بشنو" اے اسرائیلی ادھر آ اور کلام محمدی سن۔ شیخ کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر محمدیوں میں سے نہیں ہیں بلکہ پہلی امتوں میں سے ہیں اور جب ایسا ہو تو محمدیوں کو ان سے کیا واسطہ۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۵۵)

وایضاً آن درویش رادر وقت نزول، که عبارت از سیر

نیز اس درویش کو بوقت نزول[۲۵] جو سیر عن اللہ باللہ سے عبارت

عن اللّٰہ باللّٰہ است، بمقامات مشائخ سلاسل دیگر ہم

ہے دیگر سلاسل کے مشائخ کے مقامات پر بھی عبور حاصل ہوا۔ اور

عبورے واقع شد۔ وازہر مقام نصیبے وافر فرا گرفت،

ہر مقام سے کافی حصہ لیا اور ان مقامات کے مشائخ اس کے کام

ومشائخ آں مقام ممد ومعاون کاراو شدند

میں معاون اور مددگار رہے۔

[۲۵] **نزول**

خالق سے خلق کی طرف توجہ کرنے کو نزول کہتے ہیں اس کو سیر عنِ اللہ باللہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے سالک کا عروج کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تکمیل وارشاد کے لئے مخلوق کی طرف متوجہ ہونا نزول کہلاتا ہے۔ اس مرتبے میں سالک کو مخلوق کے ساتھ گرفتاری نہیں ہوتی بلکہ اس کو واپس مقام قلب پر لا کر حکم دیا جاتا ہے کہ جس رستے سے تم خود آئے ہو واپس جا کر اسی رستے سے دوسرے بندوں کو بھی میری طرف لاؤ۔ یہ مقام دعوت وارشاد ہے۔ اس قسم کے سالکین کو راجعین کہا جاتا ہے۔

واز خلاصه هائے نسبت خویش نصیبے ارزانی داشتند ۔

اور اپنی نسبتوں کے ماحصل کا ایک حصہ عطا فرمایا سب سے پہلے

اول بمقام اکابر چشتیه قدس اللّٰه تعالیٰ اسرارهم عبورے

اکابر چشتیہ[۲۶] قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مقام سے عبور حاصل

واقع شد ۔ وازاں مقام حظے وافر نصیب او گشت ۔

ہوا اور اس کو اس مقام سے حظ وافر نصیب ہوا ۔

۲۶ اکابر چشتیہ

برصغیر پاک وہند میں اکابر چشتیہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں ۔

- امام السالکین حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ
- قدوۃ الواصلین حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ
- زبدۃ العارفین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ
- زہد الانبیاء حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
- سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ
- شیخ المشائخ حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ
- قطب عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
- امام الطرق حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

وازاں مشائخ عظام روحانیت حضرت خواجه قطب

اور ان مشائخ عظام میں سے حضرت خواجہ قطب الدین [۲۷] رحمۃ اللہ علیہ کی

الدین بیش از دیگراں امداد فرمود۔ والحق ایشاں دراں

روحانیت نے دوسروں سے زیادہ امداد فرمائی اور حق یہ ہے کہ وہ اس مقام

مقام شان عظیم دارند، ورئیس آں مقام اند

میں عظیم شان رکھتے ہیں بلکہ اس مقام کے رئیس ہیں۔

[۲۷] زبدۃ العارفین حضرت **خواجہ قطب الدین بختیار کاکی** قدس سرہٗ العزیز کا مختصر تعارف

آپ شب دوشنبہ ۵۲۷ھ قصبہ اوش فرغانہ میں متولد ہوئے اوش ماورالنہر کے قرب وجوار میں واقع ہے تحصیل تعلیم کے بعد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بغداد شریف میں بیعت ہوئے، بیعت سے قبل آپ کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے۔

جان فدائے تو کہ ہم جانی وہم جانانی　　ہر کہ شد خاک درت رست زسرگردانی
آفاق ہاگردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام　　بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہٗ نے خلافت و اجازت سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا صوفیائے کرام کی چار علامات ہیں۔

۱...... فقیری ومحتاجی کے وقت اپنے آپ کو امیر دکھلانا
۲...... بھوک کے وقت آسودہ حال دکھلانا
۳...... غم کے وقت خوشی کا اظہار کرنا

۴...... دشمنوں سے دوستی کرنا بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کہ میسر شود ایں مقام کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق دہلی کو اپنا مستقر بنایا جو اس وقت اسلامی دارالحکومت ہونے کے ساتھ ساتھ علماء، وفضلاء، ادباء، شعراء اور صوفیائے کرام کا مرکز تھا عامۃ المسلمین کے علاوہ امرائے سلطنت بھی آپ کے دلدادہ تھے ایک روز سلطان شمس الدین التمش آپ کے پاؤں پکڑ کر عرض گزار ہوا کہ کل قیامت کے روز جب حساب وکتاب ہو مجھے اپنی رفاقت کا شرف بخشا جائے بادشاہ کے اصرار پر آپ نے اس سے محشر میں شرف معیت کا وعدہ فرمالیا۔

معاشی ابتری کی بنا پر اکثر پڑوسی بقال سے قرض حسنہ لیا کرتے تھے لیکن ایک روز بقال کی اہلیہ نے آپ کی زوجہ محترمہ کو طعنہ دیا جس پر آپ نے قرض لینے کی ممانعت فرمادی اور ارشاد فرمایا آپ کو میرے مصلے کے نیچے سے حسب منشا ''کاک'' (روٹیاں) مل جایا کریں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا بدیں وجہ آپ ''کاکی'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ایک مرتبہ محفل سماع میں قوال نے حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر است

شعر سنتے ہی آپ پر وجد طاری ہوگیا جب قوال پہلا مصرع پڑھتے تو آپ جاں بحق ہوجاتے اور جب دوسرا مصرع پڑھتے تو آپ وجد کرنے لگ جاتے بالآخر پہلے مصرع پر ہی آپ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ بعمر پچاس سال واصل بحق ہوگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

سلطان التمش کو نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا آپ کا مزار پرانوار پرانی دہلی میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

بعدازاں بمقام اکابر کبرویہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم گذرے واقع

اس کے بعد اکابر کبرویہ[۲۸] قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مقام پر گذر ہوا

شد۔ ایں ہر دومقام باعتبار عروج برابراند۔ لیکن ایں مقام، در

یہ دونوں مقام عروج کے اعتبار سے برابر ہیں لیکن یہ مقام فوق سے

وقت نزول از فوق درجانب یمین آں شاہراہ است، ومقام

نزول کے وقت اس شاہراہ کے دائیں جانب پڑتا ہے اور پہلا مقام (چشتیہ)

اول بجانب یسار آں صراط مستقیم۔ وایں شاہراہ راہے

اس شاہراہ کے بائیں جانب پڑتا ہے یہ شاہراہ وہی رستہ ہے جس سے بعض

ست کہ بعضے از اکابر اقطاب ارشاد ازاں راہ بمقام فردیت

بڑے بڑے اقطاب ارشاد ہو کر مقام فردیت میں جاتے ہیں اور وہاں

می روند، وبنہایت النہایۃ می رسند۔

سے نہایت النہایت میں پہنچتے ہیں۔

---

[۲۸] **اکابر کبرویہ**

سلطان الطریقہ برہان الحقیقہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ طریقہ کبرویہ کے سرخیل ہیں جن سے یہ طریقہ مشہور ہوا چنانچہ حضرت شیخ مجدالدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالمکارم رکن الدین حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، محدث کبیر حضرت مولانا شیخ محمد یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، امام الطرائق حضرت امام ربانی مجدد الف رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ کبریہ کے اکابرین میں سے ہیں

افراد تنہارا راه دیگراست ۔ بے قطبیت ازیں راه نمی توان

صرف افراد کی راہ اور ہے بغیر قطبیت کے اس راہ میں نہیں گذر سکتے۔

گذشت۔ ایں مقام درمیان مقام صفات وایں شاہراہ واقع

یہ مقام مقام صفات اور اس شاہراہ کے درمیان واقع ہے گویا یہ

شده است کانہٗ برزخ است میان ایں دومقام، ازہر

دونوں مقامات کے درمیان برزخ ہے دونوں سے اسے حصہ ملتا

دوجہت بہره وراست ۔ ومقام اول درجانب دیگرازاں

ہے اورمقام اول اس شاہراہ کی دوسری جانب واقع ہے جو صفات

شاہراه واقع شده است که بصفات مناسبت کم دارد۔

سے کم مناسبت رکھتا ہے اس کے بعد

بعدازاں بمقام اکابر سہروردیه

اکابر سہروردیہ ۲۹؎ کے مقام سے گذرہوا۔

۲۹؎ اکابر سہروردیہ

عالم اسلام میں شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت طریقہ سہروردیہ کو شیوع وفروغ ملا چنانچہ غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، قطب عالم ابوالفتح حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ، زبدۃ العارفین حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، امام الطرائق حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مشاہیر سہروردیہ میں سے ہیں۔

کہ شیخ شہاب الدین رئیس ایں طریق اند، قدس اللہ
کہ اس طریقہ کے رئیس حضرت شیخ شہاب الدین[۳۰] قدس اللہ
تعالیٰ اسرارھم عبور واقع شد۔ آں مقام متجلی بنور اتباع
تعالیٰ اسرارہم ہیں یہ مقام اتباع سنت علیٰ مصدرھا
سنت است علیٰ مصدرھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ومتزین
الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے نور سے آراستہ اور مشاہدہ
ست بنورانیت مشاہدۂ فوق الفوق۔ وتوفیق عبادات
فوق الفوق کی نورانیت سے مزین ہے اور توفیق عبادات
رفیق آں مقام ست
اس مقام کی رفیق ہے۔

۳۰۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی عمر بن محمد البکری سہروردی ہے کنیت ابوحفص اور لقب شہاب الدین ہے آپ کی ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی آپ خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں آپ اپنے عم محترم حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی قدس سرہٗ کے مرید ہیں غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے علاوہ بہت سے مشائخ سے صحبت وملاقات رہی۔

حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ نے آپ سے فرمایا: اَنْتَ آخِرُ الْمَشْهُوْرِیْنَ

بِالْعَرَاقِ (تم عراق کے آخری مشہور بزرگوں میں سے ہو گے)

عوارف المعارف تصوف میں آپ کی مشہور زمانہ تصنیف ہے جو آپ نے مکہ معظمہ میں مرتب فرمائی۔

آپ اپنے وقت میں بغداد کے شیخ الشیوخ تھے اہل طریقت دور ونزدیک بلاد سے آپ سے مسائل دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوتے تھے۔ ایک شخص نے آپ کو لکھا کہ اے محترم من! اگر میں ترک عمل کرتا ہوں تو میرے اندر بطالتؒ وسفاہت پیدا ہوتی ہے اور اگر عمل کرتا ہوں تو میرے اندر غرور پیدا ہوتا ہے بتایئے میں کیا کروں آپ نے اس کو جواب میں تحریر فرمایا کہ عمل کرو اور تکبر وغرور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو آپ شریعت مطہرہ کے زیور سے آراستہ اور اتباع سنت کے نور سے مزین ومنور تھے حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بنا پر آپ کو مطلع الانوار اور منبع الاسرار جیسے القابات سے یاد کیا ہے۔

آپ کے مرید خاص دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ایک نصیحت کو یوں منظوم فرمایا ہے

مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش
دوم آنکہ بر غیر بد بین مباش

آپ کی وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی۔

بعضے ازسالکان نارسیدہ کہ بعبادات نافلہ مشغول اند، وبآں
بعض سالکین [۱۳۱] جو ابھی اس مقام تک نہیں پہنچے اور عبادات نافلہ میں مشغول
آرام دارند، نصیبے ازاں مقام بواسطۂ مناسبت بآں مقام یافتہ
ہیں اوراس پر مطمئن ہیں انہیں بھی اس مقام کی مناسبت کی وجہ سے اس مقام
اند۔ بالاصالت عبادات نافلہ مناسب آں مقام است۔
سے کچھ حصہ نصیب ہوتا ہے عبادات نافلہ اصالتاً اسی مقام کے مناسب ہیں
دیگراں را از مبتدیاں ومنتہیاں بواسطۂ، مناسبت بآں مقام
دوسرے سالکین خواہ وہ مبتدی ہوں یا منتہی اس مقام کی مناسبت کے واسطہ
است۔ وآں مقام بس شگرف ست۔ آں نورانیت کہ دریں
سے بہرور ہیں اور یہ مقام نہایت ہی عجیب وغریب ہے جو نورانیت اس مقام میں
مقام مشہود می شود درمقامات دیگر کم است۔
مشہود ہوئی ہے دوسرے مقامات میں بہت کم دکھائی دیتی ہے

---

[۱۳۱] حضرت امام ربانی کا مشاہدہ

دوران سلوک حضرت امام ربانی قدس سرہ عروجی منازل اور نزولی مدارج میں پیش آنے والے مشاہدات ومکاشفات کا کس قدر حدت بصر سے ادراک وملاحظہ فرمارہے ہیں کہ کون کون مشائخ کس مقام پر براجمان اور کس سمت جلوہ افروز ہیں اور کون سے اذکار وعبادات کے ذریعے وہاں تک رسائی نصیب ہوتی ہے اور اوراد ت کے انوار کیسے ہیں۔ (الحمد لله علی

ومشائخ ایں مقام بواسطۂ کمال اتباع عظیم الشان

اور اس مقام کے مشائخ کمال اتباع کے واسطہ سے عظیم الشان

ورفیع القدر اند ، درابنائے جنس خود امتیاز تمام دارند ۔

اوررفیع القدر ہیں۔ اپنے ہم جنسوں میں خاص ممتاز ہیں جو

آنچہ ایشان را دریں مقام میسر شدہ است درمقامات

کچھ ان حضرات کو اس مقام میں نصیب ہواہے وہ دوسرے

دیگر، اگرچہ باعتبار عروج فوق اند، میسرنیست ۔

مقامات میں اگرچہ وہ عروج کے اعتبار سے بلند ہیں میسر نہیں ہوتا ۔

بعدازاں بمقام جذبہ فرودآوردند ۔ وایں مقام جامع مقامات

اس کے بعد مقام جذبہ میں اتار لائے اور اس مقام میں بے شمار

جذبات بے اندازہ است ۔ ازاں جا نیز فرود آوردند ۔

جذبات کے مقامات شامل ہیں اس مقام سے بھی نیچے لائے

نہایت مراتب نزول تامقام قلب است

مراتب نزول کی انتہاء مقام قلب[۳۲] تک ہے۔

---

[۳۲] **مقام قلب**

مقام قلب سے مراد شہود عالم اور مقام فرق بعدالجمع ہے۔

پہلا مفہوم

مقام قلب کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ سالک مبتدی کو ابھی مقلبِ قلب (حق

تعالیٰ) کی طرف عروج حاصل نہ ہوا ہو، اس مقام قلب کو دست چپ کہا جاتا ہے۔

دوسرا مفہوم

مقام قلب کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ سالک منتہی فوق سے نزول کے بعد مقام قلب میں نیچے آجائے یہ مقام چپ وراست کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے اس مقام قلب سے مراد وہ مقام قلب نہیں جس کو دست چپ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(البینات شرح مکتوبات مکتوب ۵۱ جلد اول)

کہ حقیقت جامعہ است۔ وارشاد وتکمیل، بفرود
جو حقیقت جامعہ [۳۴] ہے اور ارشاد و تکمیل اسی مقام پر نزول
آوردن بایں مقام تعلق دارد۔ دریں مقام فرود آوردند۔
کرنے کے متعلق ہے اس مقام میں نیچے لائے پیش
پیش ازاں کہ دریں مقام تمکینے پیدا شود
تر اس کے کہ اس مقام میں تمکین پیدا ہو

۳۴ حقیقت جامعہ

اہل طریقت کے نزدیک حقیقت جامعہ قلب کو کہا جاتا ہے کیونکہ جس طرح انسان جملہ موجودات کا خلاصہ ہے ایسے ہی جو کچھ تمام انسان میں پایا جاتا ہے وہ سب کچھ تنہا قلب میں موجود ہے قلب کی دو قسمیں ہیں۔ قلب نوری اور قلب صنوبری (مضغہء گوشت) چونکہ قلب صنوبری، قلب نوری کا ظرف ہے فلہٰذا عالم قدس کا وہ فیض بواسطہء ظرفیت ومظروفیت کے قلب نوری سے قلب صنوبری کو پہنچتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ بیچون ہے اس لئے اس نے اہل اللہ کے قلوب بھی بیچون بنائے ہیں ورنہ عالم چون میں بیچون کے سمانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے: لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَ لٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبَ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنْ یعنی زمین وآسمان میری وسعت نہیں رکھتے لیکن میری گنجائش میرے بندہٗ مومن کا قلب رکھتا ہے۔ بقول شاعر

دوجہاں کی وسعتیں کہاں تجھ کو پاسکیں — اک میرا ہی دل ہے جہاں تو سما سکے

اسی کو قلب نوری کہا جاتا ہے کیونکہ یہی قلب غبار سے پاک اور اغیار کی گرفتاری

سے کلیۃً آزاد ہوتا ہے اور یہی قلب حق تعالیٰ کا عرش ہے جیسا کہ حدیث میں ہے **قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰه** (مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) یہی قلب ذات احد کا مظہر ہے جو اعتبارات سے مجرد ہے جبکہ عرش صفات کا مظہر ہے نیز صوفیائے کرام کے نزدیک قلب کو عرش پر جزوی فضیلت حاصل ہے کیونکہ قلب کو عالم قدس کے ساتھ عشقی وحبی تعلق حاصل ہے اور عرش عشق ومحبت کی نعمت سے محروم ہے اسی لئے فرمایا گیا

عرش و غزنین ہر دو یک طبق است
بلکہ غزنیں شریف تر طبق است

یعنی عرش وغزنی دونوں مرتبے میں برابر ہیں بلکہ غزنی کا شرف عرش سے زیادہ ہے کیونکہ غزنی کے اولیاء کے قلوب میں جو عشق الٰہی ہے عرش اس عشق سے بے خبر ہے۔ (مزید تفصیلات کے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات مکتوب ۳۴/۱)

قطب

لغت عرب میں قطب چکی کی میخ (کیلی) کو کہتے ہیں جس پر چکی گردش کرتی ہے اگر وہ نہ ہو تو چکی نہیں چل سکتی یونہی قطب کے بغیر نظام عالم بھی نہیں چل سکتا قطب کے سبب ہی دائرہ وجودِ عالم قائم ومحفوظ رہتا ہے اور دنیا میں آثار برکات اور ظہور حسنات اسی کے دم قدم سے وابستہ ہوتے ہیں۔

اقسام اقطاب

اقطاب کی کئی قسمیں ہیں مثلاً قطب الاقطاب، قطب الوحدت، قطب عالم، قطب اکبر، قطب الارشاد، قطب الابدال، قطب المدار، قطب اقلیم بعض حضرات نے بارہ اقطاب کے وجود کا قول کیا ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب

یاد رہے کہ ہر قریہ و بستی میں قطب ہوتا ہے خواہ وہ بستی مسلمانوں کی ہو یا غیر مسلموں کی جیسا کہ شیخ اکبر ابن العربی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَامِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ اَوْ كَافِرَةٍ اِلَّا وَفِيْهَا قُطْبٌ

قطب اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کیلئے مختلف روپوں میں رہتے ہیں اس لئے انہیں پہچاننا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں صرف اہل نظر ہی انہیں پہچانتے ہیں:

قطبِ بلد و قطبِ عالم

کسی قطب کا دائرہ قطبیت صرف شہر تک محدود ہوتا ہے کسی کا دائرہ قطبیت ایک ملک تک ہوتا ہے کسی کا دائرہ صرف زمین تک محدود ہوتا ہے جس کے وجود مسعود کی بدولت کائنات کا نظام چلتا ہے اسے قطب عالم کہا جاتا ہے حضرت نوح علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اس منصب پر بھی فائز تھے حضرت نوح علیہ السلام کی وجہ سے نظام کائنات اس لئے درہم برہم ہو گیا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساڑے نو سو سال تبلیغ کرنے کے باوجود تھوڑے سے لوگ مشرف باسلام ہوئے تو آپ منصب قطبیت سے دستبردار ہو گئے۔

قطب العالمین

یہ تمام جہانوں کا قطب ہوتا ہے چودہ طبق کی کائنات اس کی برکات و فیوضات سے فیضیاب ہوتی رہتی ہے اسے قطب العالمین کہتے ہیں جیسے رب العالمین، رحمۃ اللعالمین ایسے ہی قطب العالمین ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ کے نزدیک غوث ہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک غوثیت کا مرتبہ منصب

قطبیت سے علیحدہ کوئی منصب نہیں ہے۔ اور جو کچھ اس فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار کے علاوہ ہے بلکہ اس (قطب مدار) کا ممد و معاون ہے قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کو دخل ہے اور قطب کو باعتبار اس کے اعوان و انصار کے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار اقطاب حکمی ہیں یہی وجہ ہے کہ صاحب فتوحات مکیہ لکھتے ہیں: مَامِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ اَوْ كَافِرَةٍ اِلَّا وَفِيْهَا قُطْبٌ (مزید تفصیلات کیلئے مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۵۶ ملاحظہ فرمائیں)

یہ امر ذہن نشین رہے کہ کارساز حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اولیائے کرام اور قطب عظام کو، محض عزت افزائی کیلئے یہ مناصب عطا فرمائے جاتے ہیں تاکہ مخلوق کی نظر میں انہیں قابل احترام اور لائق تعظیم سمجھا اور جانا جائے جیسا کہ فرشتوں کے بارے قرآن مجید میں ہے: فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْراً (پھر کام کی تدبیریں کریں) اور بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (فرشتے معزز بندے ہیں)۔

باز عروجے واقع شد۔ ایں زمان اصل را نیز دررنگ ظل

پھر عروج[۳۴] واقع ہوا اس وقت اصل کو بھی ظل کی طرح

واگذاشت۔ ازیں عروج کہ در مقام قلب واقع شد

پیچھے چھوڑ دیا اس عروج سے جو مقام قلب میں ہوا

بتمکین پیوست والسلام

استقرار حاصل ہوا[۳۵] والسلام

۳۴ عروج

عرف صوفیاء میں اِنقطاع عنِ الخلق اور وصول بلا کیف کو عروج کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جہات سے مبرّا ہے۔ گویا خلق سے خالق کی طرف توجہ کا نام عروج ہے۔ اس مرتبے میں سیر کرنے والوں کو مستہلکین کہا جاتا ہے۔

۳۵ ماحصل

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس منہا میں اپنی باطنی سیر اور روحانی طیر کو تفصیلاً بیان فرما رہے ہیں دراصل جب آپ نے خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت کے بعد سلسلہ نقشبندیہ کا سلوک طے کرنا شروع فرمایا تو امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا خضر علیہ السلام اور سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ کے علاوہ دیگر سلاسل طریقت (چشتیہ، قادریہ، کبرویہ اور سہروردیہ) کے مشائخ عظام نے سلوک طے کروانے میں روحانی امداد فرمائی عروجی منازل اور نزولی مدارج کے دوران مختلف کیفیات و

واردات ومکاشفات سے سرفراز ہونے کے بعد بالآخر مقامِ قلب میں نزول فرمایا جو حقیقتِ جامع ہے اور یہ نزول کا آخری مرتبہ ہے جو منصب رشد وہدایت اور وعظ وتلقین سے تعلق رکھتا ہے۔

o...... یاد رہے کہ بزرگان دین کی روحانی اعانت اور باطنی تصرفات کے بغیر راہ سلوک طے نہیں ہوسکتا بقول شاعر

بے عنایات حق و خاصان حق
گرچہ ملک باشد سیاہ ہستش ورق

؎ مانا کہ عشق کی منزل میں ہر گام پہ سو سو خطرے ہیں
مگر یہ سفر آساں بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

روحانی امداد بوسیلہ شیخ

یہ امر ذہن نشین رہے کہ روحانی سیر وطیر کے دوران اپنے سلسلہ کے مشائخ کرام ہی روحانی امداد فرماتے ہیں اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ اپنے مشائخ کے ساتھ اخلاص اور گہری محبت ہونی چاہئے تاکہ نسبت کا رنگ چڑھ سکے اور بوقتِ حاجت اور حالت اضطرار میں خواجگان کی روحانیت امداد واعانت کرے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

بلکہ اگر کسی دوسرے سلسلہ کے مشائخ میں سے کسی سے فیض واعانت محسوس ومفہوم ہو تو اسے اپنے شیخ کا ہی فیض سمجھنا چاہئے کیونکہ شیخ کمالات وفیوض کا جامع ہوتا ہے وہ خاص فیض شیخ سے مرید کی خاص استعداد کے مناسب بزرگوں میں سے ایک بزرگ کے کمال کے موافق کہ جس سے یہ صورتِ افاضہ ظاہر ہوئی ہے مرید کو پہنچا ہے وہ شیخ کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے بواسطہ ابتلا یا غلبہء محبت مرید نے اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے

اور فیض اس کی طرف سے محسوس کیا ہے یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۹۲)

یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا معاملہ دیگر سالکین راہ طریقت سے بالکل جدا ہے دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ نے آپ کی تعمیر شخصیت میں حصہ ڈالنے کی خاطر روحانی امداد فرمائی تا کہ تجدید دین اور احیائے اسلام میں ان کا بھی پورا پورا حصہ ہو۔ (واللہ ورسولہ' اعلم بحقیقۃ الحال)

منہا-۲

قطبِ ارشاد کہ جامع کمالاتِ فردیت نیز باشد، بسیار عزیز
قطب ارشاد[1] جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے بہت قلیل الوجود ہوتا
الوجود است۔ و بعد از قرون بسیار و از منہء بے شمار ایں قسم
ہے اور بہت صدیوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا کوئی گوہر ظاہر ہوتا
گوہرے بظہور می آید، وعالم ظلمانی از نور ظہور او نورانی
ہے اور تاریک جہاں اس کے نور ظہور سے منور ہو جاتا ہے اور ساری
می گردد ونور ارشاد وہدایت او شامل تمام عالم ست۔
دنیا کو اس کے ارشاد و ہدایت کا نور شامل ہوتا ہے

---

[1] **قطب الارشاد**

یاد رہے کہ محض قطب الارشاد ہر دور میں ہوتا ہے لیکن ایسا قطب الارشاد جسے مقام فردیت بھی حاصل ہو صدیوں بعد آتا ہے اس مقام ومنصب کے حضرات اس امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات میں چند ہی ہوئے ہیں جیسا کہ غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی بابت کہا جا سکتا ہے کہ آپ قطب الارشاد اور جامع کمالات فردیت ہیں جیسا کہ منہا نمبر ۱ میں بیان ہوا کہ جب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو مقام فردیت تک رسائی حاصل ہوئی تو نسبتِ فردیت کے حصول میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کا روحانی تصرف شامل حال رہا۔

از محیطِ عرش تا مرکزِ فرش ہر کسے را کہ رشد وہدایت

دائرہ عرش سے لے کر مرکز زمین تک جس کسی کو بھی رشد وہدایت اور ایمان

وایمان ومعرفت حاصل می شود از راہ او می آید، و ازو

ومعرفت حاصل ہوتی ہے اس کے وسیلے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی سے استفادہ

مستفاد می گردد بے توسط او ہیچ کس بایں دولت نمی رسد

کرتا ہے بغیر اس کے واسطے کے کسی شخص کو یہ نعمت نہیں پہنچتی

نیز واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اپنی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ ہمیں یہ قطب الارشاد اور جامع کمالات فردیت کا منصب حاصل ہے جو قرنوں بعد ظاہر ہوتا ہے یوں تو مجدد ہر سو سال کے بعد مبعوث ہوا کرتا ہے مگر مجدد الف ثانی صدیوں کے بعد مبعوث ہوتا ہے جیسے سابقہ امتوں میں نبی تو ہر دور میں آتے رہے مگر اولوالعزم رسول صدیوں کے بعد ہی جلوہ فرما ہوتے رہے بقول شاعر

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

o...... ایسی عزیز الوجود اور نایاب شخصیت جو اس منصب پر فائز المرام ہو دائرہ عرش سے لے کر مرکز فرش تک چودہ طبق کی کائنات میں جس کسی کو رشد وہدایت اور ایمان ومعرفت نصیب ہوتی ہے اسی کی بدولت اور واسطے سے حاصل ہوتی ہے۔

متعلقین قطب الارشاد کی اقسام

o...... اس شخصیت کے ساتھ تعلق اور عدم تعلق کی بنا پر لوگوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱...... مخلصین ۲...... معتقدین ۳...... منکرین

مثلاً نور ہدایت او دررنگ دریائے محیط تمام عالم را فرا
مثال کے طور پر اس کا نور ہدایت بحر بیکراں کی صورت میں تمام جہان کو گھیرے
گرفته است - وآں دریا گویا منجمداست که اصلاً حرکت
ہوتا ہے اور وہ دریا گویا منجمد (بستہ) ہے جو بالکل حرکت نہیں کرتا جو شخص اس
ندارد۔ شخصے که متوجۂ آں بزرگ است و باو اخلاص دارد
بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے ۔

مخلصین

جو لوگ اس شخصیت کے ساتھ احترام واخلاص کے جذبات رکھتے ہیں اگرچہ اس کے دست حق پرست پر بیعت نہیں ہوتے پھر بھی اس کے فیوض و برکات سے بقدر اخلاص واستعداد فیض یاب اور سیراب ہوتے رہتے ہیں اگر وہ عزیز الوجود ہستی کسی طالب کی طرف متوجہ ہوتو اس کی ایک ہی توجہ سے قلبی حجابات اٹھ جاتے ہیں اور عالم قدس کی طرف ایک روشندان اور سوراخ کھل جاتا ہے اور عالم غیب کے ساتھ رابطہ ہو جاتا ہے۔

معتقدین

اگر کوئی شخص اس عزیز الوجود شخصیت کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کی عدم توجہ بر بنائے انکار نہ ہو بلکہ عدم شناخت کی بنا پر لاعلمی کی وجہ سے ہو اور صرف ذکر حق کی طرف ہی مشغول اور متوجہ رہے اسے بھی محض خوش اعتقادی کی بدولت اس کے فیضان سے حظ وافر نصیب ہوتا رہتا ہے جس طرح آفتاب سے کائنات از خود فیضیاب ہوتی رہتی ہے لیکن مخلصین ان کی نسبت زیادہ فیضیاب ہوتے ہیں۔

یا آنکہ آں بزرگ متوجۂ حال طالبے شدہ، در وقت

یا یہ کہ وہ بزرگ کسی طالب کے حال پر متوجہ ہو تو توجہ کے وقت طالب کے

توجہ گویا روزنے دردل طالب کشادہ می شود۔ وازاں

دل میں گویا ایک سوراخ کھل جاتا ہے اور اس راہ سے جتنا توجہ اور اخلاص ہوتا

راہ بقدر توجہ واخلاص ازاں دریا سیراب می گردد۔

ہے اسی قدر اس دریا سے سیراب ہوتا ہے۔

منکرین

جو لوگ قلبی قساوت اور ازلی شقاوت کی بنا پر اس ہستی کے ساتھ کدورت وعداوت رکھتے ہیں اور سرے سے ہی اس منصب کے منکر ہوتے ہیں اگر چہ وہ صاحب ذکر اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہی کیوں نہ ہوں رشد وہدایت اور ایمان کی حقیقت سے محروم ہوتے ہیں ان کے پاس اعمال صالحہ کی صورت ہوتی ہے حقیقت نہیں ہوتی وہ صورت نماز تو رکھتے ہیں لیکن حقیقت نماز سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔ ایسی نماز کی بنیاد ریاکاری ہی ہو سکتی ہے جو آیت کریمہ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (الماعون۴) وہ کے مصداق باعث ہلاکت ہے بقول اقبال مرحوم

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گذر، بادہ و جام سے گذر
تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گذر

۵...... وہ ہستی افاضہ یا عدم افاضہ کا قصد نہ بھی فرمائے اس کے منکرین ومعترضین بربنائے انکار واعتراض اس کے فیوض وبرکات سے قدرتی طور پر محروم رہتے ہیں۔

وہمچنیں شخصے کہ متوجہ ذکر الٰہی ست جلّ شانہ

اسی طرح جو شخص ذکر الٰہی جل شانہ میں مشغول ہے لیکن اس عزیز (قطب

وبآں عزیز اصلاً متوجہ نیست، نہ از انکار، بلکہ او را

الارشاد) کی طرف بالکل متوجہ نہیں اس کی یہ بے توجہی کسی انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ

نمی شناسد۔ ہمیں قسم افادہ آں جا ہم حاصل می شود۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس (بزرگ) کو پہچانتا ہی نہیں تو بھی اسے اس قسم کا فائدہ پہنچتا ہے۔

معترضین حضرت امام ربانی کے خرابیٔ احوال

چنانچہ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ کے وصال کے بعد جب بعض معترضین نے حضرت امام ربانی قدس سرہ پر از راہ رقابت وناواقفیت زبان طعن واعتراض دراز کی جس سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو سخت رنج وملال ہوا نتیجۃً بمطابق حدیث قدسی مَنْ عَادَیٰ لِیْ وَلِیّاً فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (بخاری ص۲/۹۶۳) آپ کے معترضین کے احوال خراب اور باطن تیرہ وتار ہو گئے۔ حضرت امام ربانی کے برادر طریقت حضرت مرزا حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے عذر خواہی کی درخواست پیش کی تو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ فقیر ان کی نسبتیں سلب کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوا بلکہ وہ خود بخود سلب ہو گئی ہیں اور یہ لوگ جو اپنے دلوں کے اندر سے ذکر کی آوازیں سنتے ہیں یہ اور چیز ہیں اور نسبتوں کا مقام کچھ اور ہے وہ تا ہنوز سلب ہیں یہاں تک کہ وہ اعتراض کی بے ادبی سے تائب اور نادم نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک کے مطابق ندامت توبہ ہی کا نام ہے۔

(ماخوذ از البینات شرح مکتوبات مکتوب ۳۲ ج دوم)

ولیکن درصورت اولیٰ بیشتر از صورت ثانیه است ۔ اما
مگر یہ فیض رسانی پہلی صورت میں بنسبت دوسری صورت کے زیادہ
شخصے کہ منکر آں بزرگ ست، یاآں بزرگ ازو دربار
ہوتی ہے لیکن جو شخص اس بزرگ کا منکر ہو یا وہ بزرگ اس سے ناراض ہو
ست، ہر چند بذکر الٰہی تعالیٰ وتقدس مشغول ست
خواہ وہ کتنا ہی ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ پھر بھی رشد
اما از حقیقت رشد و ہدایت محروم ست ۔ ہماں انکار
وہدایت کی حقیقت سے محروم رہتا ہے وہی اس کا انکار اس کے فیض
اوسدِ راہ فیض اومی گردد، بے آنکہ آں عزیز متوجہ عدم
میں سد راہ ہوجاتا ہے خواہ وہ بزرگ اس کو فائدہ نہ دینے کی طرف متوجہ ہو یا

منکرین اہل اللہ کی محرومی

جو شخص اہل اللہ کے اعزازی اور روحانی مناصب (قطب، غوث، اوتادوغیرہا) کا منکر ہو وہ ان کے فیوض و برکات سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ ہدایت وایمان اور اسلام کی حقیقت سے بھی بے بہرہ رہتا ہے اس کے پاس صورت ہدایت، صورت ایمان اور صورت اسلام تو ہوتی ہے مگر وہ حقیقت ہدایت، حقیقت ایمان، حقیقت اسلام سے یکسر محروم ہوتا ہے جیسا کہ اسلام کے مدعی بعض فرق ضالہ کا مؤقف ہے ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا ۔ رشد وہدایت، ایمان اور اسلام کی حقیقت انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو اہل اللہ کے نیاز مند، محبّ اور مخلص ہوں اوران کی خدمت وصحبت اور ملازمت پر یقین رکھتے ہوں انہیں انشراح صدر کی بدولت ہدایت وایمان اور اسلام کی حقیقت

افادۂ او شود و قصد ضرر او نماید ۔ حقیقت ہدایت از وے

اسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے حقیقت ہدایت اسے حاصل نہیں ہوتی ۔

مفقود ست صورت رشد ست وصورت بے معنی قلیل

گو اسے رشد کی صورت حاصل ہوتی ہے صورت بے معنی قلیل النفع ہے

النفع است و جماعتے که اخلاص ومحبت بآں عزیز دارند

جو جماعت اس عزیز (قطب الارشاد) سے اخلاص اور محبت رکھتی ہے خواہ وہ

میسر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ دین اسلام تین چیزوں کا نام ہے علم، عمل اور اخلاص۔ علم اور عمل علمائے اہلسنت سے ملتا ہے اور اخلاص مشائخ اہلسنت سے میسر ہوتا ہے۔ جب کسی سعادت مند کو یہ تینوں چیزیں میسر ہو جائیں تو اسے دین اسلام اور شریعت مطہرہ نصیب ہو جاتی ہے جو حق تعالیٰ کی رضا کا باعث اور دارین کی سعادتوں میں سے سب سے بڑی سعادت ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ سے ثابت ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا ۔

قطب الارشاد سے عقیدت کے ثمرات

جو لوگ قطب الارشاد کے ساتھ محض عقیدت وارادت رکھتے ہیں خواہ ان سے شرف ملاقات حاصل نہ بھی ہو ذکر وفکر سے غافل ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی وہ بربنائے ارادت ومودّت ان کے فیوضات وبرکات وعنایات وحسنات سے بہرہ اندوز ہوتے رہتے ہیں جو مخلصین ومحبین کے لئے دارین میں کامیابی کی کلید اور بخشش کی نوید ہے والحمد لله علیٰ ذالک جیسا کہ آیات کریمہ میں ہے اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (الزخرف ٦٧) گہرے دوست اس روز ایک

ہر چند از توجہ مذکور وذکر الٰہی تعالیٰ شانہٗ خالی
توجہ مذکور اور ذکر الٰہی تعالیٰ شانہ سے خالی ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے
باشند نیز ایشاں را بواسطۂ مجرد محبت، نور رشد
لوگوں کو بھی محض محبت کی وساطت سے رشد و ہدایت کا نور
وہدایت می رسد ۔ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ .
حاصل ہوجاتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

دوسرے کے دشمن ہونگے بجز ان کے جو متقی ہیں یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ وہ دن جب ہم بلائیں گے تمام انسانوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ۔ (بنی اسرائیل ۷۱)

فرمان نبوی

حدیث میں ہے کہ جب ایک آدمی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوکر عرض گذار ہوا یارسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت رکھتا ہے وَلَمْ یُلْحِقْ بِهِمْ لیکن ان تک پہنچ نہیں سکتا؟ فرمایا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے۔ (مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ)

غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز قصیدہ غوثیہ میں اپنے ارادت مند کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

مُرِیْدِیْ تَمَسَّکْ بِیْ وَکُنْ بِیْ وَاثِقاً
لِاَحْمِیْکَ فِی الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیَامَه

ترجمہ: اے میرے مرید! میرے دامن کو مضبوطی سے تھام لے اور میرے ساتھ پختہ ارادت ہوجا تا کہ میں دنیا اور روز قیامت تیری حمایت کروں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے روز قیامت تک کے اپنے متوسلین کو نجات کی بشارت سنائی ہے۔

غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَیَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ (مبداء ومعاد منہا ۵)

یعنی میں (ہاتف غیب سے ندا آئی) نے تجھے بخشا اور اس شخص کو بھی جو تجھے میری بارگاہ قدس کا وسیلہ بالواسطہ یا بلاواسطہ بنائے گا بخشا اور یہ سلسلہ روز قیامت تک یونہی رہے گا۔

منہا-۳

درے که اول بایں درویش کشادند ذوق یافت بودنه یافت،

جو دروازہ اس درویش کے لئے سب سے پہلے کھولا گیا وہ ذوق یافت ا(پالینے کا ذوق) کا تھا، نہ کہ یافت کا

ا مراتب سلوک

زیر نظر منہا میں دوران سلوک سالک کو پیش آنے والے تین قسم کے مراتب کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

ا......ذوقِ یافت ۲......یافت ۳......فقدِ یافت

ان کی قدرے تفصیلات ہدیہء قارئین ہیں۔

ذوق یافت

ذوق کا معنی چکھنا اور یافت کا معنی پانا ہے۔

جب سالک کے قلب میں اخلاص کے ساتھ حق تعالیٰ کا قرب وحضوری پانے اور بارگاہ قدس تک رسائی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جائے تو اسے ذوق یافت کہتے ہیں۔ ذوق یافت کے حاملین کو ابرار کہا جاتا ہے۔ جس کا معنی ہے صالحین اور صالحین (ابرار) ہی جنت نعیم کے حقدار ہیں مختصر یہ کہ محض ذوق ہی جنت کا باعث ہے ذوق ایسی لذت ہے جس کا بغیر چکھے اندازہ اور ادراک نہیں ہوسکتا۔

جیسا کہ عربی مقولہ ہے: مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ...... بزبان فارسی

ع این ذوق مئے نہ شناسی بخدا تا نچشی

پنجابی زبان میں کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

پچھ اوہناں نوں جنہاں پیتی اے
فیر اوہناں نال کیہہ بیتی اے

یاد رہے کہ آہ وفغاں، درد وسوز اور وجد وگداز ذوق ہی کے ثمرات واثرات اور برکات ہیں۔

یہ ولایت عامہ کا ابتدائی مرتبہ ہے جو ہر صحیح العقیدہ، باذوق اور صالح مومن کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ ذوق کا پایا جانا استعداد ولایت کی علامت ہے اور اہلسنت ذوق سے مشرف ہیں اور اسی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہیں خطیب الاسلام ابوالکلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ قدس سرہٗ وارث مسند آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ نے ارشاد فرمایا کہ ہر سنی مسلمان آدھا ولی ہوتا ہے اور اگر وہ اعمال صالحہ صحیح طور پر بجالائے تو پورا ولی بن جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ سے عیاں ہے۔

یاد رہے کہ ذوق یافت کا مرتبہ محض جذبہ کی جہت سے کمال کا مرتبہ ہے جس میں سالک کے اندر حق تعالیٰ کے قرب وحضوری کی طلب اور وصل یار کی خواہش کا سمندر موجزن رہتا ہے۔

وثانیاً یافت میسر شد وذوق یافت مفقود گشت۔

اور دوسرے درجہ میں یافت [2] نصیب ہوئی اور ذوق یافت مفقود ہوگئی

[2] یافت

جب سالک کو حق تعالیٰ کا قرب اور حضوری نصیب ہو جائے اور حریم قدس تک اس کی رسائی ہو جائے تو اسے یافت کہتے ہیں یہ مقربین کا مرتبہ ہے قرآن کریم میں مقربین کی شان یوں بیان کی گئی ہے۔

اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ ٥ اُوْلٰئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ (الواقعہ)

یعنی ہر کار خیر میں آگے رہنے والے اس روز بھی آگے آگے ہونگے وہی مقرب بارگاہ ہیں۔

اس مقام قرب کو حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کو یوں بیان فرمایا!

جے محبوب پیارا اک دن وسّے نال اساڈے
جاناں میں ہما پکھیرو پھاتا جال اساڈے

اس مرتبہ میں ذوق وشوق، وجد وحال اور کیف واضطراب ختم ہو جاتا ہے اور صوفی کو وصل اور قرار میسر ہو جاتا اس مرتبہ کو ولایتِ خاصہ کہا جاتا ہے۔

و ثالثاً یافت نیز دررنگ ذوق یافت مفقود شد ۔ فالحالة

اور تیسرے درجہ میں ذوق یافت کی مانند یافت بھی مفقود[۳] ہوگئی ۔ پس دوسری حالت

الثانية حالة الكمال والوصول الى درجة الولاية الخاصة ، والمقام

(یافت) ولایت خاصہ کے درجہ تک رسائی اور حالت کمال ہے اور تیسرا مقام (یافت کا

الثالث مقام التكميل والرجوع الى الخلق للدعوة . والحالة السابقة

مفقود ہونا) مقام تکمیل اور دعوت (ارشاد) کے لئے مخلوق کی طرف لوٹنا ہے پہلی حالت

كمال في جهة الجذبة فقط . فاذاانضم اليها السلوك وتمّ حصلت

(ذوق یافت) صرف جہت جذبہ میں کمال ہے جب اس (جذبہ) کے ساتھ سلوک

الحالة الثانية ثم الثالثة .

شامل ہوجائے اور مکمل ہوجائے تو دوسری حالت حاصل ہوتی ہے بعدازاں تیسری حالت

۳۔ فقد یافت

جب طالب صادق بارگاہ قدس جل سلطانہٗ تک پہنچ جاتا ہے تو وصال کے بعد فراق ،عروج کے بعد نزول کا مرتبہ آتا ہے اس درجے میں یافت گم ہوجاتی ہے اس لئے اسے فقد یافت کہا جاتا ہے۔

یہ رشد وہدایت اور دعوت وتبلیغ کا مرتبہ ہے جسے مقام تکمیل بھی کہا جاتا ہے اس نزولی مرتبے میں صوفی کو اس لئے نیچے بھیجا جاتا ہے تاکہ جس رستے سے وہ واصل بحق ہوا ہے اسی رستے سے اور لوگوں کو حریم یار تک پہنچائے ۔ اس قسم کا صوفی بظاہر باہمہ ہوتا ہے مگر بباطن بے ہمہ ہوتا ہے بظاہر لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے مگر بباطن باخدا ہوتا ہے بظاہر جلوت میں ہوتا ہے مگر بباطن خلوت میں ہوتا ہے مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم

ولیس للمجذوب المجرد عن السلوک من الحالة الثانیة والثالثة

لیکن وہ مجذوب جو سلوک سے خالی ہو اسے دوسری اور تیسری حالت سے

نصیب اصلاً۔ فالکامل المکمل ھو المجذوب السالک

بالکل کوئی حصہ نہیں ملتا۔ پس کامل مکمل مجذوب سالک ہی ہے

کے نزدیک اسی مقام کو خلوت درانجمن کہا جاتا ہے۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہٗ نے اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اس قسم کے صوفی کا کلام دوا، توجہ اکسیر، نظر کیمیا ہوتی ہے چنانچہ شمس الہند حضرت سید نا چنن شاہ نوری دائم الحضوری قدس سرہٗ الصبوری تاجدار آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ کے متعلق منقول ہے کہ آپ اپنے حجرہ مبارکہ میں اکثر مراقب رہتے اور ادراکِ بسیط کی منزلوں میں گم رہتے جب نماز کے لئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو جس پر پہلی نظر پڑ جاتی اس کے لطائف میں ذکر جاری ہو جاتا۔ (وللہ الحمد)

مقام دعوت وارشاد اور حضرات نقشبندیہ

اس مرتبے میں صوفی اور سالک رجوع کے بعد خلق خدا کی تعلیم وتربیت کے فرائض کی انجام دہی پر مامور ہوتا ہے اور قافلوں کے قافلے حریم یار تک پہنچاتا ہے سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی مشائخ نقشبندیہ کے اس مرتبے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم السالک المجذوب وما سواهما فلیس بکامل ولا مکمل اصلاً

پھر دوسرے درجہ پر سالک مجذوب ہے اور جو ان دونوں کے بغیر ہو وہ ہرگز نہ

فلا تکن من القاصرین والصلوۃ والسلام علٰی خیر البشر

کامل ہے نہ مکمل۔ لہٰذا تو کم ہمت نہ بنا۔ **والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر البشر**

سید نا محمد وٰاله الا طهر .

سیدنا محمد واله الاطهر

نقشبنداں عجب قافلہ سالارانند
کہ بحرم می روند پنہاں قافلہ را

جب ذوق یافت والے سالک کو کوئی شیخ کامل مکمل میسر آجائے جو اسے راہ سلوک پر گامزن کر دے اور عروجی منازل میں برابر رہنمائی ملتی رہے تو اس کا جذبہ سلوک کے ساتھ مل جاتا ہے لہٰذا اب وہ مجذوب سالک کہلوائے گا۔

سالک اور مجذوب کے مختلف درجات

ایسا سالک جسے جہت جذبہ تو میسر ہو مگر وہ سلوک سے محروم ہو اسے نہ تو ولایت خاصہ کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور نہ ہی اسے مقام تکمیل حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ تعلیم وتربیت اور رشد وہدایت کے منصب کا اہل نہیں ہوتا۔

○...... ایسا صوفی جسے وصال یار کے بعد لوگوں کی تربیت وہدایت اور دعوت وتبلیغ کے لئے واپس عالم خلق کی طرف لوٹا دیا جائے اسے کامل مکمل سالک کہا جاتا ہے۔ اسی کو مجذوب سالک بھی کہتے ہیں اور یہی افضل مرتبہ ہے جسے نبوت ورسالت کی نیابت وخلافت حاصل ہے۔

o...... ایسا صوفی جس کے جذبہ پر اس کا سلوک مقدم ہو اسے سالک مجذوب کہا جاتا ہے گو یہ بھی دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتا ہے مگر اس کی توجہات مجذوب سالکین اور محبوبین کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ (واللّٰہ اعلم)

o...... جو سالک محض مجذوب ہو یا فقط سالک ہو وہ خود کامل نہیں ہوتا فلہٰذا دوسروں کی تکمیل بھی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ناقص ہے۔

o...... حق تعالیٰ جس پر کرم کرتے ہوئے ذوق یافت یعنی جذبہ عطا فرمائے تو اسے شیخ کامل مکمل کی نگرانی میں حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے کمر ہمت باندھ لینی چاہئے۔ بقول شاعر

ے اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

منہا-۴

ایں درویش، دراواخر ماہ ربیع الآخر، بخدمت عزیزے

یہ درویش ۱؎ ماہ ربیع الثانی کے آخری دنوں میں اس بزرگ

کہ از خلفائے ایں خانوادۂ بزرگ بودند، مشرف گشت

خانوادہ کے خلفاء میں سے ایک عزیز کی خدمت سے مشرف ہوا۔

وطریقہ ایں بزرگواران را اخذ نمودہ در منتصف شہر

اور ان بزرگوں کے طریقہ کو اخذ کیا۔ اسی سال

رجب ہماں سال بحضور نقشبندیہ کہ دراں ۲؎ موطن

ماہ رجب کے وسط میں حضور نقشبندیہ کی سعادت نصیب

اندراج نہایۃ دربدایۃ ست مستسعد گشت۔

ہوئی جو اس مقام میں اندراج نہایت در بدایت ہے

۱؎ درویش سے مراد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ہیں آپ عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر ماہ ربیع الثانی کے آخری ایام میں بیعت سے مشرف ہوئے اور حضرت خواجہ کی زیر نگرانی سلوک نقشبندیہ طے کرنا شروع فرمایا تو ماہ رجب کے وسط تک اڑھائی ماہ میں آپ کو حضور نقشبندیہ حاصل ہو گیا والحمدللہ علیٰ ذالک

۲؎ نسبت نقشبندیہ اور دوام حضور مع اللہ بلا غیبوبۃ بھی کہا جاتا ہے یعنی عارف کو ذات حق کے ساتھ ایسی حضوری و آگہی حاصل ہو جو دائمی ہو اور کبھی غیبت اور

وآں عزیز فرمود کہ نسبت نقشبندیہ عبارت ازیں
اور ان عزیز نے ارشاد فرمایا کہ نسبت نقشبندیہ[2] کو اسی حضور سے
حضوراست۔ وبعدازدہ سال کامل وچند ماہ در نصف
تعبیر کیا جاتا ہے پورے دس سال اور کچھ ماہ کے بعد ماہ ذی قعدہ کے نصف

پوشیدگی قبول نہ کرے اسی مقام کو تجلی ذاتی دائمی سے تعبیر کرتے ہیں اور خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو یادداشت کا نام دیا ہے۔

[2] **نسبت نقشبندیہ**

نسبت نقشبندیہ کی بلندی وفوقیت کا راز اندراج النہایت فی البدایت ہے یعنی جو جذبہ دوسرے سلاسل طریقت میں انتہاء میں عطا فرمایا جاتا ہے وہ اس سلسلے کے سالکوں کو ابتداء میں ہی دے دیتے ہیں ان بزرگوں کے نزدیک جذبہ دوقسم پر ہے۔

جذبہ بدایت اور جذبہ نہایت

اس سلسلے میں جذبۂ بدایت سالک کو ابتداء میں اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ طالب جذبہ کی لذت چکھے بغیر مر نہ جائے یہ خواجہ بلاگرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ کی طرف سے اپنے مریدوں کے لئے خیرات اور سوغات ہے۔

نسبت علاقہ بین الطرفین کو کہا جاتا ہے یعنی خدا اور بندۂ مومن کے درمیان طریقت کے اعتبار سے تعلق کو نسبت کہتے ہیں۔ ہر سلسلہ طریقت کا خدا کے ساتھ تعلق مختلف ہوتا ہے کسی کا تعلق ہجر کا ہے کسی کا تعلق وصل کا ہے کسی کا تعلق درد کا ہے کسی کا تعلق محبت کا ہے کسی کا تعلق عشق کا ہے کسی کا تعلق اضطراب کا ہے کسی کا تعلق سکون کا ہے طریقت نقشبندیہ کا تعلق حضور کا ہے والحمد للہ علیٰ ذالک

اول ماہ ذی القعدہ ، آں نہایتے کہ در بدایۃ از پس

اول میں وہ نہایت جو بدایت[۳] میں بدایات اور درمیانی درجوں

چندیں پردہ ہائے بدایات واوساط جلوہ گر شدہ بود ،

کے بیشمار پردوں کے پیچھے سے جلوہ گر ہوئی نقاب چاک

خرق روپوش نمودہ ، متجلی گشت و بیقین پیوست کہ

کرکے عیاناً جلوہ گر ہو گئی اور یقین ہوگیا کہ بدایت میں اس

دربدایۃ صورتے بود ازیں اسم، وشبحے بودازیں پیکر،

اسم کی صورت تھی اور اسی پیکر کا جسم تھا اور اسی مسمی

واسمے بود ازیں مسمی ، شتّان مابینھما۔ حقیقت کارایں

کا اسم تھا ان دونوں میں بڑا فرق ہے حقیقت حال اس مقام پر منکشف

جب اس حضور میں ذوام وقرار ہو سالک ہمہ وقت خدا کی بارگاہ میں حاضر باش رہے ایک لمحہ کیلئے انقطاع اور تعطل نہ ہو اسی کو حضور مع اللہ بلاغیبوبۃ کہا جاتا ہے۔

[۳] **جذبہ بدایت**

حضرت امام ربانی قدس سرہ' کو ابتدائے سلوک میں جذبہء بدایت حاصل ہوا تھا لیکن تفصیلی سلوک دس سال اور چند ماہ میں طے کرنے کے بعد ابتدائی پردوں اور درمیانی واسطوں کے جملہ نقاب الٹ کر جذبہء نہایت اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں اور کرم گستریوں کے ساتھ تشریف فرما ہو گیا۔ **وللہ الحمد**

جب آپ کو جذبہء نہایت حاصل ہوا، حقیقت کار کھل کر سامنے آئی اور علم الیقین

منکشف شد و سرمعامله ایں جا آشکارا گشت .من لم یذق

ہوئی اور معاملہ کا راز اس جگہ آشکار ہوگیا۔ جس نے چکھا نہیں وہ اسے نہیں سمجھ سکتا۔

لم یدر والصلوٰة والسلام علی سید الانام وآله الکرام واصحابه العظام

والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا الانام وآله الکرام واصحابه العظام .

سے حق الیقین تک رسائی نصیب ہوگئی تو اس بات کا علم ہوگیا کہ اسم اور مسمی، صورت اور حقیقت میں بہت بڑا فرق ہے کما لا یخفٰی علیٰ ارباب البصیرہ لیکن اس (جذبہ نہایت) کی لذت وحلاوت بغیر چکھے معلوم نہیں ہوسکتی ہے وبہ ونہ خرط القتاد

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی

اللھم اسقنا واعطنا وارزقنا بفضلک ومنک برحمتک حبیبک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

www.makitabah.org

منہا-۵

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ایں درویش روزے در حلقہء یاران

اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے[1] یہ درویش ایک روز

خود نشستہ بود، و نظر بر خرابیہائے خود داشت وایں نظر

اپنے دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنی خرابیوں پر غور کررہا تھا

غالب آمدہ بود بحدیکہ خود را بے مناسبت تام بایں

یہ دید یہاں تک غالب آئی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی)

وضع می یافت۔

اس وضع کے بالکل مناسب نہ پایا۔

[1] تحدیث نعمت

جب حق تعالیٰ کسی بندۂ مومن پر انعامات وعنایات اور احسانات فرماتا ہے تو بسا اوقات اس کے اظہار وبیان کی اجازت ہوتی ہے جس میں بعض حکمتیں اور مصلحتیں پنہاں ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ ۱۱) یعنی اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کیا کرو۔

تحدیث نعمت سے منع کی وجوہات

جب کسی سالک کو اظہار نعمت کی اجازت ہو نہ تو اس کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔

o...... جاہلوں کے سامنے بیان کرنے سے فتنہ برپا ہوسکتا ہے۔

o...... حاسدین بربنائے حسد سازشیں کرسکتے ہیں۔

o...... حاضرین کے سامنے کھلے بندوں اظہارِ اسرار ان کے علم وعقل سے اگر وراء ہو تو یہ کارِ عبث ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں ہے: من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه

o...... سامعین میں اسرار کے برداشت کی عدم استعداد بھی ہوسکتی ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے جب حروف مقطعات میں سے حرفِ ق کے اسرار بند کمرے میں بیان فرمائے تو حضرت سامع برداشت نہ کرسکے اور بیہوش ہوگئے۔ (حقیقات القدس مترجم ص ۷۰)

o...... دورانِ بیان سالک ریاکاری اور نمائش کا شکار ہوسکتا ہے۔

o...... سُمعہ بھی وجہ ہوسکتی ہے۔

o...... رعونت اور تکبر بھی باعث ہوسکتا ہے۔

o...... تعلی اور دعویٰ کی بو پیدا ہوسکتی ہے۔

اظہار تحدیث نعمت کی وجوہات

جن اکابرین طریقت نے واقعات وبشارات، مکاشفات اور خوابیں بیان فرمائی ہیں وہ تزکیہ نفس کی نعمت عظمیٰ سے مالامال تھے۔ اس لئے جب انہیں تحدیث نعمت کی اجازت ملی تو اس کی درج ذیل وجوہات ہوسکتی ہیں۔

مریدین ومتوسلین کو اپنے سلسلہ طریقت کی صداقت اور حقانیت بتانا مقصود ہوتا ہے جیسا کہ خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی امت مسلمہ کو جنت کی بشارت سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی یعنی سوائے میرے منکر کے میری ساری امت جنت میں جائے گی۔

o...... گمراہ لوگوں کو راہ ہدایت پر لانا مقصود ہوسکتا ہے۔

o...... مخالفین اور معاندین کو خائب و خاسر کرنا مقصود ہو سکتا ہے۔

o...... دین اسلام کی سچائی اور حقانیت غیر مسلموں پر واضح کرنا مقصود ہو سکتا ہے۔

o...... ملحدوں کو ناکام و نامراد کرنا مقصود ہو سکتا ہے۔

o...... فلسفہ زدہ، ملاحدہ اور مادہ پرست طبقہ کو اہل اللہ کی عظمت منوانا مقصود ہو سکتا ہے۔

ایک روحانی مرض اور اس کا علاج

سالکین طریقت کو اذکار و عبادات، اوراد و وظائف اور اعمال صالحہ کے بجا لانے کے بعد بسا اوقات عجب و نخوت پیدا ہو جاتی ہے جو سالک کیلئے زہر قاتل اور مہلک مرض ہے جو اعمال صالحہ کو یوں خاکستر کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے یہ عجب و نخوت اس لئے پیدا ہوتا ہے جب سالک اعمال صالحہ کو خوب سے خوب تر جانتا ہے اس لئے اہل طریقت نے اس کا علاج اس کی ضد بتایا ہے یعنی ہر وقت دید قصور سالک پر غالب رہے اور وہ ہمہ وقت اپنے اعمال اور نیت کو تہمت زدہ جانے اور انہیں نا قابل قبول اور لائق رد سمجھے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے رُبَّ قَارِیءِ الْقُرْآن وَالْقُرْآنُ یَلْعَنُهُ (احیاء العلوم) اور کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَهُ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الظَّمَاُ وَالْجُوْعُ (رواہ ابن ماجہ ونسائی بتغیر الفاظ)۔ یعنی بہت سے قرآن کے قاری ایسے ہیں کہ جن پر قرآن لعنت کرتا ہے اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ جن کو سوائے پیاس اور بھوک کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

(مزید تفصیلات کیلئے مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۵۳ ملاحظہ ہو)

o...... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ دید قصور، اعمال صالحہ اور نیتوں کا متہم جاننے کی کیفیت مجھ پر اس قدر غالب ہوئی کہ میں اپنے اندر اہل اللہ کی نسبت بھی محسوس نہیں کرتا تھا درج ذیل اشعار آپ کی اس کیفیت کے غماز معلوم ہوتے ہیں۔

گر طاعت خود نقش کنم بر نانے   و آن نان بنہم پیش سگے نادانے
و آن سگ بہزار سال گرسنہ در کہدانی   از ننگ بر آن نان ننہد دندانے

دریں اثنا بحکم " من تواضع لله رفعه الله " ایں دور افتاده را
اسی اثنا میں من تواضع لله رفعه الله (جس نے اللہ کی خاطر، تواضع[۲] کی اللہ نے
از خاك مذلت برداشتند۔ وایں ندا درسرّاو در دادند۔
اس کا درجہ بلند کر دیا) کے مصداق اس دور افتادہ کو رسوائی کی خاک سے اٹھایا اور اس
کہ " غفرت لک ولمن توسل بک الی بواسطة او بغیر
کے باطن میں ندا دی۔ میں نے تجھے بخشا اور اس شخص کو بھی جو تجھے میری بارگاہ میں وسیلہ

تواضع[۲]

تواضع عاجزی وانکساری وکم مائیگی اور فروتنی کو کہا جاتا ہے۔

تواضع کی دو قسمیں ہیں

تواضع مذموم اور تواضع محمود

تواضع مذموم

دنیادار اہل ثروت اور جاہ طلب امراء کے سامنے سر نیاز خم کرنا یا شریعت مطہرہ نے جہاں اکڑ کر چلنے کا حکم دیا ہے وہاں عاجزی اختیار کرنا تواضع مذموم ہے جیسے کہ دوران طواف حاجی کو رمل کا حکم ہے تا کہ اغیار کے دلوں پر مسلمانوں کی سطوت وہیبت طاری ہو جائے سالکین کا ذاتی اغراض ومقاصد کیلئے دنیا داروں کے ہاں جانا اہل طریقت کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے دنیاداروں کے ساتھ میل ملاپ اور تعلقات بڑھانے بلکہ انہیں دیکھنے سے بھی منع فرمایا ہے غالباً مقولہ بئس الفقیر علیٰ باب الامیر انہی لوگوں پر چسپاں ہوتا ہے۔

واسطة الى يوم القيمة " وبتكرار بايں معنى نواختند ، بحديكه

بالواسطہ یا بلاواسطہ بنائے گا اور یہ سلسلہ روز قیامت تک یونہی رہے گا اور (از راہ بندہ

گنجائش ریب نماند ۔ والحمدلله سبحانه علیٰ ذلک حمداً

نوازی) اس مضمون کو اس حد تک دہرایا کہ شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی اور اس (نعمت) پر

تواضع محمود

اہل اللہ کا نیاز مند امراء اور فیاض طبع اغنیاء کے ساتھ اخلاق و مروت سے پیش آنا اور ان کی اصلاح احوال اور دعوت و تبلیغ کیلئے ان کے پاس جانا تواضع محمود کہلاتا ہے جیسا کہ قدوۃ الابرار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ العزیز شاہان وقت کے حقداروں کی دادرسی کیلئے تشریف لے جایا کرتے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے بھی جہانگیر کے ساتھ رہ کر اس سے ترویج شریعت اور تخریب بدعت کا کام لیا۔ (وللہ الحمد)

حضرت امام ربانی اور تواضع

جب انتہائے عجز اور کمال تواضع کی بنا پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو اپنی مغفرت کی فکر دامنگیر ہوئی اور اپنے متوسلین اور قیامت تک مریدین کی نجات کا خیال آیا کہ نجانے ہمارے ساتھ خدائے بے نیاز کیا معاملہ فرمائے گا۔ تو آپ کو خاک مذلت سے اٹھا کر انتہائی بلندیوں پر لے جایا گیا اور ہاتف غیب سے ندا آئی غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَیَّ بِوَاسِطَۃٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ الہام ارشاد فرمایا میں نے تجھے بخشا اور اسے بھی جو تجھے میرے حریم قرب تک پہنچنے کا وسیلہ بنائے خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ قیامت کے روز تک۔

کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ وکما یحب ربنا ویرضیٰ ،

اللہ سبحانہ کی بے شمار حمد وثناء ہے ایسی حمد وثنا پر جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر بھی برکت ہو جیسی کہ ہمارا پروردگار پسند فرماتا اور چاہتا ہے

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا محمد والہ کما یحری ۔

اور اس کے رسول ہمارے آقا حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل (اطہار) پر لاتعداد درود وسلام ہو۔

وارثانِ جنت اور اذنِ شفاعت

دراصل اہل اللہ حق تعالیٰ کی عطا واذن سے جنت کے مالک اور وارث ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا (مریم ۶۳) یعنی جنت کو ہم نے اپنے پرہیزگار بندوں کی وراثت میں دے دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے خیر التابعین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

”از قرن اویس نام کہ او را بقیامت ہم چند گوسفندان ربعیہ ومضر شفاعت خواہد بود اندر امت من“ (کشف المحجوب ص ۸۸)

یعنی قرن میں اویس نامی ایک شخص ہے وہ میری امت کیلئے قیامت کے روز قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بھیڑ بکریوں کی تعداد کے برابر لوگوں کی شفاعت کرے گا۔

امام الطریقہ خواجہ بلاگرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ الساری ارشاد فرماتے ہیں ”جس نے ہمارا جوتا بھی سیدھا کیا ہم اس کی بھی شفاعت کریں گے۔“

بعدازاں بافشائے ایں واقعہ مامور ساختند۔
اس کے بعد اس واقعہ کے ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا۔

اگر پادشہ بردر پیر زن بیاید تواے خواجہ سبلت مکن
اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آئے اے خواجہ اس کی عیب جوئی نہ کر.

ان ربک واسع المغفرۃ
یقیناً تیرا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے۔

خود حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے متعلق حضوا کرم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی: یَکُوْنُ رَجُلٌ فِیْ اُمَّتِیْ یُقَالُ لَهٗ صِلَةٌ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ کَذَا وَ کَذَا (طبقات کبریٰ جلد ہفتم)

اس نعمت عظمیٰ کی عطا کا بار بار الہام ہوا کہ اب مجھے کسی قسم کا کوئی تردد اور شک وشبہ نہیں رہا۔ **والحمدللہ علیٰ ذالک**

چونکہ اس نعمت وبشارت کے افشاء واعلان کا حکم دے دیا گیا ہے اس لئے اس کے اظہار میں میرے نفس کی کوئی آلائش نہیں کیونکہ میں مامور من اللہ ہوں۔

جس طرح حضور اکرم ﷺ نے اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کے طفیل اکابر مشائخ طریقت نے اپنے اپنے مریدین سے بخشش کا وعدہ فرمایا ہے۔

جیسا کہ غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

مُرِيدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰهُ رَبِّیْ
عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتَ الْمَنَالِیْ

یعنی اے میرے مرید ڈر نہ اللہ میرا رب ہے اس نے مجھے رفعت عطا فرمائی ہے میں نے انہیں پالیا ہے۔

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ الصمد اپنے مریدین کو تسلی وتشفی دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

کمینہ یاران من تا پنجاہ قدم شفاعت می کند

یعنی جہاں میرے ادنیٰ مرید کی قبر بنے گی وہ اپنے اردگرد پچاس قدم تک اہل قبور کی شفاعت کرے گا۔

مسئلہ شفاعت

شفاعت شفع سے مشتق ہے جس کے معنی "ملنا" ہے اسکا مقابل "وتر" ہے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (الفجر۳)...... یعنی قسم ہے جفت اور طاق کی

شفاعت کرنے کا حق صرف انہی حضرات کو حاصل ہوگا جنہیں حق تعالیٰ سبحانہٗ کی طرف سے شفاعت کا اذن ہوگا جیسا کہ آیت کریمہ مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرہ ۲۵۵) سے عیاں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اسی لئے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شفاعت کی تکذیب کرے گا وہ شفاعت سے محروم رہے گا جیسا کہ حدیث پاک مَنْ كَذَّبَ بِهَا لَمْ يَنَلْهَا سے واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر فرمانا فضل ہے جیسا کہ آیات

کریمہ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِاللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ (ال عمران ۷۳) اور وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ (الشوریٰ ۲۵) اورارشادنبوی وَلَوْ رَحِمَھُمْ کَانَتْ رَحْمَتُہٗ خَیْرًا لَّھُمْ مِنْ اَعْمَالِھِمْ (ابن ماجہ) سے عیاں ہے۔

حق تعالیٰ کا اپنے بندوں کے معاصی اور گناہوں پر گرفت فرمانا عدل ہے۔

جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَاب (الحشر ۷) اورارشادنبوی لَوْاَنَّ اللّٰہَ عَذَّبَ اَھْل سَمَاوَاتِہٖ وَاَھْل اَرْضِہٖ عَذَّبَھُمْ وَھُوَ غَیْر ظَالِمٌ لَّھُمْ (ابن ماجہ) سے واضح ہے۔

مگر بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو بالعموم اور حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ کو مقام محمود، لوائے ممدود اور حوض مورود میں بالخصوص اپنے گناہ گار بندوں کی شفاعت کا حق عطا فرمایا ہے۔

جیسا کہ فقہ اکبر میں ہے شَفَاعَۃُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حَقٌّ وَ شَفَاعَۃُ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ الْمُذْنِبِیْنَ وَلِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْھُمُ الْمُسْتَوْجِبِیْنَ لِلْعِقَابِ حَقٌّ ثَابِتٌ

یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت حق ہے اور ہمارے نبی ﷺ کی شفاعت صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے مرتکبین جو عتاب کے سزاوار ہونگے کے لئے حق اور ثابت ہے۔

جیسا کہ آیت کریمہ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد ۱۹) (یعنی اپنے لئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے مغفرت طلب کریں) اور ارشادنبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃُ (مجھے مرتبہ شفاعت عطا فرمایا گیا ہے) سے ثابت ہے۔

عقائد نسفی میں عقیدۂ شفاعت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَالشَّفَاعَةُ ثَابِتَةٌ لِلرُّسُلِ وَالْاَخْيَارِ فِیْ حَقِّ اَهْلِ الْکَبَائِرِ یعنی رسل عظام اور صالحین کی شفاعت کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے حق میں ثابت ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (ترمذی)

میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کیلئے ہے۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَلَاثَةٌ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ (ابن ماجہ)

یعنی قیامت کے روز تین قسم کے لوگوں کی شفاعت قبول کی جائے گی انبیاء کی، پھر علماء کی پھر شہداء کی۔

ان کے علاوہ ملائکہ، فقراء، صلحاء، اتقیاء اور اطفال مومنین، قرآن مجید، ماہ رمضان کے روزے اور کعبہ مقدسہ وغیرہم کی شفاعت بھی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے اقسام شفاعت کے متعلق متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں بعض نے ۸ اور ۹ قسم کی شفاعت کا قول کیا ہے اور بعض نے شفاعت کی تیرہ اقسام بیان فرمائی ہیں۔

شفاعت کی موٹی دو قسمیں ہیں شفاعت کبریٰ اور شفاعت صغریٰ

حضور اکرم ﷺ شفاعت کبریٰ بھی فرمائیں گے اور شفاعت صغریٰ بھی فرمائیں گے شیخ الاسلام حضرت شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ　　لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

شافع اول

روز قیامت مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور اکرم ﷺ کے خصائص میں سے ہے یہی

وجہ ہے کہ تمام مخلوق جمیع امم یہاں تک کہ انبیائے کرام علیہم الصلوات بھی حضور اکرم ﷺ کے نیاز مند ہوں گے اور روز قیامت اولین وآخرین، موافقین ومخالفین اور مومنین وکافرین سب حضور انور ﷺ کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے

صدر نشین دیوان حشر دا افسر وچہ اماماں
کل نبی محتاج اوسیدے نفراں وانگ غلاماں

اور آپ کی بارگاہ اقدس میں عرض کریں گے۔

''اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ'' اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے چنانچہ آپ عرش کے نیچے خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوکر اس کی حمد وثناء بیان کریں گے خدا تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأسَکَ سَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ یعنی اے محمد ﷺ اپنا سر (مبارک) اٹھاؤ اور سوال کرو آپ کو دیا جائے گا شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

شفاعت کبریٰ کے اس منصب کو ایک مقام پر یوں بیان فرمایا گیا ہے اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ یعنی میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت قبول کی جائے گی اس کے بعد دیگر انبیاء اور محبوبان خدا کو اذن شفاعت ہوگا۔

یاد رہے کہ کاشف الغمۃ نبی الرحمۃ حضور اکرم ﷺ کے لئے شفاعت بالوجاہت، شفاعت بالمحبۃ اور شفاعت بالاذن ہر قسم کی شفاعت متحقق ہے فلہذا جو بھی آپ کی شفاعت کا منکر اور مکذب ہے وہ شفاعت سے محروم رہے گا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ کَذَّبَ بِهَا لَمْ یَنَلْهَا (ترمذی) یعنی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کیلئے ہے جس نے اسے (شفاعت کو) جھٹلایا وہ اس سے محروم رہے گا۔

منہا-٦

سیر الی اللّٰہ ،عبارت از سیر تا اسمے است از اسمائے الٰہی جلّ

سیر الی اللہ سے مراد اسماء الٰہی جل شانہ میں سے اس اسم تک سیر کرنا ہوتا ہے

شانہ کہ مبداء تعین سالک است. وسیر فی اللّٰہ عبارت از سیر

جو سالک کا مبداء تعین ہے اور سیر فی اللہ سے مراد اس اسم میں

دراں اسم است۔ اِلٰی اَنْ یَّنْتَھِیَ اِلٰی حَضْرَۃِ الذَّاتِ الْاَحْدِیَّۃِ

یہاں تک سیر کرنا ہے[1] جو ذات احدیت کی بارگاہ تک منتہی ہو جو

الْمُجَرَّدَۃِ عَنْ اِعْتِبَارِ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَالشُّیُوْنِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ

اسماء، صفات، شیونات، اور اعتبارات سے پاک ہو

[1] سیر کا معنی اور اسکی اقسام

سیر کا معنی ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہونا ہے اہل طریقت کے نزدیک سیر حرکت علمی کا نام ہے۔ یہ سیر نہ اَیْنِی ہوتی ہے اور نہ مکانی ہوتی ہے اور نہ ہی جسمی ہوتی ہے بلکہ یہ سیر باطنی اور روحانی ہوتی ہے جس کا تعلق مقولہء کیف سے ہے۔

قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ سیر دو طرح کی ہوتی ہے۔

سیر مستطیل اور سیر مستدیر

وایں تفسیر برتقدیرے راست آید کہ مراد از اسم مبارک
یہ وضاحت اس صورت میں درست ہوگی جبکہ اسم مبارک ''اللہ'' سے
''اللّٰہ'' مرتبہ وجوب داشتہ شود، کہ مستجمع اسماء
مراد مرتبہ وجوب لیا جائے جو اسماء وصفات کا جامع ہے لیکن اگر اس اسم مبارک
وصفات است۔ اما اگر مراد ازیں اسم مبارک " اللّٰہ " ذات
''اللہ'' سے مراد ''ذات محض'' لی جائے تو اس مذکورہ
بحت بودہ باشدا پس سیر فی اللّٰہ بمعنی مذکور داخل سیر
معنی کے اعتبار سے سیر فی اللہ سیر الی اللہ ہی میں داخل ہوگی
الٰی اللّٰہ باشد۔ وسیر فی اللّٰہ اصلا بریں تقدیر متحقق نشود۔
اور سیر فی اللہ اس صورت میں ہرگز متحقق نہیں ہوتی۔

سیر مستطیل (آفاقی)

یہ ہے کہ مقصود کو اپنے دائرہ سے باہر تلاش کیا جائے یہ سیر بُعد در بُعد ہے۔

سیر مستدیر (انفسی)

یہ ہے کہ اپنے قلب کے گرد گھومنا اور اپنے اندر ہی سے مقصود کو تلاش کرنا یہ سیر قرب در قرب ہے۔

یاد رہے کہ سیر علمی سے مراد سالک کا باطنی معلومات کے ساتھ علمی طور پر سیر کرنا ہے جیسے کوئی شخص دوران سفر دیکھے ہوئے مناظر اور منازل کا تصور کرتا ہے تو وہ سارے نقشے اور منظر اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم جاتے ہیں یہ سیر پستیوں کی طرف

چه ایں سیر که در ذات بحت است در نقطۂ نہایۃالنہایت
کیونکہ جو سیر ذات محض میں ہے نہایت النہایت کے نقطہ میں اس کا تصور
متصور نیست .وبعداز رسیدن بآں نقطه بے توقف رجوع
بھی نہیں آ سکتا ۔ اس نقطے تک رسائی کے بعد بلا توقف عالم کی طرف لوٹنا
بعالم است که معبر بسیر عن الله بالله است ... ایں
ہوتا ہے ۔ جسے سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کرتے ہیں یہ وہ معرفت ہے
معرفتے است که مخصوص بواصلان نہایۃ النہایۃ است ۔
جو نہایت النہایت کے واصلین کے ساتھ مخصوص ہے

نہیں ہوتی بلکہ بلندیوں کی طرف ہوتی ہے زمین سے آسمانوں کی طرف، آسمانوں سے عرش کی طرف، عرش سے فوق العرش عالم وجوب کی طرف، اسمائے باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ، اعتبارات، شیونات اور ذات بحت کی طرف سیر ہوتی ہے۔

جب سالکین کسی شیخ کامل مکمل کے زیر نگرانی سیور اربعہ طے کرتے ہیں ان میں سے کسی کو تفصیلی سیر کروائی جاتی ہے اور کسی کو اجمالی سیر کروائی جاتی ہے جن سالکین کی سیر اجمالی ہوتی ہے انہیں مراد کہا جاتا ہے۔

ہر سالک کو اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی اسم سے فیض پہنچتا ہے۔ وہ اسم اس سالک کا مبداء فیض یا مبداء تعین یا اسم مربی کہلاتا ہے جب کسی صوفی کو بذریعہ کشف وشہود اپنا مبداء فیض معلوم ہو جائے تو اسے عارف کہتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کی کوئی حد نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہر اسم کائنات کو تجلیات کے ذریعے فیض دیتا ہے۔ اس لئے اس کی تجلیات کی بھی کوئی حد نہیں۔

غیر ایں درویش از اولیاء اللہ ہیچ کس بایں معرفت تکلم

اولیاء اللہ میں سے اس درویش کے سوا کسی نے اس معرفت کے متعلق کوئی کلام نہیں کی۔ اللہ

نہ کردہ است. اَللّٰهُ يَجْتَبِیْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ . وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار

والصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد و الہ اجمعین .

ہے رسولوں کے سردار حضرت محمد ﷺ اور آپ کی تمام آل (اطہار) پر درود و سلام ہو۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے معروف ننانوے اسمائے گرامی بندوں کو اس کے اسماء سے متعارف کروانے کے لئے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا احصار و شمار ممکن نہیں۔

انبیائے کرام کے مشارب

انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے مظہر ہیں اس لئے جس کسی کو فیض پہنچتا ہے تو انبیائے کرام کے مشارب کے ذریعے پہنچتا ہے چونکہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے زیر قدم ہوتا ہے اس لئے جس ولی کو جس نبی کے مشرب کے ذریعے فیض پہنچتا ہے وہ ولی اس نبی کے زیر قدم ہوتا ہے جو ولی حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہوا اسے آدمی المشرب کہتے ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے زیر قدم ہوا اسے نوحی المشرب کہتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہوا اسے ابراہیمی المشرب کہا جاتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہوا اسے موسوی المشرب کہا جاتا ہے جو حضرت عیسیٰ کے زیر قدم ہوا اسے عیسوی المشرب کہا جاتا ہے جو ولی براہ راست سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے زیر قدم ہوا اسے محمدی المشرب

جیسا کہ غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَ کُلُّ وَلِیٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَ اِنِّیْ عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

ترجمہ: یعنی ہر ولی کسی نبی (علیہ السلام) کے قدم پر ہوتا ہے اور میں نبی اکرم ﷺ کے قدم پر ہوں جو آسمان کمال کے بدر کامل ہیں۔

اسی طرح حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے نہ صرف اپنے ہی محمدی المشرب ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے بلکہ آپ نے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کو بذریعہ تصرف موسوی المشرب سے محمدی المشرب بنادیا۔ (وللہ الحمد)

تجلیات سیور

دوران سلوک جب سالک سیر فی اللہ سے مشرف ہوتا ہے تو اس سیر میں اس کی ابتداء اسم ''اللہ'' سے ہوتی ہے بعد ازاں بالترتیب اسماء وصفات وشیونات واعتبارات کے مرتبوں میں سیر کی انتہا بالآخر ذات احدیت تک ہو جاتی ہے جو مذکورہ مرتبوں سے مجرد ہے۔

یادرہے کہ سیر کی ویسے تو چار اقسام ہیں جنہیں سیور اربعہ کہا جاتا ہے مگر یہ سیر پانچ مرتبوں پر مشتمل ہے اور سالک ان پانچ مراتب کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ تجلیٔ افعال ۲۔ تجلیٔ اسماء ۳۔ تجلیٔ صفات
۴۔ تجلیٔ شیونات ۵۔ تجلیٔ اعتبارات

اور آخر میں تجلی ذات سے شاد کام ہوتا ہے چونکہ منتہا ذات ہے اس لئے اسے مراتب سیر میں شامل نہیں کیا جاتا۔

لفظ ''اللہ'' میں حروف تعریف کے اجتماع کی حکمت

''اللہ'' کا مبارک لفظ الف اور لام سے، جو منجملہ آلات (حروف) تعریف کے ہے اور لفظ ''ہ'' سے کہ وہ بھی منجملہ معرفوں ہی کے ہے، مرکب ہے، اور یہ مجموعہ (یعنی ا، ل اور ہ مل کر) ذات واجب الوجود عزّ سلطانہ کا علم (یعنی ذاتی نام) ہے۔ لہٰذا اس اسم مبارک میں تین قسم کے معرفہ بنا دینے والے اسباب جمع ہو گئے ہیں۔ باوجود یکہ ان میں سے ہر سبب اسماء کو معرفہ بنانے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لیکن یہاں ان تین اسباب کے جمع ہو جانے میں، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس اسم اعظم کا مسمی (جس کا یہ نام ہے) جل شانہ اپنی کمال بزرگی، درجہ کی بلندی، اور مرتبہ کی بڑائی کی وجہ سے کسی طریقے پر بھی معرفہ (جانا پہچانا) نہیں ہو سکتا۔

اور کسی طرح پر بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر اسے معرفہ بنایا جا سکتا تو ایک آلہء تعریف (معرفہ بنانے کا ذریعہ) ہی اس کے لئے کافی ہو جاتا۔ کیونکہ مسبب کو موجود کرنے میں کثرت اسباب کا کوئی دخل نہیں ہوا کرتا۔ بلاشبہ وہ تو کسی ایک سبب کے پائے جانے ہی سے موجود ہو جاتا ہے۔ پس جب مسبب ان اسباب میں سے کسی ایک سبب کے پائے جانے سے موجود نہیں ہو سکا تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ ان دونوں (اسم اور مسمی) کے درمیان میں سببیت کا تعلق ہی نہیں ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ کے حق میں اسباب تعریف کا سبب ہونا ہی باقی نہ رہا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان میں معروف اور معلوم ہونے کا تصور بھی ختم ہو گیا۔ چنانچہ اس بارگاہ قدس تک کسی عالم کا علم نہیں پہنچ سکتا اور اسے معرفہ بنانے میں کوئی معرفہ ساز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا حق تعالیٰ کی ذات اس سے کہیں بزرگ تر ہے کہ اس کا ادراک کیا جائے اور اس سے کہیں عظیم تر ہے کہ اسے پہچانا جا سکے اور اس سے کہیں بلند تر ہے کہ اسے جانا جا سکے۔

اس وضاحت سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ یہ اسم مبارک (اللہ) جل شانہ،

دوسرے اسماء سے الگ ہی ہے اور باقی تمام اسماء کیلئے جو احکام ہوتے ہیں یہ ان احکام میں شریک نہیں ہے۔ پس لامحالہ اسی امتیاز اور یکتائی کی وجہ سے یہ اسم حق تعالیٰ وتقدس کی بارگاہ قدس کے لائق ہے۔

یہاں یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب یہ اسم مبارک اپنے مسمی پر دلالت ہی نہیں کرتا تو یہ نام رکھنے کا فائدہ ہی کیا ہوا؟۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ نام کیلئے اس لفظ کو مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ جس ذات کا اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے، یہ اسم اسے اپنے ماسوا سے ممتاز اور الگ کر دیتا ہے۔ تاہم ایسا نہیں ہے کہ اس کے ذریعے سے اس ذات کا علم ہو سکے جس کا وہ نام ہے۔ لہٰذا اس مبارک اسم اور دوسرے اسماء کے درمیان ایک دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ وہ اسماء اپنے مسمیات پر دلالت کرتے ہیں اور وہ مسمیات (ان ناموں کے ذریعے سے) معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ علم (شخصی نام) انہیں اپنے ماسوا سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اور اس اسم مقدس میں مسمی کا علم تو نہیں پایا جاتا۔ لیکن وہ اپنے مسمی کو تمام ماسویٰ سے ممتاز اور الگ کر دیتا ہے۔ یعنی علم مسمی تو ناپید ہے مگر امتیاز از جمیع ماسوا موجود ہے۔ (معارف لدنیہ معرفت ا)

معرفہ پر حروف تعریف لگانے کی وجہ

الف ولام کے داخل ہونے سے اسم نکرہ اسم معرفہ بن جاتا ہے، کیونکہ اس آلہء تعریف (یعنی حرف تعریف) سے وہ معرفہ ہو جاتا ہے۔ اور اس اسم مقدس میں الف ولام خود معرفہ پر آیا ہے، اور وہ معرفہ "ہ" یعنی ضمیر غائب ہے۔ جیسا کہ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام صرف "ہ" ہے جو غیب ہویت پر دلالت کرتا ہے اور الف ولام تعریف کے لئے آیا ہے۔

گویا اس حرف تعریف کو لانے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مشار الیہ کے تعین میں صرف ضمیر کے ذریعے سے معرفہ ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ ایک دوسرا آلہء تعریف (حرف تعریف) بھی درکار ہے۔ جو الف اور لام ہے اور لام پر تشدید تعریف میں مبالغہ کے لئے لائی گئی ہے اور جب یہ حرف تعریف باوجود اس مبالغہ کے بھی کافی نہ ہوا اور جس کو معرفہ بنانا تھا اس کا تعین حاصل نہ ہو سکا۔ تو لامحالہ اس پورے مجموعے کو تعریف علمی میں لے گئے۔ (یعنی اس تمام مجموعے کو ذات حق کا نام اور علم قرار دیا) کہ شاید وہاں جا کر وہ تعین پیدا کر سکے۔ مگر یہاں بھی کوئی ایسا تعین جو ذات حق کے معلوم ہونے کا باعث بن سکے، حاصل نہ ہو سکا۔ زیادہ سے زیادہ بس یہ ہو سکا کہ ماسوئ سے ایک طرح کا امتیاز حاصل ہو گیا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے لئے سوائے معرفت سے عاجز ہونے کے اپنی طرف کوئی راہ نہیں بنائی۔ (معارف لدنیہ معرفت ۲)

علم کے دو حروف تعریف سے مرکب ہونے کی وجہ

اس مقدس علم (ذاتی نام) کا دو قسم کے حروف تعریف سے مرکب ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کمال عظمت والا اور عقول وافہام کے ادراک سے بالاتر ہونے کی وجہ سے مسمی (جس کا وہ نام ہے) کے تعین میں صرف علمیت (ذاتی نام ہونا) ہی کافی نہیں ہے۔ لہٰذا تعریف مذکور کیلئے متعدد اسباب کی ضرورت ہوئی۔ اس کے باوجود پھر بھی وہ بالکل معلوم نہ ہو سکا اور قطعاً نہ پہچانا جا سکا۔ (معارف لدنیہ معرفت ۳)

حروف تعریف کی کثرت کی وجہ

اگرچہ معرفہ کے وجود میں آلات تعریف (حروف تعریف) کی کثرت کو کوئی دخل نہیں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور صرف ایک آلہء تعریف (حرف

تعریف) بھی کافی ہوتا ہے۔ لیکن آلات تعریف کو کثرت کے ساتھ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کا مسمّی مبہم و نامعلوم ہے اور وہ ''سبحانہ وتعالیٰ'' ادراک سے بہت بعید و بالاتر ہے۔

سیر فی اللہ سے مراد اسم میں سیر ہے سالک دوران سلوک اسم سے مراد محض اسم نہ سمجھے بلکہ اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ میں مرتبہ وجوب میں سیر کررہا ہوں اور یہ مرتبہ وجوب مستجمع اسماء وصفات ہے اس لئے سالک کو محض اسم میں سیر نہ سمجھنا چاہئے بلکہ اسماء وصفات میں بھی سیر سمجھنا چاہئے تاکہ ورود تجلیات کے دوران اسے تجلیات کی شناخت میں سہولت رہے کہ یہ افعال کی تجلیات ہیں، یہ اسماء کی تجلیات ہیں یہ صفات کی تجلیات ہیں سبحان اللہ! راہ سلوک کے ان اسرار ودقائق کو کھول کھول کر بیان کرنا حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا ہی خاصہ ہے۔ (معارف لدنیہ معرفت ۴)

اگر کوئی سالک غلطی کی بنا پر ابتداء میں ہی سیر فی اللہ کے دوران اسماء وصفات سے مجرد ''محض ذات'' مراد لے تو یہ سیر فی اللہ سیر الی اللہ میں داخل ہو جاتی ہے سیر فی اللہ بالکل حاصل نہیں ہوتی کیونکہ نہایت النہایت کے نقطہ میں سیر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اس نقطہ تک رسائی کے بعد سالک کو بغیر کسی توقف کے جہان کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے اس رجوع کو سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں یعنی عروج کے بعد نزول کا مرتبہ شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ تحدیث نعمت کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معرفت جو میں بیان کررہا ہوں یہ ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو بارگاہ قدس تک وصال کے شرف سے مشرف ہیں نیز اس مقام نہایت النہایت تک اولیائے کرام کو رسائی تو ممکن ہے لیکن اس کی بابت لب کشائی سے میں ہی مشرف ہوا ہوں۔ جیسا کہ آیت کریمہ اَللّٰهُ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (الشوریٰ ۱۳) سے عیاں ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

منہا-۷

درسیر کمالات ولایت اقدام متفاوت اند۔ جمعے باشند

کمالات ولایت کی سیر میں پیش قدمی متفاوت ہوتی ہے بہت سے (سالکین)

کہ استعداد حصول یك درجہ از درجات ولایت دارند۔

ایسے ہوتے ہیں جن میں درجات ولایت میں سے ایک درجہ کے حصول کی استعداد

وبعضے دیگر استعداد دودرجہ دارند۔ وطائفہ را استعدادسہ

ہوتی ہے بعض دوسرے دو درجے کی استعداد رکھتے ہیں اور ایک طائفہ تین

درجہ است۔ و گروہے راقابلیت چہار درجہ۔ واحادے

درجوں کی استعداد رکھتا ہے اور ایک گروہ چار درجہ کی قابلیت رکھتا ہے اور خال

باشند کہ مستعد پنج درجہ باشند۔

خال ایسے بھی ہوتے ہیں جو پانچ درجوں کی استعدادرکھتے ہیں۔

کمالات ولایت کے درجات خمسہ

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کمالات ولایت کے درجات خمسہ کاذکر کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں کہ جب اولیائے کرام کوکمالات ولایت میں سیر نصیب ہوتی ہے توان کی باطنی استعدادات کے مختلف ہونے کی بناپرانکے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔

کمالات ولایت میں سے پہلا درجہ تجلئ افعال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے دوسرا

وهم الاقلون۔ حصول درجه اولیٰ ازیں درجات پنجگانه وابسته

اور وہ بہت ہی کم ہوتے ہیں ان پانچ درجات میں سے پہلے درجہ کا حصول

بتجلی افعال است ودرجه ثانی منوط بتجلی صفات۔ ودرجات

تجلی افعال سے وابستہ ہے اور دوسرا درجہ تجلی صفات سے متعلق ہے[۲] اور آخری تین

ثلثۂ اخیره، مربوط بتجلیات ذاتیه علیٰ تفاوت درجاتها۔

درجوں کا تعلق مختلف درجات کے لحاظ سے تجلیات ذاتیہ کے ساتھ ہے۔

درجہ تجلی صفات کے ساتھ وابستہ ہے اور آخری تینوں درجے تفاوتِ درجات کی بناپر تجلیاتِ ذاتیہ کے ساتھ متعلق ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے اپنے زیر تربیت سالکین کے باطنی مقامات اور روحانی درجات کا تجزیہ فرمایا ہے۔

۲ تجلی کا معنی ومفہوم

تجلی کا معنی چمکنا، منکشف ہونا، ظاہر ہونا یا ظاہر کرنا کے آتے ہیں اصطلاح صوفیاء میں کسی شئی کا دوسرے مرتبے میں ظاہر ہونے کا نام تجلی ہے جیسے زید کی صورت کا آئینے میں ظاہر ہونا۔ صوفیائے کرام کے نزدیک تجلی کا تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اسماء وافعال کسی شان یا رنگ، کیفیت یا حالت میں اظہار، تجلی کہلاتا ہے اسے ظہور، سریان یا مظہر سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

تجلی کی تعریف

حضرت سید شریف جرجانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کتاب التعریفات ص ۱۱۷ میں

اکثرے ازیاران ایں درویش ، مناسبت بدرجهٔ ثالثه دارند از

اس درویش کے اکثر احباب درجات مذکورہ میں سے تیسرے درجہ کے ساتھ مناسبت

درجات مذکوره - وقلیلان مناسبت بدرجه رابعه، واقلان

رکھتے ہیں ۔ تھوڑے احباب چوتھے درجہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور بہت ہی کم

مناسبت بدرجهء خامسه که نهایت درجات ولایت است

پانچویں درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں جو درجات ولایت میں آخری درجہ ہے

تجلی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اَلتَّجَلِّیْ مَایَنْکَشِفُ لِلْقُلُوْبِ مِنْ اَنْوَارِ الْغُیُوْبِ یعنی غیبی انوار کے دلوں پر منکشف ہونے کا نام تجلی ہے۔

حضرت امام ربانی کی نظر میں تجلی کا مفہوم

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تجلی کا مفہوم واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ کسی شئی کے دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبے میں (جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے) ظاہر ہونے کو تجلی کہتے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۲۱)

تجلی کو لباسِ تعین سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

تجلی کے لئے ایک حکمِ خاص ہے جسے شان کہتے ہیں کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ (الرحمٰن ۲۹) میں یہی اشارہ ہے۔

حق تعالیٰ جب بندے پر تجلی فرماتے ہیں تو اس تجلی کا نام حق کے اعتبار سے شان الٰہی رکھا جاتا ہے اور بندے کے اعتبار سے اسے حال کہا جاتا ہے اور وہ ہر آن ایک نئی تجلی میں ہوتا ہے۔

ہر لحظہ جمال خود نوع دگر آرائی
شور دگر انگیزی شوق دگر افزائی (جامی)

(البینات شرح مکتوبات مکتوب ۱۱ جلد اول)

حق تعالیٰ کا تجلی فرمانا

حق تعالیٰ مختلف درجات اور مختلف ظہورات میں تجلی فرماتا ہے جب وہ افعال کے ذریعے تجلی فرماتا ہے تو اسے تجلی فعلی کہا جاتا ہے۔

o...... جب وہ اسماء وصفات کے ذریعے متجلی ہو تو اسے اسمائی یا صفاتی تجلی کہا جاتا ہے۔

o...... جب وہ اپنی ذات کا ظہور فرمائے تو اسے تجلی ذاتی کہا جاتا ہے۔

o...... جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِیْ کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی: فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (الاعراف ۱۴۳)

ترجمہ: پھر جب تجلی فرمائی موسیٰ (علیہ السلام) کے رب نے پہاڑ پر تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حدیث پاک میں ہے: اَتَانِیْ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ (ترمذی ۲/۱۵۶)
حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا۔

ورود تجلیات

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ظہور کی شانیں بے انتہاء ہیں لہٰذا تجلیات بھی لاتعداد ہیں ہر شخص پر اس کی استعداد کے مطابق جداگانہ تجلیات ہوتی ہیں جو تجلی ایک شخص پر ایک مرتبہ ہوتی ہے وہ پھر دوبارہ اس پر یا کسی اور پر کبھی نہیں ہوتی کیونکہ تجلیات میں تکرار نہیں ہردم، ہر لحظہ اور ہر آن وہ نئی نئی شان میں تجلی فرماتا رہتا ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ جس طرح اس کی ذات لامتناہی ہے اسی طرح اس کی تجلیات بھی حد وحصر سے باہر ہیں۔

اے ترا بر طور دل ہر دم تجلائے دگر
طالب دیدار تو ہر لحظہ موسائے دگر

چونکہ لامتناہی تجلیات کا احاطہ وحصر قطعاً ناممکن ہے اس لئے اس منہا میں سے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی بیان فرمودہ اقسام تجلیات کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

تجلی فعلی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو صفات فعلیہ ربوبیۃ میں سے کسی صفت کے ساتھ متجلی پاتا ہے اس مشاہدے میں سالک سے حول وقوت اور فعل وارادہ سلب ہو جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو جاری ومتصرف دیکھتا ہے۔

جب صوفی پر اس تجلی کا فیضان ہوتا ہے تو بمطابق حدیث اس کی حالت و کیفیت یہ ہوتی ہے:

لَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا (صحیح بخاری)

یعنی میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتی کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں پس جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

تجلی صفاتی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو امہات صفات میں متجلی پاتا ہے اُمہات صفات

آٹھ ہیں ان کو صفات ثمانیہ حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں

۱…… تکوین ۲…… حیات ۳…… علم ۴…… قدرت

۵…… ارادہ ۶…… سمع ۷…… بصر ۸…… کلام

تجلی ذاتی

اس تجلی میں سالک فنائے مطلق کے بعد اپنے علم، شعور اور ادراک سے بے تعلق ہو جاتا ہے اور محبت ذاتی سے مشرف ہو جاتا ہے اس کے تمام لطائف ماسوی اللہ کو فراموش کر کے مقام کمال تک پہنچ جاتے ہیں۔ پس عبد، فانی ہو جاتا ہے اور حق، باقی رہتا ہے اور اس پر حقیقت اخلاص ظاہر ہو جاتی ہے تو اس وقت تجلی ذاتی کا نزول ہوتا ہے اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلا تعین جسمانی و روحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے اور کمال توحید عیانی کا مشاہدہ کرتا ہے اسی کو وصل عریانی کہا جاتا ہے یعنی اسماء وصفات کے اعتبارات اور ستر ہزار حجابات (نورانی وظلمانی) اس مقام میں سالک وعارف کے سامنے حائل نہیں رہتے۔

تجلی ذاتی کی قسمیں

مشائخ طریقت نے تجلی ذاتی کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱…… تجلی ذاتی برقی ۲…… تجلی ذاتی دائمی

تجلی ذاتی برقی

اکثر مشائخ طریقت کے نزدیک تجلی ذاتی، برقی ہوتی ہے یعنی آسمانی بجلی کی طرح تھوڑی دیر کے لئے سالکین کے سامنے سے اسماء وصفات کے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد دوبارہ حائل ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان پر حضور ذاتی کا اثر کم اور غیبت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔

تجلی ذاتی دائمی

اکابر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک تجلی ذاتی دائمی ہوتی ہے یعنی جب تجلی آتی ہے تو پھر جاتی نہیں ہمیشہ رہتی ہے سلسلہ نقشبندیہ میں اس کو نسبت حضور وآگہی، حضور ذاتی دائمی، دوام حضور مع اللہ بلاغیبۃ اور یادداشت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (البینات شرح مکتوبات ۱/۱۱،۱۴)

واضح رہے کہ تجلی ذاتی دائمی حضرات نقشبندیہ کا خاصہ ہے تاہم دیگر سلاسل طریقت کے اکابر مشائخ بھی اس تجلی سے شادکام ہوتے ہیں۔

تجلی ذاتی برقی میں ولولہ اور جوش ہوتا ہے حضرات چشتیہ پر جب یہ تجلی ظاہر ہوتی ہے تو انکی آتش عشق شعلہ زن ہوتی ہے جس کا اظہار وجد ورقص، شور وغوغا اور چیخ وپکار کی صورت میں ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ بعض نقشبندی حضرات وجد ورقص، شور و پکار اور ذکر جہر شروع کر دیتے ہیں اس کی وجہ نسبت نقشبندیہ کا دیگر نسبتوں کے ساتھ اختلاط اور التباس ہوتا ہے وہ نقشبندی ہونے کے ساتھ ساتھ قادری اور چشتی نسبتوں کے حامل بھی ہوتے ہیں اس لئے ان پر کبھی نسبت چشتیہ کا غلبہ ہو جاتا ہے اور کبھی نسبت قادریہ کا غلبہ ہو جاتا ہے بنا بریں ان کے رنگ اور ڈھنگ بدلتے رہتے ہیں۔

جبکہ خالص نسبت نقشبندیہ میں مکمل طور پر سکون وقرار اور سکوت واخفاء ہے اس لئے ان کی آتش عشق شعلہ نہیں مارتی بلکہ خاکستر کے نیچے چنگاری کی طرح سلگتی رہتی ہے بجھتی نہیں۔ یہی طریقت نقشبندیہ کا اخفاء اور پوشیدگی ہے۔ بقول شاعر

وہی آبلے ہیں وہی جلن کوئی درد دل میں کمی نہیں
جو لگا کے آگ چلے گئے وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

و کمالیکه نزد ایں درویش معتبر است ماورائے ایں درجات

اور کمال اس درویش کے نزدیک معتبر وہ ہے جو ان درجات سے آگے

است۔ بعد از زمان اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد اس کمال

اجمعین ایں کمال ظہور نیافته است که فوق کمال جذبه

کا ظہور نہیں ہوا۔ یہ (کمال) جذبہ و سلوک کے کمال سے بلند ہے آئندہ

وسلوک است۔ فردا انشاء اللہ تعالیٰ ایں کمال در حضرت

اس کمال کا ظہور ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ

مہدی ظہور خواہد یافت والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر البریة

کی ذات اقدس میں ہوگا[۳]۔ خیر الانام (ﷺ) پر درود و سلام ہو۔

۳ کمالات ولایت اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمیں ان معروف پانچ درجات ولایت سے بلند تر عروج نصیب ہوا ہے جو سلوک و جذبہ سے بھی فوق تر ہے یہ وہ کمال ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صحبت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی بدولت نصیب ہوتا تھا اور یہ کمال، کمالات نبوتِ سے منوط اور متعلق ہے جس کا ظہور صحابہ کرام کے صدیوں بعد اب ہوا ہے۔ کل قربِ قیامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر ان کمالات کا مکمل طور پر ظہور ہوگا اور آپ اس نسبت کی تکمیل و تتمیم فرمائیں گے۔

وارث کمالات محمدیہ حضرت الامام المہدی الموعود رضی اللہ عنہ

آپ خاتونِ جنت سیدۂ عالمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ذریت میں سے نجیب الطرفین، کریم الابوین سادات میں سے ہونگے آپ کا اسم گرامی محمد ہوگا بعض نے احمد نام کا بھی قول کیا ہے آپ کے والد بزرگوار کا نام نامی عبداللہ ہوگا، مدینہ منورہ آپ کی جائے ولادت ہوگا آپ کے بدن اقدس کی رنگت بنو اسماعیل اور جسمانی ساخت بنو اسرائیل جیسی ہوگی آپ کا چہرہ انور روشن ستارے کی مانند تاباں ہو گا، ناک ستواں ہوگی دائیں رخسار پر کالا تل ہوگا طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوگا ہر طرف وحشت وبربریت، فتنہ وفساد اور کفر والحاد ڈیرے ڈالے ہونگے۔

امت مسلمہ ظلم وستم کی چکی میں پس رہی ہوگی کوئی بھی ان کا پرسان حال اور دادرسی کرنے والا نہ ہوگا۔ کسمپرسی کے اس عالم میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ سر پہ عمامہ سجائے ہوئے دو بھاری قبائیں زیب تن فرمائے ہوئے مصروف طواف ہونگے کہ اچانک ہاتف غیب سے ندا آئے گی هٰذَا الْمَهْدِیُّ خَلِیْفَةُ اللّٰهِ فَاتَّبِعُوْهُ (یہ اللہ تعالی کے خلیفہ حضرت مہدی ہیں انکی اتباع کرو) حاضرین آپ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کریں گے حدیث نبوی میں آپ کے ظہور کی علامات میں سے ایک علامت یہ ظاہر ہوگی کہ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہوگا حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام دائیں بائیں آپ کے ہم رکاب ہونگے اس لئے آپ کا مدمقابل خائب وخاسر ہوگا آپ احکام شرعیہ کی تنفیذ، سنت نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوات) کی ترویج، عساکر اسلامیہ کی تجہیز اور بدعت نامرضیہ کی تخریب پر مامور ہونگے۔ آپ کے ہاتھوں دین اسلام کو فتح ونصرت اور مسلمانوں کو عظمت وشوکت نصیب ہوگی۔ کفار نابنجار اور

یہود و ہنود پر غلبہ اور بالا دستی حاصل ہو گی ارشادات نبویہ اور آثار صحابہ میں آپ کی آمد کی پیشین گوئی کی گئی ہے اس لئے آپ کے ظہور پر ایمان لانا واجب اور آپ کی تکذیب کرنا کفر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: مَنْ كَذَّبَ بِالْمَهْدِي فَقَدْ كَفَرَ یعنی جس نے امام مہدی کو جھٹلایا اس نے کفر کیا۔ (الحاوی للفتاوی ۲/۸۳)

آپ کے آخری ایام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد میں بروز جمعۃ المبارک نماز فجر آپ کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔

آپ کے دور خلافت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں بعض نے سات سال کا قول کیا ہے اور بعض نے چالیس سال بتایا ہے هٰكَذَا يُسْتَفَادُ عَنِ الْاَخْبَارِ وَالْاٰثَارِ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ سُبْحَانَه' (مزید تفصیلات کے لئے البینات شرح مکتوبات مکتوب ۶ ۷ جلد دوم ملاحظہ فرمائیں)

کائنات کے متعلق حضرت امام ربانی اور حضرت ابن عربی کا موقف

کائنات کیا ہے اور کائنات کا ذات کے ساتھ تعلق کیا ہے اس نظریہ کے متعلق حضرت ابن العربی قدس سرہ' العزیز اور حضرت امام ربانی قدس سرہ' العزیز کا اختلاف ہے۔

حضرت ابن عربی کا مؤقف

حضرت ابن العربی قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ ذات اور کائنات میں اتحاد اور عینیت کی نسبت ہے یعنی کائنات عین ذات ہے اور ذات عین کائنات ہے اس کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح سمندر میں موجیں اور لہریں سمندر سے جدا نہیں ہوتیں اسی طرح یہ کائنات اس ذات واجب الوجود کی لہروں اور موجوں کی مانند ہے فلہذا یہ کائنات ذات سے جدا نہیں۔

حضرت امام ربانی کا موقف

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا موقف یہ ہے کہ کائنات اور ذات کے درمیان خالقیت اور مخلوقیت کی نسبت کے علاوہ کوئی نسبت نہیں نہ اتحاد ہے نہ عینیت بلکہ خدا تعالیٰ سبحانہ وراء الورا، ثم وراء الوراء ہے

ع چہ نسبت خاک را بعالم پاک

آپ کائنات اور ذات کے درمیان عینیت کی نفی قرآن مجید کی آیت کریمہ سے کرتے ہیں اِنَّ اللّٰـهَ لَغَنِـیٌّ عَنِ الْعَـالَمِیْنَ (العنکبوت ۶) یعنی اللہ تعالیٰ کائنات سے بے نیاز ہے جبکہ کائنات اس کی نیاز مند اور محتاج ہے لہٰذا غنی و بے نیاز اور محتاج میں کوئی نسبت نہیں۔

ایسے ہی کائنات میں عیوب ونقائص وزوال و عجز وانکسار ہیں جبکہ خدا تعالیٰ زوال وانکسار اور جملہ نقائص سے پاک ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے: سُبْحَـانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِـزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (الصّٰفّٰت ۱۸۰) یعنی اگر کائنات کو عین ذات کہا جائے تو کائنات کی تمام کمزوریاں اور نقص ذات میں ماننا پڑیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس قسم کی سب باتوں سے بلند اور پاک ہے: وَتَعَالَی اللّٰهُ عَنْ ذَالِکَ عُلُوّاً کَبِیْراً

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے ذات کی اشیاء کائنات سے عدم مماثلت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں بالکل یگانہ ہے اس کی ذات وصفات مخلوقات کی ذات وصفات سے قطعاً مختلف ہیں اور کسی طرح بھی ان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا حق سبحانہ ''مثل'' سے یعنی مماثل موافق سے بھی منزہ و پاک ہے اور ''ند'' یعنی مماثلِ مخالف سے بھی حق تعالیٰ شانہٗ کے معبود ہونے، صانع ہونے اور واجب ہونے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ (الشوریٰ۱۱) اس کی مثل کی طرح بھی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے) حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے بلیغ ترین انداز پر اپنی ذات سے مُماثلت کی نفی فرمادی ہے کیونکہ اس آیت میں اپنے مثلِ مثل (یعنی مثل جیسی چیز) کی نفی فرمائی گئی ہے، حالانکہ مقصود اپنے مثل کی نفی کرنا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کے مثل کا بھی مثل نہیں ہوسکتا تو اس کا مثل تو بطریق اولیٰ نہیں ہوگا لہٰذا کنایۃً اصل مثل کی نفی ہوگئی کیونکہ یہ کنایہ صریح کے مقابلے میں بلیغ ترین ہے جیسا کہ علمائے بیان نے اس کو ثابت کیا ہے اور اس کے متصل ہی وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ فرمایا ہے جس سے مقصود صفاتی مماثلت کی بھی نفی کردینا ہے جیسا کہ پہلے حصے (لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ) سے مماثلت ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ حق سبحانہٗ ہی سمیع اور بصیر ہے کسی دوسرے کو سمع اور بصر حاصل نہیں ہے یہی حال باقی صفات یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ اور کلام وغیرہ کا ہے۔ پس مخلوقات میں صفات کی صورت پائی جاتی ہے۔ ان کی حقیقت نہیں پائی جاتی ہے۔ (معارف لدنیہ معرفت ۲۱)

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک کائنات تجلیاتِ اسماء وصفات کے ظلال کا ظہور ہے کیونکہ مخلوق میں براہ راست اللہ تعالیٰ کی تجلی برداشت کرنے کی ہمت ہی نہیں۔ تجلیٔ ظلال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پردوں کے پیچھے سے تجلی فرماتا ہے جیسا کہ آیت قرآنی وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ مِنۡ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ...... الخ (الشوریٰ ۵۱)

میں ورائے حجاب آیا ہے صوفیائے کرام کے نزدیک حجاب کو ظلال کہا جاتا ہے۔

منہا-۸

واصلان نہایة النہایة را، در وقتِ رجوع قہقری، نزول باسفلِ

نہایت النہایت (آخری سے آخری مقام) کے واصلین کو رجوع قہقری (الٹے پاؤں

غایات ست۔ ومصداقِ وصولِ نہایة النہایة ہمیں نزول غایة

واپس لوٹنا) کے وقت سب سے نچلے درجہ میں نزول نصیب ہوتا ہے اور آخری درجہ تک

الغایة است ۔ وچوں نزول بایں خصوصیت واقع می شود

وصول کا حاصل اس وقت صحیح ہوتا ہے جب انتہائی نچلے درجہ تک نزول ہو[1] اور جب اس

صاحبِ رجوع بکلیة خود متوجہ عالمِ اسباب می گردد۔

خصوصیت کے ساتھ نزول واقع ہو تو صاحب رجوع ہمہ تن عالم اسباب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

---

[1] **سالک کا نزول**

جن سالکین کو دوران سلوک کمالات ولایت کے آخری درجہ تک جس قدر رسائی میسر ہوتی ہے رجوع کے وقت اسی قدر نزول نصیب ہوتا ہے۔ عروج کے انتہائی درجہ کو نہایۃ النہایت اور نزول کے انتہائی درجہ کو غایۃ الغایت کہا جاتا ہے جو سالک عروج میں جتنا کامل ہوگا نزول میں بھی اتنا ہی کامل ہوگا یعنی جس عارف کا عروج کامل ہوتا ہے اس کا نزول بھی کامل ہوتا ہے اور جس صوفی کا عروج ناتمام اور ناقص ہوتا ہے اس کا نزول بھی ناتمام اور ناقص ہوتا ہے یعنی نہ وہ عروج میں درجہ کمال تک رسائی حاصل کر پاتا ہے اور نہ ہی نزول میں اسے کمال نصیب ہوتا ہے۔

نہ آنکہ بعض او متوجہ جناب حق ست سُبحانہٗ ، و

یہ نہیں ہوتا کہ اس (صاحب نزول) کا کچھ حصہ بارگاہِ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو اور

بعض دیگر متوجہ خلق، کہ ایں علامت عدم وصول

کچھ دوسرا حصہ مخلوق کی طرف متوجہ رہے ۲ کیونکہ یہ نہایت النہایت تک واصل

است بنہایۃ النہایۃ ، وعدم نزول ست بغایۃ الغایۃ ۔

نہ ہونے کی علامت ہے نیز نچلے سے نچلے مقام تک نزول نہیں ہوا۔

۲ توجہ الی الطرفین

جن عارفوں کو بارگاہِ قدس جلّ سلطانہ تک پورا پورا وصل نصیب ہو جاتا ہے رجوع کے وقت واپسی پر وہ عالم اسباب کی طرف کلیۃً متوجہ ہوتے ہیں اور جو سالک عالم خلق کی طرف مکمل طور پر متوجہ نہ ہوں بلکہ ان کی کچھ توجہ عالم بالا کی طرف ہو اور کچھ توجہ عالم اسباب کی طرف ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسے عروجی منازل میں نہ تو نہایت النہایت تک وصال میسر ہوا ہے اور نہ ہی نزولی مراتب میں غایت الغایت تک نزول نصیب ہوا ہے یعنی یہ اس کے ناقص اور عدم وصول کی علامت ہے۔

سابقہ کلام کا ماحصل یہ ہے کہ وہ عارف جس کا عروج ونزول کامل ہو اس کے لطائف کو حالت نماز میں حق تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص قسم کی توجہ حاصل ہوتی ہے اور ادائے نماز کے بعد وہ کلیۃً مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے یہی واصلِ نہایت اور نازلِ غایت کی علامت ہے۔

غایۃُ ما فِی الْبَابِ، دروقت ادائے نماز کہ معراج مومن
اس کے متعلق اصل بات یہ ہے کہ ادائے نماز کے دوران جوکہ مومن کی معراج ہے
ست، لطائف صاحب رجوع را توجہِ خاص بجناب قدس
صاحب رجوع کے لطائف بارگاہ قدس جلّ سلطانہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔
جلّ سلطانہ می افتد، وتاادائے نماز می ایستد، بعداز فراغ
جب تک ادائے نماز میں مشغول رہتا ہے نماز سے فراغت کے بعد پھر
نماز باز بکلیۃ متوجہ خلق می گردد۔ لیکن دروقت ادائے
مکمل طور پر مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے لیکن فرائض اور سنتوں کو ادا
فرائض وسنن لطائف سِتّہ متوجہ جناب قدس می گردند،
کرتے وقت چھ لطائف[۳] بارگاہ قدس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

---

[۳] لطائف ستّہ

جب سالک، واصل، کامل فرائض اور سنتیں ادا کرتا ہے تو اس کے چھ کے چھ لطائف حریم قدس جل سلطانہ کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں چھ لطائف سے مراد عالم امر کے پانچ لطائف (قلب، روح، سر، خفی اور اخفی) اور لطیفہ قالبیہ ہیں جنہیں لطائف ستہ کہا جاتا ہے۔

ادائے نوافل کے دوران سارے لطائف حق تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ لطائف ستہ میں سے جو لطیف ترین لطیفہ ہے وہ حریمِ قدس کی طرف متوجہ ہوتا ہے بقیہ لطائف اِدھر ہی رہتے ہیں۔ اولیائے کرام کی باطنی استعداد اور روحانی قابلیت کی بنا پر ان کے لطائف کی لطافت متفاوت اور مختلف ہوتی ہے: **کما لا یخفٰی علٰی ارباب البصیرہ**

ودروقتِ ادائے نوافل، الطف ایں لطائف متوجہ اند فقط۔

اورنوافل ادا کرتے وقت صرف وہی لطیفہ متوجہ ہوتا جوان لطائف میں سب سے لطیف

حدیث لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ تواند بود کہ اشارت بایں وقت

ہوتا ہے ممکن ہے کہ حدیث (اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک خاص وقت ہوتا ہے) میں اسی

خاص باشد، کہ مخصوص بہ نماز است، وقرینہ برتعین

خاص وقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہو جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس اشارہ کے

ایں اشارت حدیث قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ تواند بود

تعین کا قرینہ حدیث (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) میں ہوسکتا ہے۔

حدیث لی مع اللہ کا مفہوم

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس قول، کہ حضور نبی اکرم ﷺ مبعوث من اللہ ہونے کی بنا پر مخلوق کی طرف کلیۃً متوجہ رہتے ہیں اور حدیث لِیْ مَعَ اللّٰه (دفتر اول مکتوب ۹۹) (جس میں رسول اکرم ﷺ ایک وقت خاص میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) کے درمیان تحقیقی و کشفی والہامی تطبیق بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث لِیْ مَعَ اللّٰه میں حضور انور ﷺ کا متوجہ بِالْخَالِق ہونا دوران نماز ہے اور یہ ایک وقت خاص ہے جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے وقت خاص میں متوجہ الی الحق ہونا نماز کے ساتھ مخصوص ہونے پر قرینہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوة ہے جو مومن کیلئے معراج ہے۔ (وللہ الحمد)

نیز حضور اکرم ﷺ کا حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اَرِحْنِىْ يَا بِلَالُ (دفتر اول حصہ دوم مکتوب ۲۲۹) کہہ کر اذان دلوانے سے مفہوم ومعلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم

وعلاوۂ ایں قرینہ، کشف صحیح است والہام صریح۔

اس قرینہ کے علاوہ کشفِ صحیح اور الہامِ صریح بھی اس بارے میں مجھے ہوا ہے یہ معرفت

ایں معرفت از معارف مخصوصہ ایں درویش است۔

اس درویش کے مخصوص معارف میں سے ہے[۵]۔ مشائخ نے اس کمال کو جمع بین التوجہین

مشائخ ایں کمال را در جمع بین التوجہین دانستہ اند۔

(دونوں توجھوں کو جمع کرنے) میں جانا ہے معاملہ اللہ سبحانہ کے سپرد ہے اور سلامتی ہو اس

وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابِعَۃَ

پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور حضرت (محمد) مصطفٰے ﷺ کی متابعت کو اپنے اوپر

الْمُصْطَفٰے عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا

لازم کرے آپ پر اور آپ کی آل (اطہار) پر پورے اور کامل ترین درود و سلام ہوں۔

ﷺ دورانِ نماز اس وقتِ خاص میں متوجہ الی الحق ہونے اور لقائے یار کے لئے کس قدر بے تاب ہوتے ہونگے۔

[۵] **تطبیق**

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تحدیث نعمت کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہماری بیان کردہ تطبیق محض علمی و تحقیقی ہی ہیں نہیں بلکہ کشف صحیح کے ذریعے دکھایا اور الہام صریح کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ اس مطابقت میں کسی قسم کا ابہام اور غلطی کا امکان نہیں اور یہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے۔ (والحمد للہ علیٰ ذالک)

یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا کشف والہام عین شریعتِ مطہرہ

کے مطابق ہوتا ہے اگر کسی صوفی کا کشف خلاف شرع ہو تو ایسے کشف کو رد کر دینا چاہئے البتہ اس صوفی کا ادب واحترام ہر حال میں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ واللہ الموفق

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے درمیان تطبیق دے کر انہیں الہام صریح اور کشف صحیح سے موید کرنا حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے خصوصی معارف میں سے ہے۔

دیگر مشائخ عظام جمع بین التوجہین کو کمال سمجھتے ہیں یعنی ان کے نزدیک بظاہر مخلوق کی طرف متوجہ ہونا اور بباطن خالق کی طرف متوجہ ہونا کمال ہے جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک جو عارف واصل اور کامل ہوں وہ صرف حالت نماز میں ہی متوجہ الی الحق ہوتے ہیں علاوہ ازیں وہ مخلوق کی رشد وہدایت کے لئے کلی طور پر مخلوق کی طرف ہی متوجہ رہتے ہیں۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

منہا-۹

مشائخ فرمودہ اند کہ مشاہدۂ اہل اللہ بعداز وصول

مشائخ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کا مشاہدہ[1] مرتبۂ ولایت پر پہنچ کر اپنے

بمرتبۂ ولایت درانفس ست۔ مشاہدۂ آفاقی کہ در

اندر ہی ہوتا ہے آفاقی مشاہدہ جو سیر اِلی اللہ کے دوران اثنائے راہ

سیرالی اللہ دراثنائے راہ میسر شدہ بود معتبر نیست۔

میں میسر ہوتا ہے وہ معتبر نہیں۔ اور جو کچھ اس

وآنچہ برایں درویش منکشف گردانیدہ اند،

درویش پر منکشف ہوا ہے۔

---

[1] اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مشاہدہ آفاق وانفس کا بیان فرمارہے ہیں۔ تصوف وطریقت کی یہ اصطلاحات آیت قرآنی سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (حم السجدہ ۵۳) (یعنی ہم انہیں آفاق ونفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے) سے ثابت ہے۔

یہاں مشاہدہ، مشاہدہ آفاق اور مشاہدہ انفسی کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

مشاہدہ

کسی امر کے استحضار اور یقینی تصور کا قلب سالک پر اس طرح غالب اور قوی ہو جاتا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا ہے مشاہدہ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ

آن ست کہ مشاہدہ درانفس نیز در رنگ مشاہدہ در آفاق معتبر

وہ یہ ہے کہ مشاہدہ انفس ، مشاہدہ آفاقی کی طرح معتبر نہیں ۔

نیست۔ آں مشاہدہ نہ مشاہدۂ حقیقت حق است سبحانہ

اس لئے کہ وہ مشاہدہ حقیقت حق سبحانہ کا مشاہدہ نہیں ہے ۔

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ) يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَأْىُ عَيْنٍ (صحیح مسلم ۲/۳۵۵)

ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب دوزخ و جنت کا ذکر سنتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

وجوب کے مرتبے میں سالک کو دو قسم کا مشاہدہ ہوتا ہے کبھی صفات بدون تعلقات اس کی نظر میں بعنوان کلیت مشہود ہوتی ہیں اور کبھی صفات متعلق بہ معلومات ومقدورات بعنوان جزئیت نظر آتی ہیں۔

قسم اول

پہلی قسم کے مشاہدے کو شہود صفات کلیہ کا نام دیتے ہیں۔ اس مرتبے میں صفاتِ مجردہ مشہود ہوتی ہیں ان کا ممکنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قسم دوم

دوسری قسم کو شہود صفات جزئیہ کہا جاتا ہے اس مرتبے میں صفات کا ممکنات کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم فلاں معلوم کے ساتھ اور صفتِ قدرت فلاں مقدور کے ساتھ تعلق رکھتی ہے علیٰ ھذ القیاس تمام صفات، ممکنات سے متعلق نظر آتی ہیں، سالکین کے نزدیک مشاہدے کی پہلی قسم

اوتعالیٰ بے چون و بے چگونہ است ۔ درآئینہ چوں گنجائش
کیونکہ وہ (حق) تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے چون کے آئینہ میں گنجائش
ندارد ، چہ آئینہ آفاق وچہ آئینہ انفس ۔ اوسبحانہ نہ داخل
نہیں ہے خواہ وہ آفاق کا آئینہ یا انفس کا آئینہ ہو۔ وہ (حق) سبحانہ نہ عالم کے
عالم است نہ خارج ،
اندر ہے اور نہ اس سے باہر ہے۔

(شہود صفات کلیہ) زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات مکتوب۱۴، ۱/۴۴۴)

مشاہدۂ انفس

مشائخ طریقت کے نزدیک سیر انفسی کے دوران ولایت صغریٰ (ولایت ظلیہ) تک رسائی کے حصول کے بعد سالک کا اپنے اندر انوار وتجلیات دیکھنا۔ مشاہدۂ انفس کہلاتا ہے لہٰذا مطلوب حقیقی کو اپنے اندر ڈھونڈنا چاہئے کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

یہ کیسے پردے پڑ گئے ہیں چشم خلق پر
چاروں طرف تلاش اور یار گھر میں ہے

لطائف میں ذکر کرنا مطلوب حقیقی کو اپنے اندر ہی ڈھونڈنا ہے اسی کو مشاہدہ انفس کی سیر کہا جاتا ہے۔

مشاہدہ آفاق

اثنائے راہ سیر الی اللہ کے دوران عروجی منازل میں سالک کا اشیائے کائنات کی شکلوں اور صورتوں میں حق تعالیٰ کی قدرت کے آثار اور انوار وتجلیات

نہ متصل است بعالم، ونہ منفصل از عالم، شہود و

نہ عالم سے متصل ہے نہ عالم سے جدا ہے حق تعالیٰ کا شہود اور رویت

رؤیۂ او تعالیٰ نیز نہ در عالم ست و نہ در خارج عالم،

بھی نہ عالم میں ہے نہ عالم سے خارج میں ہے۔

دیکھنا مشاہدہ آفاقی کہلاتا ہے۔

جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا شجر میں انوار دیکھنا مشاہدہ آفاقی کی مثال ہے ایسے ہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا سورج، چاند اور ستاروں میں تجلیات دیکھنا مشاہدۂ آفاقی ہے۔

یاد رہے کہ اس مقام پر صوفی عشق مجازی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور توحید وجودی عود کرتی ہے یہاں شیخ کامل مکمل کی باطنی رہنمائی کی شدید ضرورت ہوتی ہے جو سالک کو توجہات کے ذریعے تصرف فرما کر اگلے مقام تک پہنچا دے۔ ورنہ اس مقام پر کئی سالکوں کے سفینے ڈوب جاتے ہیں کہ ان کا کوئی سراغ بھی نہیں ملتا۔ العیاذ باللہ سبحانہ

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

حضرت امام ربانی کا مشاہدہ کے متعلق مؤقف

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک نہ مشاہدہ آفاقی معتبر ہے اور نہ ہی مشاہدۂ انفسی قابل اعتبار ہے لہٰذا جس وقت عارف کمالاتِ ولایتِ نبوت سے مشرف ہوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ شہودِ انفسی بھی ظلال مطلوب میں سے ایک ظل ہے اور مطلوب حقیقی ابھی ماوراء ہے۔

نہ اتصال بعالم دارد و نہ انفصال از عالم، لہٰذا رؤیت اخروی

(وہ رؤیت) نہ عالم سے متصل ہے اور نہ عالم سے منفصل ہے لہٰذا اُخروی رویت کو

را بلا کیف گفتہ اند۔ از حیطۂ عقل ووہم خارج است۔

(علمائے متکلمین) بلاکیف کہتے ہیں جو عقل اور وہم کے احاطہ سے باہر ہے

یہی معرفت حقیقت اور شریعت کے عین مطابق ہے کیونکہ شہودِ آفاق وانفس ظلال کے ساتھ مربوط ہے اور آفاق وانفس اصل کے درک ووصل کی لیاقت نہیں رکھتے۔ پس لامحالہ وہ سیر جو سالک کو آفاق وانفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے اس سیر کا تعلق ظلال کی بجائے اصل کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کو سیر اقربیت کہا جاتا ہے۔ جس کا مدلول آیت قرآنی ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق۱۶)'' ہے جہاں مطلوب لباس، وہم وخیال سے منزہ مشہود ہوتا ہے اور یہ مرتبہ وصل عریانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

من شوم عریاں ز تن او از خیال
تا خرام در نہایات الوصال

اور اسی معرفت کو عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا

جے محبوب پیارا اک دن وسّے نال اساڈے
جاناں میں ہما پکھیرو پھاتا جال اساڈے

سیر اقربیت اور حضرت امام ربانی

اسی معرفت کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے یوں بیان فرمایا:

جو کچھ آفاق وانفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے ظلیت کے داغ سے داغدار

در دنیا ایں سر را بر خواص الخواص منکشف گردانیده اند ہر

دنیا میں اس راز کو خواص الخواص پر منکشف کیا گیا ہے اگرچہ یہ رویت نہیں

چند رؤیت نیست کالرویت است. ایں دولت عظمیٰ است

لیکن رویت ہی کی طرح ہے یہ وہ دولت عظمیٰ ہے۔

ہے پس لازماً نفی کے لائق ہے تاکہ اصل کا اثبات واضح ہوجائے اور جب معاملہ آفاق وانفس سے گذر کر ظلیت کی قید سے خلاصی پالیتا ہے...... تو منتہی سالکوں کو جو دائرہ ظل سے نجات پاچکے ہیں تجلی برقی میسر آتی ہے جو مرتبہ اصل سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ساعت کے لئے سالک کو (برق کی طرح) آفاق وانفس سے رہائی دلاتی ہے اور وہ حضرات (نقشبندیہ) جو دائرہ آفاق وانفس سے گذر کر ظل سے اصل تک رسائی حاصل کرلیتے ہیں یہ تجلی برقی ان کے لئے دائمی ہوجاتی ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ونزد حضرت ایشان ماقدسنا اللّٰہ سبحانہ بسرہ یافت مطلوب بیرون آفاق و انفس است اوتعالیٰ راچنانچہ در مرایائے آفاق گنجائش نیست درمرأت انفس نیز گنجائے نہ"۔

(مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۷۴)

ترجمہ: ہمارے حضرت ایشاں (امام ربانی قدس سرہٗ) کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق وانفس سے باہر ہے ذات حق تعالیٰ کیلئے جس طرح آفاق کے آئینوں میں گنجائش نہیں اسی طرح انفس کے آئینوں میں بھی گنجائش نہیں ہے۔

که بعد از زمان اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین،

جو صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے زمانہ کے بعد کم ہی کوئی اس

کم کسے بایں دولت مستسعد گشتہ است

دولت سے سعادت اندوز ہوا ہے۔

بے چون و بے چگون

بے چون کا معنی "بے مثل" اور بے چگون کا معنی بے کیف ہے در حقیقت بے چون اور بے چگون اللہ تعالیٰ کی صفات سلبیہ میں سے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اس کے متعلق رقم طراز ہیں:

حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں بالکل یگانہ ہے اس کی ذات وصفات مخلوقات کی ذات وصفات سے قطعاً مختلف ہیں اور کسی طرح بھی ان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا حق سبحانہ (مثل) یعنی مماثل موافق سے بھی منزا ہے اور (ند) یعنی مماثل مخالف سے بھی (معارف لدنیہ معرفت ۱۲) (مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات مکتوب ۷۷ جلد دوم)

اہلسنت کا موقف

چونکہ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے اس لئے وہ مماثلت اور کیفیت کے آئینوں سے وراء ہے اس لئے وہ نہ عالم (کائنات) میں داخل ہے اور نہ عالم سے خارج ہے یعنی اشیائے کائنات کی صورتوں اور شکلوں کے اندر اور باہر ہونے سے پاک ہے اور یہی اہلسنت وجماعت کا موقف ہے۔

ہر چند این سخن امروز مستبعد می نماید ومقبول اکثرے

گو یہ بات آج مستبعد معلوم ہوتی ہے اور اکثر لوگ اسے قبول نہیں کرتے۔

نمی گردد۔ اما اظہار نعمت عظمیٰ می نماید۔

لیکن (یہ درویش اس) نعمت عظمیٰ کا اظہار کر دیتا ہے

بعض صوفیا کے سکر یہ اقوال

بعض صوفیا نے جو اس کے برعکس قول کیا ہے اسے غلبہء حال اور سکرِ وقت پر محمول کرنا چاہئے جیسا کہ حضرت پیر بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کافی ہے۔

جے میں تینوں اندر آکھاں فیر مقید جاناں
جے میں تینوں باہر آکھاں میرے اندر کون سماناں
میں وی توں تے توں وی توں بلھا کون نماناں

مصرع ثانی میں حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آفاق میں نہیں انفس میں ہے مصرع ثالث "میں وی توں" میں اپنا اثبات بھی کر دیا اور "توں وی توں" میں اپنی نفی بھی کر دی حالانکہ انہیں "میں وی توں" کی بجائے میں نہیں توں" کہنا چاہئے تھا۔

تا کہ لا الہ کے مطابق عقیدۂ توحید بالکل واضح ہو جاتا لیکن چونکہ یہ انکا عقیدہ نہیں بلکہ غلبہء سکر کی وجہ سے ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے اسلئے السکاریٰ کَالْمجانین کے مصداق انہیں معذور سمجھنا چاہئے۔

حضرت امام ربانی کا مؤقف

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے عقیدہ توحید کو مزید کھول کر بیان فرمایا کہ

کوتہ اندیشاں قبول کنند یا نہ ۔ وایں نسبت باین
کوتاہ اندیش خواہ اسے قبول کریں یا نہ کریں یہ نسبت ان شاء اللہ تعالیٰ آخر زمانے میں
خصوصیت فردا درحضرت مہدی ظہور خواہد یافت ۔
حضرت امام مہدی علیہ السلام میں ظاہر ہوگی ۔ سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی
انشاء اللہ تعالیٰ والسلام علیٰ من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفےٰ
پیروی کی اور اتباع مصطفےٰ (ﷺ) کو لازم جانا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہوں
صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہ وعلیٰ (اطہار) آلہ و اصحابہ اجمعین
آپ (ﷺ) پر اور آپ کی آل (اطہار) پر اور تمام اصحاب پر۔

حق تعالیٰ اشیائے کائنات کے ساتھ اشتراک واشتباہ، صیرورت واتحاد اور انفصال و اتصال سے وراء ہے۔ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیراً والحمدللہ کثیراً

مسئلہ رؤیتِ باری تعالیٰ

چونکہ حق تعالیٰ کائنات کے اندر اور باہر ہونے سے پاک ہے اس لئے وہ مشاہدے اور رؤیت میں اشیائے کائنات کا محتاج نہیں۔ رؤیت باری تعالیٰ کا مسئلہ علم کلام کے معرکۃ الآراء مسائل میں سے ہے اس مسئلہ میں علمائے متکلمین اہل سنت اور معتزلہ کا اختلاف ہے معتزلہ رؤیت باری تعالیٰ کے انکار و امتناع کے قائل ہیں جبکہ متکلمین اہلِ سنت رؤیت باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔

شیخ الاسلام دوسی کا رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق مؤقف

شیخ الاسلام حضرت شیخ ابوالحسن علی بن عثمانی محمد الدوسی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بدءالامالی

میں رقمطراز ہیں:

یراہ المومنون بغیر کیف
و ادراک و ضرب من مثال
فینسون النعیم اذا رأوہ
فیاخسران اہل الا عتزال

ترجمہ: یعنی اہل ایمان بلا کیف وادراک اور بغیر کسی مثال کے اس (حق تعالیٰ سبحانہ) کا دیدار کرینگے۔ جب اس کا دیدار کرینگے تو سب نعمتوں کو بھول جائیں گے ہائے افسوس! معتزلہ کے خسارہ پر۔ بقول شاعر

؎ مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال
بے کیف و بے جہت بے شبہ و بے مثال

حضرت امام ربانی کا منکرین رؤیت کے متعلق اظہارِ تعجب

تعجب ہے کہ وہ لوگ جو رؤیت (باری تعالیٰ) کی دولت پر ایمان بھی نہیں رکھتے وہ کس طرح اس سعادت کے حصول سے بہرہ ور ہوں گے کیونکہ انکار کرنے والوں کے نصیب میں تو محرومی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ بہشت میں ہوں اور دیدار نہ ہو۔

کیونکہ شرع سے جو کچھ بظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ تمام اہل بہشت کو دیدار کی دولت حاصل ہوگی اور یہ کہیں نہیں آیا کہ بعض اہل بہشت کو دیدار ہوگا اور بعض کو نہ ہوگا...... جاننا چاہیئے کہ بہشت اور ماسوائے بہشت سب حق تعالیٰ کے نزدیک برابر ہیں۔ کیونکہ سب اسی کی مخلوق ہیں اور وہ سبحانہ کسی چیز میں بھی حلول و تمکن کئے ہوئے نہیں لیکن بعض مخلوقات کو حق تعالیٰ کے انوار کے ظہور کی قابلیت ہے اور بعض کو نہیں جسطرح کہ آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے اور پتھر و مٹی یہ

قابلیت نہیں رکھتے۔ پس اس بارگاہ جل شانہ کی طرف سے مساوات کی نسبت کے باوجود فرق اسی طرف سے ہے۔

ایں قائدہ یاد دار آنچہ کہ خداست
نے جزو نہ کل، نہ ظرف نہ مظروف است

ترجمہ

یاد رکھو جس جا وہ خداوند بریں ہے
ظرف مظروف و جز و کل نہیں ہے

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۷)

علمائے اہل سنت کا رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق مؤقف

اس عقیدہ کو ایک مقام پر یوں تحریر کیا گیا ہے ”مومناں خواہند دید حق تعالیٰ را در جنت بچشم سر بلا تشبیہ و بلا کیف و کمیت“ یعنی مومنوں کو جنت میں سر کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کا دیدار بلا تشبیہ اور بلا کیف وکمیت ہوگا۔ (نظام العقائد ص ۳۳)

عقائد نسفی میں ہے۔ **فَيُرىٰ لاَ فِيْ مَكَانٍ وَلاَ عَلٰى جِهَةٍ مِنْ مُقَابَلَةٍ اَوْ اِتِّصَالِ شُعَاعٍ اَوْ ثُبُوْتِ مُسَافَةٍ بَيْنَ الْمَرْئِيْ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى**

یعنی حق تعالیٰ کی رؤیت ہوگی مگر مکان، جہت مقابلہ، اتصال شعاع اور رائی اور مرئی (اللہ تعالیٰ) کے درمیان ثبوتِ مسافت کے بغیر

اس مسئلہ کی ایک مقام پر مزید یوں وضاحت فرمائی گئی ہے۔

نخواہد شد میان حق تعالی وخلق مسافت یعنی نہ درغایت از قرب ونہ در نہایت از بُعد ونہ بود مف اتصال ونہ بنعت انفصال ونہ بحلول ش درآمدن در چیزے واتحاد ش یك شدن م یعنی رویت کے وقت حق تعالیٰ اور خلق کے درمیان فاصلہ نہ ہوگا نہ غایت

درجہ قرب کی صورت میں اور نہ نہایت بُعد کی صورت میں، نہ اتصال کی صورت میں اور نہ انفصال کی صورت میں اور نہ ہی حلول کی صورت میں (یعنی کسی چیز میں داخل ہو جانا) اور نہ اتحاد کی صورت میں (ایک ہو جانا)۔ (نظام العقائد ص ۳۴)

آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ

آخرت میں مؤمنوں کے لئے خدائے عزّ وجلّ کا دیدار ہونا حق ہے یہ وہ مسئلہ ہے کہ سوائے اہل سنت و جماعت کے اسلامی فرقوں اور حکمائے فلاسفہ میں سے کوئی شخص بھی اس کے جواز کا قائل نہیں ان کے انکار کی وجہ، غائب کو حاضر پر قیاس کر لینا ہے، جو بہر حال فاسد و غلط ہے۔ نظر آنے والی ہستی جبکہ بے چون اور بے چگون ہوگی، جو رؤیت (دیدار) اس سے متعلق ہوگی وہ بھی بے چون ہی ہوگی۔ اس پر ایمان لانا چاہئے مگر اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہونا چاہئے (کہ وہ کس طرح اور کیونکر ہوگی) قدرت نے اس راز کو آج بھی خواص اولیاء پر ظاہر فرمایا ہوا ہے۔ (جو کچھ انہیں مشاہدہ ہوتا ہے، وہ) اگرچہ رؤیت (دیدار حق) نہیں ہے۔ لیکن وہ بے رؤیت بھی نہیں ہے۔ (یہ کیفیت ہوتی ہے کہ) گویا کہ تم ذات حق تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ کل قیامت کے دن) تمام مؤمن حق سُبحانہ وتعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے ہی دیکھیں گے۔ لیکن ادراک نہیں کر سکیں گے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَار (الانعام ۱۰۳) (نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکیں گی) وہ صرف دو چیزیں معلوم کر سکیں گے ایک تو اس بات کا یقینی علم کہ وہ دیکھ رہے ہیں اور دوسرے وہ لذت جو رؤیت پر مرتب ہوتی ہے ان دو چیزوں کے علاوہ باقی جس قدر رؤیت کے لوازم ہیں، وہ سب کے سب مفقود ہوں گے۔

حضرت امام تورپشتی کا دنیا میں رؤیت کے متعلق مؤقف

آیا حق تعالیٰ کا دیدار عالم دنیا میں کسی کو ہوا یا نہیں اس کے متعلق شیخ الاسلام

شہاب الدین حضرت ابوعبداللہ فضل اللہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

رؤیت در دنیا خلاف نیست میان علمائے اسلام که رؤیت در دنیا نخواهد بودن...... الخ (المعتمد فی المعتقد ص۴۳ مطبوعہ استنبول ترکی)

یعنی رؤیت باری تعالیٰ کے مسئلہ پر علمائے اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ دنیا میں حق تعالیٰ کی رویت نہیں ہوتی اس پر انہوں نے دو احادیث مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے۔

حدیثِ اوّل

حدیث دجال میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت، دجال لوگوں سے کہے گا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں حالانکہ کوئی شخص بھی دنیا کی زندگی میں خدا کو نہیں دیکھ سکتا البتہ موت کے بعد اس کا دیدار ہوگا جیسا کہ وَاِنَّہٗ لَنْ یَّرٰی اَحَدُ کُمْ رَبَّہٗ حَتّٰی یَمُوْتَ سے ظاہر ہے۔

حدیث دوم

دوسری حدیث میں ہے جسے اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول خدا ﷺ سے روایت کرتی ہیں وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات سے پہلے موت کا ذائقہ چکھنا ہوگا۔

حضرت موسیٰ اور رؤیت باری تعالیٰ

یاد رہے کہ ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رَبِّ اَرِنِیْ کہہ کر رویت کا مطالبہ کرنا اس لئے ہو کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو اللہ تعالیٰ کے کلام کی لذت وحلاوت میں اس قدر محو اور مستغرق ہو گئے ہوں کہ جس کے کلام میں اس قدر

لذت وچاشنی ہے اس کے دیدار کا کیا عالم ہوگا فلہٰذا انہوں نے رب تعالیٰ سے دیدار کا مطالبہ کردیا اور پھر جب انہیں افاقہ ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور تُبْتُ اِلَیْکَ کہہ کرتوبہ ورجوع کیا۔ انکا اپنے مطالبہ سے توبہ فرمانا اس امر کی طرف مشیر ہے کہ حق تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں موت سے قبل نہیں ہوسکتا۔

اس کی تائید حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے جوانہوں نے کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء میں تحریر فرمایا ہے اردو ترجمہ ملاحظہ ہو

”حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول تُبْتُ اِلَیْکَ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے اس سوال سے جو میرے لئے مقدر نہیں فرمایا گیا تھا تیری جانب رجوع کیا۔

حضرت ابوبکر ہزلی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد باری تعالیٰ لَنْ تَرَانِیْ کی تفسیر میں کہا ہے کہ دنیا میں کسی بشر کی یہ طاقت نہیں کہ وہ میری جانب دیکھ سکے اور جو میری طرف دیکھے گا وہ مرجائے گا۔

میں نے دیکھا ہے کہ بعض سلف صالحین اور علماء متاخرین نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ دنیا میں اس لئے ممتنع ہے کہ اہل دنیا کی ترکیب اور قوائے جسمانی ضعیف ہیں آفات اور فنا سے اس کے عوارض تغیر پذیر ہوتے رہتے ہیں اس لئے ان کے اندر رؤیت کی طاقت ہی نہیں ہے جب آخرت میں انہیں دوسری ترکیب سے مرکب فرمایا جائے گا قوتِ ثابتہ باقیہ مرحمت فرمائی جائے گی آنکھوں اور دلوں کو پورا نور عطا فرمایا جائے گا تو اس وقت رؤیت باری تعالیٰ کی قوت سے مشرف ہوجائیں گے۔

اسی سے ملتا جلتا مفہوم میں نے حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے دیکھا ہے انہوں نے فرمایا ہے۔

کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ اس لئے نہیں دیکھا جا سکتا کہ وہ باقی ہے اور باقی کو فانی چیز نہیں دیکھ سکتی جب آخرت میں باقی رہنے والی آنکھیں مرحمت فرما دی جائیں گی تو ان باقی آنکھوں سے اس ذات باقی کو دیکھا جائے گا۔ (کتاب الشفاء مترجم جلد اول ص ۳۰۱)

حضرت امام ربانی کا دنیا میں رؤیت کے متعلق مؤقف

حضرت امام ربانی قدس سرہ اس مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

دنیا میں رویت (باری تعالیٰ) واقع نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دنیا اس دولت کے ظہور کی قابلیت نہیں رکھتی اور جو کوئی اس دنیا میں رؤیت کے واقع ہونے کا قائل ہو وہ جھوٹا اور مفتری ہے اس نے حق تعالیٰ کے غیر کو حق جانا ہے اگر اس دنیا میں یہ دولت میسر ہو سکتی تو حضرت کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار تھے اور ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام جو اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں تو اس کا وقوع بھی اس دنیا میں نہیں ہوا بلکہ بہشت میں تشریف لے گئے تو وہاں رؤیت سے مشرف ہوئے جو کہ عالم آخرت سے ہے۔

لہٰذا دنیا میں رویت نہیں ہوئی بلکہ جب دنیا میں دنیا سے نکل کر آخرت کے ساتھ ملحق ہو گئے تو (حق تعالیٰ کے) دیدار سے مشرف ہوئے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۷)

اقسام رؤیت

علمائے متکلمین اہلسنت نے آخرت میں رؤیت خداوندی کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

۱......رؤیت عامہ ۲......رؤیت خاصہ

رؤیت عامہ

یہ ہے کہ روز قیامت محشر میں سب کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا گو اس کی کیفیات مختلف ہونگی چنانچہ حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْحَشْرِ سَوْفَ تَجَلّٰى لِلْكَافِرِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ الْعُصَاةِ بِصِفَةِ الْجَلَالِ وَالْقَهْرِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ بِصِفَةِ اللُّطْفِ وَالْجَلَالِ

یعنی قیامت کے روز محشر میں اللہ تعالیٰ کفار اور گناہگار مسلمانوں کے لئے جلال اور قہر والی صفت کے ساتھ اور نیکوکار مؤمنوں کیلئے لطف وجلال کی صفت کے ساتھ تجلی فرمائے گا۔ (الاسلام والایمان ص۲۰)

اس مفہوم کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

ورنہ در وقت حساب و داد گاہ
ہر کسے بینند چہ مومن چہ تباہ
مومنش بینند باوصاف کمال
کافرش بینند باوصاف جلال

رؤیت خاصہ

مؤمنوں کیلئے یہ ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ٥ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القیامہ ۲۲)

جبکہ کفار اس دیدار خاص سے محروم رہیں گے جیسا کہ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (المطففین ۱۵) سے عیاں ہے۔

یونہی جب اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوکر شرف ملاقات سے مشرف ہونگے اور عشاق لذتِ دیدار سے لطف اندوز ہو رہے ہونگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے تحیت کے ہدیے اور سلام کے تحفے پیش کئے جائیں گے جیسا کہ آیت کریمہ ہے

تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ (الاحزاب ۴۴)

حسن می گفت کہ شامے نہ پذیرد سحرم
عشق می گفت تب و تاب دوامے دارم

اہل جنت کے لئے بہشت میں سب سے بڑی نعمت دیدارِ الٰہی ہے اس لئے جب وہ دیدارِ خدا سے بہرہ ور ہونگے تو جنت کی سب نعمتوں کو بھول جائیں گے کسی عاشق نے کیا خوب کہا

ہر کس بہ بہشت آرزوئے دارد
عاشق بجز ازیں دیدار نہ دارد

یعنی جنت میں ہر شخص کی کوئی نہ کوئی آرزو ہوگی مگر عاشق کی آرزو سوائے دیدار کے اور کچھ نہ ہوگی۔

معراج اور رؤیت باری تعالیٰ

حضور اکرم ﷺ کو شبِ معراج حق تعالیٰ کا دیدار ہوا یا نہیں ہوا اس کے متعلق طبقہء اولیٰ میں ہی اختلاف پیدا ہو گیا تھا اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے بچشم سر حق تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا حضرت عبداللہ بن عباس اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مؤقف ہے کہ آپ شرف دیدار سے مشرف ہوئے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: **رَاٰی رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِقَلْبِهٖ وَلَمْ یَرَهٗ بِعَیْنِهٖ** یعنی آپ ﷺ کو رؤیت قلبی نصیب ہوئی ہے رویت عینی میسر نہیں ہوئی۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَأَیْتُ رَبِّیْ بِقَلْبِیْ وَمَارَأَیْتُ بِعَیْنِیْ یعنی میں نے اپنے رب کو قلب سے دیکھا ہے آنکھ سے نہیں دیکھا۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ بِعَیْنِہٖ یعنی حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو بچشم سر دیکھا ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ قَسَّمَ رُؤْیَتَہٗ وَ کَلَامَہٗ بَیْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَکَلَّمَ مُوْسٰی مَرَّتَیْنِ وَرَاٰہُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَیْنِ (نورالابصار برحاشیہ عقائد توریشتی ص ۴۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا ہے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مرتبہ شرف ہمکلامی حاصل کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حق تعالیٰ کی رؤیت سے دو مرتبہ مشرف ہوئے۔

خواجہ محمد پارسا اور رؤیت باری تعالیٰ

عمدۃ الابدال قدوۃ الاقطاب حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہٗ العزیز اپنی تصنیف لطیف ''تحقیقات'' میں رقمطراز ہیں کہ عامۃ المسلمین جس قدر آخرت میں حق تعالیٰ کا دیدار کرینگے اولیائے کرام یہاں (دنیا میں) اسی قدر شرف دیدار سے مشرف ہیں اولیائے کرام آخرت میں جس قدر دیدار کرینگے انبیائے عظام (علیہم السلام) اس دنیا میں یہاں اسی قدر شرف رؤیت سے بہرہ ور ہیں انبیائے عظام آخرت میں جس قدر روز قیامت رؤیت باری تعالیٰ سے لطف اندوز ہونگے سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اتنا ہی اس دنیا میں دیدار خدا سے بہرہ یاب ہیں۔ فلہٰذا انبیائے گذشتہ اور ہمارے نبی مکرم ﷺ رؤیت اخروی میں برابر نہیں ہونگے لَایُشَارِکُ فِیْہِ غَیْرُہٗ ان کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔

جسے جتنی حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی اس کے موافق دیدار میسر ہوگا۔

(عقائد توریشتی ص ۳۵، ۳۶)

یاد رہے کہ دنیا میں چشم قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کی رؤیت اور عدم رؤیت کے متعلق صوفیائے کرام کے دو مؤقف ہیں۔

شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ اپنی تصنیف لطیف عوارف المعارف میں چشم قلب کے ساتھ رؤیت باری تعالیٰ کے قائل ہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مَوْضَعُ الْمُشَاهَدَةِ بَصَرُ الْقَلْبِ یعنی محلِ مشاہدہ قلب کی آنکھ ہے۔ جبکہ امام الاصفیاء حضرت شیخ ابو اسحاق کلابادی قدس سرہٗ اپنی تصنیف منیف ''التعرف'' میں عدم رؤیت کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

وَاجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ تَعَالٰى لَايُرٰى فِى الدُّنْيَا بِالْاَبْصَارِ وَلَا بِالْقُلُوْبِ اِلَّا مِنْ جِهَةِ الْاِيْقَانِ یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کو دنیا میں نہ آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی قلوب سے سوائے جہتِ ایقان کے۔

حضرتِ امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک راجح قول صاحب تعرف کا ہی ہے چنانچہ آپ اس کے متعلق رقمطراز ہیں:

اس فقیر کے نزدیک صاحب تعرف کا قول مختار و پسندیدہ ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ قلوب کو اس دنیا میں اس حضرت جل سلطانہٗ کی رؤیت کیلئے سوائے یقین کے اور کچھ نصیب نہیں ہے جس کو آپ رؤیت کہہ لیں یا مشاہدہ اور جب قلب کو (اس دنیا میں) رؤیت حاصل نہیں ہوئی تو آنکھوں کو کیا حاصل ہوگی کیونکہ وہ (آنکھیں) اس دنیا میں اس معاملہ (مشاہدۂ حق) میں بیکار و معطل ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۹۰)

کیفیاتِ رؤیت

حضرت ابن عربی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی رؤیت داخلِ عالم بھی ممکن ہے اور خارجِ عالم بھی ممکن ہے کیونکہ کائنات خوذات (حق تعالیٰ) ہے یعنی کائنات کی ان شکلوں اور صورتوں میں وہ (اللہ تعالیٰ) خود متجلی ہے اس لئے شبِ معراج جو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہوا وہ دیدار کسی صورت میں ہی ہوا تھا بروز قیامت حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا وہ بھی کسی صورت میں ہی ہوگا کیونکہ بے صورتی میں دیدار ممکن ہی نہیں خدا جانے وہ صورت کیسی ہوگی چونکہ یقینی علم نہیں کہ وہ کس صورت میں جلوہ گر ہو غالباً اسی لئے زری زربخت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی ''اے اللہ! اگر تو نے کسی صورت میں ہی دیدار کرانا ہے تو پھر (حضرت) بابا فرید (رحمۃ اللہ علیہ) ہی کی صورت میں آجانا'' ایسے ہی ایک رویت ہم نے کسی وحدۃ الوجودی بزرگ سے سنی تھی کہ کسی مقام پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ السبحانی نے بھی یہ دعا کی تھی ''اے خدایا! اگر تو نے روز قیامت صورت میں ہی جلوہ گر ہونا ہے تو پھر حضرت باقی باللہ (قدس سرہٗ) کی صورت میں آجانا''۔

گنج مغل پورہ لاہور میں ایک بزرگ رہتے تھے جن کا اسم گرامی حضرت شیخ ابوالحقائق سید امانت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا جو رومی عصر کے لقب سے مشہور اور بہت بڑے وحدۃ الوجودی صوفی تھے ہم نے ان کی مجالس میں کافی وقت گذارا ہے آج تک ہم نے ان جیسا وحدۃ الوجود کے رنگ میں رنگا ہوا اور محقق صوفی نہیں دیکھا وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''تم وحدۃ الشہودی حضرات کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ صورتوں اور شکلوں سے وراء ہے پتہ تو چلے گا قیامت کے دن جب وہ کسی صورت میں دیدار کرائے گا تو تم بے صورتی تلاش کرتے رہنا ہم صورت میں اس کا دیدار کرلیں گے۔ تو جب وہ آئے گا ہی صورت میں تو جو حضرات بے صورتی کے طالب ہیں انہیں تو رؤیت ہوگی ہی نہیں

اور اسکی صورت کے قائلین کو زیارت ہو جائے گی" اس وقت ہم بھی ذہنی طور پر بڑے پریشان رہتے تھے کہ انہوں نے بڑی زبردست گرفت کی ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی تحقیقات کو پڑھا اور سمجھا تو عقدہ حل ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام ربانی کی تحقیق تک پہنچنا صوفیاء کے لئے بھی مشکل ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی منزہ، بے عیب اور بے کیف ذات کو صورتوں اور کیفیتوں میں کھینچ کر لانے کے بجائے یوں کیوں نہیں کہتے کہ بندوں کی بشری کدورتیں اتار کر ان کے جسموں کو نور بنا کر دیدار کرایا جائے گا لیکن دیدار پھر بھی بے کیف ہی ہوگا تو خدا تعالیٰ پر تغیر و تبدل کے احکام جاری کرنے کی بجائے بندوں پر ہی تغیر و تبدل کے احکام لاگو کرنے چاہئیں جو پہلے ہی تغیر پذیر ہیں تو متغیر شکلوں اور صورتوں میں خدا تعالیٰ سبحانہ کا دیدار کیونکر ہو سکتا ہے۔

اب اس مقام پر صوفیائے مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ شب معراج حضور اکرم ﷺ کو سر کی آنکھوں سے خدا کا دیدار نہیں ہوا تھا کیونکہ سر کی آنکھوں سے دیدار کیف والا ہوتا ہے اور جہت میں ہوتا ہے بلکہ حضور انور ﷺ کا جسم اقدس اصلی ہیئت میں نہیں رہا تھا بلکہ سراپا نورانی آنکھ بن گیا تھا۔ جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا دیدار کیا۔

خدا جانے اس کی کیفیت کیا تھی۔ ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ روز قیامت کچھ دیر کے لئے ہمیں عالم حدوث سے کھینچ کر عالمِ وجوب کے قریب لے جا کر ایسی قوتِ بصارت عطا کر دی جائے جس سے ہم اللہ تعالیٰ کا بے کیف دیدار کریں اور پھر دوبارہ صورت انسانی میں واپس لوٹا دیا جائے اس لئے کیفیتوں، جہتوں، شکلوں اور صورتوں میں خدا تعالیٰ کے دیدار کا قول درست نہیں۔

حضرت امام ربانی کے قول کی توضیح

یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا یہ قول کہ مجھے حضرت خواجہ باقی باللہ

قدس سرۂ کی شکل میں دیدار کرایا جائے اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت امام ربانی کا یہ قول ہے ہی نہیں اگر یہ قول ثابت ہو بھی جائے تو یہ آپ کا سکری کلام ہے جس کا تعلق وحدت الوجود کے ابتدائی مرتبہ سے ہے اس لئے اس کو منسوخ سمجھنا چاہئے اس کا ناسخ زیر نظر منہا اور دیگر ارشادات ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ وحدت الوجود توحید کا تنگ کوچہ ہے شاہراہ کوئی اور ہے۔

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے۔ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قابل تاویل ہے حقیقی معنی نہیں لیا جائے گا بلکہ مرادی معنی لیا جائے گا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کو بڑے اعلیٰ طریقہ سے مشاہدہ کیا ہے۔

حدیث رؤیت کی مختلف جہات

ایسے ہی حدیث مبارک ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا ''کیا آپ نے خدا کا دیدار کیا ہے'' تو آپ نے ارشاد فرمایا هُوَ نُوْرٌ انی اراہ یہ حدیث تین طرح سے محدثین کرام نے پڑھی ہے۔

۱...... هُوَ نُوْرٌ اِنِّیْ اَرَاهُ یعنی وہ نور ہے میں نے دیکھا ہے اسے

۲...... هُوَ نُوْرَانِیٌّ اَرَاهُ یعنی وہ نورانی ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔

۳...... هُوَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاهُ یعنی وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

تو دو معنی ثابت ہو گئے ایک رؤیت کا اور ایک عدم رؤیت کا۔

اگر رؤیت ثابت ہے تو وہ رؤیت قلبی ہے رؤیت عینی نہیں یا پھر یہ حدیث مؤول ہے جیسا کہ بعض صوفیائے کرام نے اس کی تاویل بیان فرمائی کہ شب معراج حضور اکرم ﷺ نے کَالْعَیْن ہو کر خدا کا دیدار کیا ہے کیونکہ خدا ایک جہت میں ہو تو سر کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور جب وہ بے جہت ہے تو دیکھنے والا بھی بے جہت ہونا چاہئے۔

رؤیت قلبی

یونہی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے **لَا اَعْبُدُ رَبًّا لَمْ اَرَاہُ** یعنی میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا جسے میں نے نہیں دیکھا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق قول مشہور ہے کہ انہوں ننانوے مرتبہ خدا کو دیکھا۔

ان سب اقوال سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے انوار وتجلیات کے ظلال کا مشاہدہ ہے جسے رؤیت قلبی کہا جاتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رؤیت عقل وادراک کے احاطہ سے باہر ہے بلکہ باہر سے بھی باہر ہے اسے نہ اندر کہہ سکتے ہیں نہ باہر کہہ سکتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ مجہول النعت ہے۔ جس کی تعریف کرنے کا ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ کس طرح کریں خود حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی **لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ کَمَا اَثْنَیْتَ لِنَفْسِکَ** یعنی اے خدایا میں تیری تعریف نہیں کرسکتا جس طرح تو اپنی تعریف کرسکتا ہے حضور اکرم ﷺ خود اعتراف عجز فرمارہے ہیں ماوشما کس شمار میں۔

بعض جاہل شعراء بے جا مبالغہ آرائی اور لاف زنی سے کام لیتے ہیں جو عامۃ المسلمین کے لئے گمراہی اور بے دینی کا باعث ہوتے ہیں ان کے گمراہ کن نظریات اور کلام سے احتراز کرنا چاہئے۔

بعض صوفیاء کے اقوال سکریہ

ایسے ہی بعض صوفیاء نے حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کو حق تعالیٰ کے مرتبوں میں سے وجوب کا مرتبہ قرار دے دیا حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ان صوفیائے کرام کو کشف میں غلطی ہوگئی حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا

الصلوات وجوب کا مرتبہ نہیں بلکہ مخلوق کا پہلا مرتبہ ہے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہ ان صوفیائے کرام کا بیان عقیدہ نہیں بلکہ بیان حال ہے جو غلبہء سکر کی بنا پر انکی زبان سے نکل گیا اس لئے ہم احتراماً ان کے اس قسم کے اقوال کی تاویل کریں گے انہیں برا نہیں کہیں گے لیکن خود اس قسم کے اقوال پر عمل بھی نہیں کرینگے۔

حضرت امام ربانی کا رؤیت کے متعلق موقف

چونکہ رؤیت اخروی بے کیف ہے اس لئے فہم اور وہم سے وراء ہے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے منہا ۲۰ میں رقمطراز ہیں اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

ہم ایسے خدا کی ہرگز پرستش نہیں کرتے جو شہود کے احاطہ میں آجائے۔ جو دیکھا جاسکے جو معلوم ہوجائے اور وہم وخیال میں سماجائے کیونکہ مشہود مرئی، معلوم، موہوم اور متخیل، مشاہدہ کرنے والے، دیکھنے والے، عالم، وہم کرنے والے اور خیال کرنے والے کی مانند مصنوع اور مخلوق ہے۔

ع آن لقمہ کہ در دہاں نگنجد طلبم

ترجمہ: میں اس لقمے کا طالب ہوں جو منہ میں نہیں سماسکتا۔

سیر وسلوک کا مقصد ہی حجابات کو چاک کرنا ہے خواہ وہ پردے وجوبی ہوں یا امکانی تاکہ وصل عریانی میسر آئے یہ نہیں کہ مطلوب کو اپنی قید میں لائیں اور اپنا شکار بنالیں۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

اٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

رؤیت کالرؤیت

اگر چہ حق تعالیٰ کے دیدار پر رؤیت کا اطلاق آتا ہے مگر وہ حقیقی رؤیت نہیں بلکہ کالرؤیت ہے یعنی رؤیت کی مانند کوئی بے کیف حقیقت ہوگی جسے نہ سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی لفظوں میں بیان کیا جا سکتا اس مسئلہ کی حقیقت کم ہی کسی کو سمجھ آئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد وارث کمالات محمدیہ، حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہی اس حقیقت کو سمجھیں گے۔

رؤیت باری تعالیٰ کا راز اخص الخواص پر منکشف ہوا ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ رؤیت باری تعالیٰ کا راز اخص الخواص پر منکشف ہوا ہے اور اس دولت قصویٰ اور سعادت عظمیٰ سے کم لوگ ہی بہرہ اندوز ہوئے ہیں گو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اس سعادت کے حصول کا دعویٰ نہیں فرمایا مگر ہم کہتے ہیں کہ کسی نادر و نایاب چیز کے متعلق وہی کلام کر سکتا ہے جسے اس سے حظ وافر نصیب ہوا ہو اور یہ بھی دکھایا، سمجھایا اور بتلایا ہے کہ کم ہی لوگ اس دولت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ نیز یہ مسئلہ (رؤیت باری تعالیٰ کا) علمی و تحقیقی طور پر ہی معلوم نہیں ہوا بلکہ بذریعہ کشف اس کی حقیقت آشکارا کی گئی ہے مزید برآں اس امر پر بھی آگاہی بخشی گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قرب قیامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر یہ دولت عظمیٰ کھل کر آشکار ہوگی اس لئے ان حقائق کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ اس نعمت سے ضرور سرفراز ہوئے ہیں۔ **والحمدللہ علیٰ ذالک**

○...... یہ ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے افراط و تفریط سے پاک مبنی بر انصاف عقائد و نظریات جو کتاب و سنت کی روشنی میں علمائے اہل سنت و جماعت کی آراء کے عین موافق ہیں جن سے دل اور دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ **والحمدللہ علیٰ ذالک**

مِنہا-۱۰

چوں طالبے پیش شیخے بیاید، باید کہ شیخ اورا اول

جب کوئی طالب کسی شیخ کی خدمت میں حاضر[1] ہو تو شیخ کو چاہئے کہ پہلے اسے

استخارہ فرماید۔ از سہ استخارہ تا ہفت استخارہ تکرار نماید

استخارہ[2] کا حکم فرمائے تین سے لے کر سات مرتبہ استخارہ کی تکرار کروائے۔

---

[1] جب کوئی طریقت کا طالب یا اللہ تعالیٰ کا طالب کسی شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہء بیعت میں شمولیت کا ارادہ ظاہر کرے تو شیخ کو چاہے کہ سب سے پہلے اسے استخارہ کرنے کا حکم ارشاد فرمائے۔

[2] **استخارہ کی شرعی حیثیت**

استخارہ کا لغوی معنیٰ "طلب خیر" ہے یعنی کسی کام کی اچھائی یا برائی کے متعلق اللہ تعالیٰ سے مشورہ طلب کرنا استخارہ کہلاتا ہے۔

حدیث پاک میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے چنانچہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے۔

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ اِسْتَخَارَةُ اِلَى اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهُ اِسْتِخَارَةَ اللّٰهِ (مستدرک للحاکم)

یعنی ابن آدم کی سعادت اس میں ہے کہ وہ حق تعالیٰ سے استخارہ (طلب خیر) کرتا ہے اور اس کی بدبختی یہ ہے کہ استخارہ ترک کردے۔

استخارہ کا مسنون طریقہ

رات کو سونے سے پہلے یا کسی بھی وقت دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص (یا جو کچھ یاد ہو) پڑھے، نفل ادا کرنے کے بعد دلجمعی سے یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا ا لْاَمْرَ (یہاں اس کام کا نام لے جس کیلئے استخارہ کر رہا ہے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ (یہاں بھی اس کام کا خیال کرے یا نام لے) شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَ اصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ (صحیح بخاری ۱/۱۵۵)

اس کے بعد پاک بستر پر خالی الذہن ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو سو جائے۔ جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات مضبوطی کے ساتھ دل میں آئے وہی بہتر ہے اور اسی کو اللہ تعالیٰ کا مشورہ سمجھے۔ اگر ایک رات یا دن میں کچھ پتہ نہ چلے تو دوسرے دن پھر ایسا کرے اسی طرح سات رات یا دن تک کرتا رہے ان شآء اللّٰہ کام کی اچھائی یا برائی معلوم ہو جائے گی۔

استخارہ کے بعد نیند کرنا ضروری نہیں۔ نیز خواب میں کسی چیز کا نظر آنا یا کسی آواز کا سننا بھی شرط نہیں اگر ایسا ہو جائے تو مضائقہ بھی نہیں۔

استخارہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اپنے دل کی طرف دھیان کرنا چاہیے اگر دل میں کوئی پختہ ارادہ جم جائے یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے

کی بابت از خود رجحان بدل جائے اسی کو استخارہ کا نتیجہ سمجھنا چاہئے اور طبیعت کے غالب رجحان پر عمل کرنا چاہئے۔

جن برے اعمال وافعال سے شریعت مطہرہ نے روکا ہے ان کے لئے استخارہ کرنا گناہ ہے

بعض بزرگ، لوگوں کو استخارہ کا طریقہ یوں بتاتے ہیں کہ فلاں وظیفہ پڑھ کر سوجانا خواب میں خود بخود پتہ چل جائے گا۔ یافلاں فلاں سورتیں پڑھنا کوئی غیبی آدمی حقیقت حال سے آگاہ کرجائے گا یہ استخارہ مباح کے درجے تک جائز تو ہوسکتا ہے مگر استخارہ مسنونہ نہیں۔

بعض لوگوں کی قوتِ درّاکہ اس قدر کمزور ہوتی ہے کہ وہ کیفیات وواردات اور مکشوفات کے درمیان امتیاز کرنا تو رہا درکنار وہ کیفیات کو محسوس ہی نہیں کرسکتے بعض لوگ قوت ارادی کی کمزوری کی وجہ سے خود فیصلہ نہیں کرسکتے۔ یہ سب کچھ ان کی غفلت، بےتوجہی اور مزاج کی کثافت کی علامت ہے اس قسم کے بے ڈھنگے مزاج اور کثیف طبع افراد کہنا شروع کردیتے ہیں کہ استخارہ کی کوئی حقیقت نہیں یہ سب دھوکا ہے ہم نے بڑے وظیفے پڑھے اور استخارے کئے ہیں ہمیں تو کچھ پتہ نہیں چلا معاذ اللہ! دراصل اس قسم کی ثقیل گفتگو بھی ان کے کثیف مزاج اور کور ذوق ہونے کی علامت ہے۔ بقول اقبال مرحوم

ع گلہ ہے مجھ کو زمانے کی کور ذوقی سے

اگر رجحانِ طبع کا بھی علم نہ ہوسکے نہ کوئی آواز آئے نہ کوئی خواب آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ استخارہ ہوگیا ہے مطلع کردیا گیا ہے کہ تمہاری مرضی ہے یہ کام کرلو پھر بھی ٹھیک ہے نہ کرو پھر بھی ٹھیک ہے دونوں طرف خیر ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص شرف بیعت کیلئے حاضر ہوتو اسے استخارہ کا مشورہ کیوں دیا

جاتا ہے؟ حالانکہ لَا اِسۡتِخَارَةَ فِی الۡخَیۡرِ کے مصداق بیعت بذات خود امر خیر ہے۔

جواب: مشائخ طریقت کا طالبوں کو استخارہ کا حکم یا مشورہ دینے کی چند وجوہات ہوتی ہیں۔

o...... استخارہ سنت ہے اس لئے اسکا مشورہ دیا جاتا ہے تا کہ سنت پر عمل ہو جائے جو باعثِ برکت ہے۔

o...... مشائخ عظام عجز وانکسار کی بنا پر یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ میں تو اس قابل نہیں مجھ سے کوئی اچھا شیخ تلاش کرلو جو تمہیں واصل بحق کر دے۔

o...... استخارہ کا مشورہ اس لئے بھی مشائخ دے دیتے ہیں تا کہ طالب کو کسی قسم کا پچھتاوا نہ رہے اور بعد میں وہ کف افسوس نہ ملتا رہے تا کہ دوران استخارہ معاملہ بالکل واضح ہو جائے اور اسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ میرا فیض انہیں (شیخ) کے پاس ہے۔

o...... لوگوں کے عقیدے کمزور اور ہمتیں ماند پڑ گئی ہیں اس قسم کے لوگ کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ ایک دن کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تو دوسرے دن کسی دوسرے شیخ کو جبہ ودستار میں ملبوس دیکھا سفید ریش اور چہرے کی رنگت سفید اور سرخ دیکھی اردگرد مریدین کا ہجوم دیکھا تو سوچنے لگ گئے کہ میں تو ویسے ہی ان کے پاس پھنس گیا ہوں مجھے تو یہاں بیعت ہونا چاہئے تھا اس لئے مشائخ کرام اس قسم کے متذبذب لوگوں کو استخارہ کا مشورہ دے کر ٹال دیتے ہیں۔

o...... بعض لوگ کبھی کسی شیخ سے کوئی وظیفہ پوچھتے ہیں کبھی کسی دوسرے شیخ سے ورد پوچھتے ہیں اس لئے مشائخ عظام اپنا وقت اور ہمت اس قسم کے لوگوں پر ضائع نہیں کرتے بایں وجہ انکو آزمانے کی خاطر استخارہ کا مشورہ دے دیتے ہیں تا کہ اگر وہ متذبذب مرید ہوا تو آئے گا ہی نہیں۔

o...... بارہا یہ بات تجربے میں آئی کہ جب کسی کو کہا جائے کہ کل آنا ہم تجھے داخلِ

بیعت کر لیں گے تو وہ آتا ہی نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یقین لے کر نہیں آیا تھا اس لئے بزرگان دین استخارہ کا مشورہ دیتے ہیں۔

o...... بارہا سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ بڑے بڑے کاملین کے مرید ناقص پیروں کے ہاتھ پر بیعت ہو جاتے ہیں جب اس کی وجہ دریافت کی جائے تو الزام دھر دیتے ہیں کہ ہمیں وہاں کچھ نظر ہی نہیں آیا۔ حالانکہ انہیں کیا علم کہ فیض کس چیز کا نام ہے اور ولایت کسے کہتے ہیں یوں یہ لوگ سلاسل طریقت کو بدنام کرتے اور ان کی توہین کا باعث بنتے ہیں اس قسم کے مرید قابل مذمت ہوتے ہیں اس لئے مشائخ انکو چند دن کی مہلت دیتے ہیں تاکہ اگر بدلنا ہے تو بدل جائے اسی بنا پر انہیں استخارہ کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)

سوال: موجودہ دور کے مشائخ طالبوں کو استخارہ کا مشورہ نہیں دیتے فوراً بیعت کر لیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟۔

جواب: دور حاضر کے مشائخ کا طالبوں کو استخارہ کا حکم نہ دینے کی متعدد وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

o...... اس کی بنیادی وجہ زمانے کا تغیر اور حالات حاضرہ کی تبدیلی ہے۔

o...... گمراہ اور بے دین لوگ درویشی کا لبادہ اوڑھ کر مسند **مشیخیت** پر براجمان ہو گئے ہیں اور بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے عوام کالانعام بیچارے حقیقت حال سے بے خبر ہوتے ہیں اس لئے مشائخ کرام طالبوں کو استخارے کا حکم نہیں دیتے بیعت میں لے لیتے ہیں۔

o...... استخارہ کے لئے مہلت دینے میں ممکن ہے کہ طالب زیادہ متذبذب ہو جائے۔

o...... دور حاضر فتنہ وفساد اور الحاد و بدعقیدگی کا دور ہے ممکن ہے طالب کسی بدعقیدہ گندم نما جو فروش پیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے گمراہ کن عقائد کو قبول کر لے اس

لئے متأخرین مشائخ عظام اس کا ایمان بچانے کیلئے اسے فوراً بیعت کر لیتے ہیں تا کہ اس کا عقیدہ وایمان محفوظ ہو جائے اور وہ مسلک اہل سنت و جماعت پر قائم رہے۔

o...... یاد رہے کہ بایں ہمہ پھر بھی استخارہ کرانے کی گنجائش موجود ہوتی ہے کیونکہ شیخ کو ظاہری اطلاعات ومعلومات کے مطابق اطلاع ہوتی ہے یا باطنی طور پر مطلع کر دیا جاتا ہے کہ یہ متذبذب شخص ہے

o...... ظاہری صورت حال سے علم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص جلب منفعت اور دنیوی مقاصد کیلئے بیعت ہونا چاہتا ہے اس کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ شیخ کے با اثر شخصیت ہونے کی وجہ سے مشکل وقت پر سفارش کروالیں گے شیخ کے ذریعے مالی زبوں حالی کا مداوا ہو جایا کرے گا۔ شیخ باعزت شخصیت اور اچھی شہرت کے حامل ہیں ان کے قرب کی وجہ سے عزت ملے گی۔ بے روزگاری کے ایام میں شیخ کے لنگر خانہ سے دو وقت کا کھانا مل جایا کرے گا۔ کارخانہ اور کاروبار کی خیر وبرکت اور حفاظت ووسعت کے لئے دم درود، وظیفے اور تعویذات لے لیں گے۔ یوں ۹۵ فیصد لوگ محض دنیاوی مقاصد کے حصول کیلئے بیعت ہوتے ہیں باقی ۵ فیصد میں سے بمشکل ۲ فیصد لوگ محض طلب خدا کیلئے بیعت ہوتے ہیں ان کے قلوب میں خدا اور رسول ﷺ کی محبت موجزن ہوتی ہے اور وہ اس لئے بیعت کرتے ہیں کہ اس شیخ کے ذریعے ہمیں خدا ورسول ﷺ کا قرب نصیب ہو جائے بس اور کچھ نہیں چاہئے۔

بعد از استخارہا اگر تذبذبے در طالب پیدانہ شد، شروع

اگر استخاروں کے بعد طالب [۳] میں کسی قسم کا تذبذب پیدا نہ ہو اس کی (تربیت)

در کار او نماید۔

کا کام شروع کر دے۔

۳ طالبوں کی اقسام

تین فیصد لوگ رسمی مرید ہوتے ہیں جن کے دلوں میں نہ خدا کی طلب ہوتی ہے اور نہ کوئی دنیاوی مفاد پیش نظر ہوتا ہے وہ محض اس لئے بیعت کرتے ہیں۔ کہ اگر کسی نے پوچھا تو ہم جواباً کہیں گے کہ ہم بھی فلاں سلسلہ میں بیعت ہیں اس قسم کے لوگ محض بزرگوں کا طریقہ سمجھ کر بیعت ہوتے ہیں غالباً یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ بیعت کے بعد نہ تقویٰ اختیار کرتے ہیں نہ محنتیں اور مجاہدے کرتے ہیں اور نہ ہی عملی طور پر اس کیلئے تیار ہوتے ہیں۔

گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ مریدین کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔خرافاتی مرید ۲۔رسمی مرید ۳۔حقیقی مرید

ہمارے تجزیے کے مطابق ۹۵ فیصد خرافاتی مرید ہوتے ہیں تین فیصد رسمی مرید ہوتے ہیں اور بمشکل دو فیصد حقیقی مرید ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

خرافاتی اور رسمی مریدوں کو اس لئے داخل بیعت کر کے شامل طریقت کر لیا جاتا ہے کہ ہماری محافل ذکر و فکر، مجالس عرس و دروس اور وعظ میں آتے رہیں۔ ہماری صحبت اختیار کر لیں شاید قسمت یاوری کرے تقدیر بدل جائے اخلاص اور للہیت کا جذبہ پیدا ہو رسم اور اسم سے گذر کر حقیقت تک پہنچ جائیں۔ صدق نیت اور حقیقت تو بہ میسر آجائے تو اللہ و رسول کا قرب نصیب ہو جائے۔ (اللھم ارزقنا ایاھا)

اول اورا بطریق توبه تعلیم دہد، و دو رکعت نماز توبه گزاردن

سب سے پہلے اسے توبہ کے طریقہ کی تعلیم دے[1] اور دو رکعت نماز توبہ ادا کرنے

فرماید، که بے حصول توبه دریں راه قدم زدن سود مند نیست

کا حکم دے کیونکہ اس راہ میں حصول توبہ کے بغیر قدم رکھنا فائدہ بخش نہیں ہے۔

یاد رہے کہ اہل اللہ خرافاتی اور رسمی مریدوں کو اس لئے بھی بیعت کر لیتے ہیں کہ ہمارے انکار کی وجہ سے کہیں انکی دل شکنی نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو کہ میرا بندہ آیا تھا چلو گناہگار اور بدنیت ہی سہی تم نے انکار کیوں کیا اس لئے مشائخ عظام کبھی اس ڈر سے بھی قبول کر لیتے ہیں چلو ہم نے نیکی بتانی ہے بتائے دیتے ہیں۔

توبہ[1]

توبہ کا لغوی معنیٰ ''رجوع کرنا'' ہے۔

شریعت مطہرہ میں مذموم کاموں سے لوٹ کر محمود کاموں کی طرف آ جانے کا نام توبہ ہے۔

طالبان طریقت کے لئے جس طرح پہلا درجہ طہارت ہے ایسے ہی سالکان راہ حقیقت کیلئے پہلا مقام توبہ ہے۔

مشائخ عظام اور علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے توبہ کے وجوب پر کتاب وسنت اور اجماع امت کے واضح دلائل موجود ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَتُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعاً اَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (النور۳۱)

یعنی اے مومنو! اللہ تعالیٰ کے حضور سب توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اما باید کہ درحصول توبہ بقدر اجمال اکتفا نماید۔

لیکن چاہئے کہ اجمالاً حصول توبہ پر اکتفا کرے اور اس کی تفصیل کو آئندہ ایام

وتفصیل آنرا بمرور ایام حوالہ کند۔ کہ ہمم درین اوان

کے حوالے کر دے کیونکہ آج کے دور میں ہمتیں بہت پست ہو گئی ہیں

بسیار قاصر اند۔ اگراول تکلیف تحصیل تفصیل توبہ

اگر شروع سے ہی تفصیلی توبہ کے حاصل کرنے کی تکلیف ڈالی گئی لازماً اس کے

کردہ شود ناچار حصول آں مدتے طلبد۔

حصول کے لئے کافی وقت چاہئے۔

بلکہ توبہ سے قبل استغفار حکم ربانی اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے ثابت ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَیْہِ (ھود ۵۲) (اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو) اور حدیث نبوی ﷺ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَ سْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ فِیْ الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (قسم بخدا! میں ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا اور توبہ کرتا ہوں) سے عیاں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور حدیث پاک میں ہے مَامِنْ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ شَابٍ تَائِبٍ یعنی اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے نوجوان سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں۔

؎ درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبریست
وقتِ پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور اکرم ﷺ سے توبہ کی علامت دریافت کی تو ارشاد فرمایا ندامت و پشیمانی ایک مقام پر یوں فرمایا اَلنَّدْمُ تَوْبَۃٌ یعنی فعل بد سے پشیمانی توبہ ہے۔

قدوۂ اہلِ طریقت، کاشف اسرار حقیقت حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ رقمطراز ہیں کہ اَلنَّدْمُ تَوْبَۃٌ ایسا فرمان ہے جس میں توبہ کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں کیونکہ توبہ کی پہلی شرط احکام الٰہیہ کی مخالفت پر افسوس کرنا ہے دوسری شرط لغزش اور زلت کو فوراً چھوڑ دینا ہے تیسری شرط معصیت کی طرف نہ لوٹنے کا قصد کرنا ہے۔ یہ تینوں شرطیں ندامت کے ساتھ وابستہ ہیں کیونکہ جب دل میں ندامت پیدا ہوتی ہے تو بقیہ دو شرطیں خود بخود اس کے ساتھ آ جاتی ہیں۔

جس طرح توبہ کی تین شرطیں ہیں ایسے ہی ندامت کے تین اسباب ہیں۔

۱...... جب عقوبت کا خوف دل پر چھا جاتا ہے اور افعال بد پر دل میں اندوہ و غم کا پیدا ہونا ہے۔

۲...... جب نعمت کی خواہش قلب پر مستولی ہو جائے اور اس بات کا علم ہو جائے کہ فعل بد اور نافرمانی کی وجہ سے اس نعمت سے محروم رہے گا تو اس پر پشیمان ہونا۔

۳...... روز قیامت خدا تعالیٰ اور تمام مخلوق کے سامنے اپنی بے نقابی کے تصور سے خائف ہو کر برے افعال پر نادم ہونا۔

ان میں سے پہلے کو تائب دوسرے کو منیب اور تیسرے کو اوّاب کہتے ہیں پس توبہ کبیرہ گناہوں سے اعمال صالحہ کو بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں رجوع کرنا ہے اور انابت صغیرہ گناہوں سے حق تعالیٰ کی محبت کے باعث رجوع کرنا ہے اور اوبت اپنی ذات کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ریاض الصالحین میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر گناہ

کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو اس کیلئے توبہ کی تین شرطیں ہیں۔

۱...... گناہ سے رک جائے
۲...... گناہ پر شرمندہ ہو
۳...... پھر اس گناہ کے اعادہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے

اگر ان شرائط میں ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی اور اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو پھر توبہ کی چار شرطیں ہیں۔ تین شرطیں تو وہی مذکورہ بالا ہیں اور چوتھی شرط یہ ہے کہ حقدار کو اس کا حق ادا کر دے اگر کسی کا مال لیا تھا تو وہ اسے لوٹا دے اور اگر کسی پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اسے حد نافذ کرنے پر قادر کرے یا اس سے معافی مانگ لے اور اگر کسی کی غیبت کی تھی تو اس سے معافی مانگے۔

اہل طریقت نے توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

صورت توبہ اور حقیقت توبہ

صورتِ توبہ یہ ہے کہ فقط زبان سے توبہ توبہ کرتا رہے توبہ کی شرائط کو پورا نہ کرے۔

جبکہ حقیقت توبہ یہ ہے کہ بندہ ممنوعہ افعال کے ارتکاب سے محض اللہ تعالیٰ کے خوف کی بنا پر باز آ جائے حقیقت توبہ کہلاتا ہے۔

اس قسم کی توبہ کو توبۃ النصوح فرمایا گیا ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ **مَاالتَّوْبَةُ النَّصُوْحُ** یعنی اے جان عالم توبہ نصوح کس کو کہتے ہیں ارشاد فرمایا:

اَنْ يَّنْدَمَ الْعَبْدُ عَلَى الذَّنْبِ الَّذِىْ اَصَابَ فَيَعْتَذِرُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ لَايَعُوْدُ اِلَيْهِ كَمَالَا يَعُوْدُ اللَّبَنُ اِلَى الضَّرْعِ یعنی جو گناہ بندے سے سرزد ہوا اس پر شرمسار ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت طلب کرے جس طرح دودھ کھیری میں

دوبارہ داخل نہیں ہوسکتا پھر اس سے یہ گناہ صادر نہ ہو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں آیا اور کہنے لگا **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ وَکَبَّرَ** یعنی اے اللہ! میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں پھر اس نے تکبیر تحریمہ کہی اور نماز پڑھنے لگا جب نماز سے فارغ ہوا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **اِنَّ السُّرْعَةَ اللِّسَانَ بِالْاِسْتِغْفَارِ تَوْبَةُ الْکٰذِبِیْنَ وَتَوْبَتُکَ تَحْتَاجُ اِلَی التَّوْبَةِ** یعنی زبان سے تیز تیز توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے یہ ایسی توبہ ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے اس نے عرض کیا اے امیر المومنین توبہ کیا ہے آپ نے فرمایا جس توبہ میں چھ باتیں پائی جائیں وہ سچوں کی توبہ ہوتی ہے۔

۱...... گذشتہ گناہوں پر ندامت
۲...... فوت شدہ فرائض کی قضا
۳......غصب شدہ مال کی واپسی
۴...... جس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا ہے اس سے طلبِ معذرت
۵...... آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم
۶...... جس طرح پہلے تو نے اپنے نفس کو گناہوں کی مٹھاس چکھائی ہے اسی طرح اسے فرمانبرداری کی تلخی چکھانا۔

جو شخص توبہ کی مذکورہ بالا شرائط اور آداب کو بجالاتا ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہوجاتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ **اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ** سے عیاں ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے یہاں اجمال و تفصیل کے اعتبار سے توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

اجمالی توبہ اور تفصیلی توبہ

اجمالی توبہ یہ ہے کہ بندہ ہر قسم کے کبیرہ وصغیرہ گذشتہ گناہوں سے باز رہنے کا وعدہ کرے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے۔

بعض لوگ شیخ کامل مکمل کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے باوجود فیض سے محروم رہتے ہیں اسکی چند وجوہات ہیں۔

۱...... ان کی حقیقت توبہ تک رسائی نہیں ہوتی۔

۲...... ان کی طلب صادق نہیں ہوتی۔

۳...... وہ غافل مزاج ہوتے ہیں۔

۴...... حقیقت اخلاص سے یکسر خالی ہوتے ہیں۔

۵...... کم کوش اور دوں ہمت ہوتے ہیں۔

۶...... اپنی طریقت اور مشائخ عظام کے ساتھ والہانہ لگاؤ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی مذکورہ بالا وجوہات، جہالت اور حماقت کی بنا پر شیخ کی خدمت میں بار بار توجہ اور فیض کیلئے عرض بھی کرتا رہے اسے فیض نصیب نہیں ہوتا۔

○...... جب شیخ مرید کی اپنے ساتھ محبت ووارفتگی دیکھتا ہے۔

○...... مرید صحبت کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔

○...... اللہ تعالیٰ کے حضور آہ وزاری کرتا ہے۔

○...... جب شیخ مرید کے اضطراب والتہاب اور سچی تڑپ کو دیکھتا ہے۔

○...... مرید کی طلب صادق ہوتی ہے۔

○...... شیخ نگاہ ولایت سے مرید کے حق میں فضل وفتوحات کے دروازے کھلتے ہوئے دیکھتا ہے۔

○...... بارگاہ رسالت مآب ﷺ کی طرف سے اس کے بارے میں شفقت اور نگاہ عنایت کا مشاہدہ کرتا ہے۔

o…… اللہ ورسول ﷺ کے احکام کو بجالاتا اوران کے حقوق کی پاسداری کرتا ہے۔

o…… مرید کی محنت اور اخلاص کو دیکھتا ہے۔

o…… مرید کی ادائے وفا کو دیکھتا ہے۔

تو قدرتی طور پر خود بخود شیخ کے سینے میں فیض جوش مارتا ہے تو شیخ توجہ و دعا سے نواز دیتا ہے بقول شاعر

یہ ہیں اللہ والے یہ دیتے ہیں سب کچھ
مگر ان سے لینے کا چاہیے ڈھب کچھ
بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ
فقیروں کی جھولی میں ہے اب بھی سب کچھ

اگر شیخ دوں ہمت، بے شوق اور طلبِ صادق سے محروم مریدوں کو فیض عطا بھی فرمادے تو اس قسم کے مرید کا فیض چغلی، غیبت، حسد، بغض، عناد، فتنہ وفساد، لقمہء حرام وغیرھا کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔

چونکہ مشائخ نے عطائے فیض میں فیاضی کا حشر دیکھا ہوتا ہے اس لئے وہ بے نیاز رہتے ہیں اور اذنِ الٰہی کے منتظر رہتے ہیں۔

یادر ہے کہ شیخ طالب کو پہلے اجمالی توبہ کی تلقین کرے یہ صرف آغاز ہے تعلیم توبہ کا۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کے دل میں یقین کے درجے تک یہ بات سما جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حضور اکرم ﷺ کی حکم عدولی میرے لئے ہمیشہ کے جہنمی ہونے کی علامت ہے آئندہ میں کوئی گناہ نہیں کروں گا بلکہ جتنے گناہ پہلے ہو چکے ہیں خواہ وہ از قبیل حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد کی قسم سے ہوں انہیں ادا کرے گا محض زبان سے توبہ [illegible] یا دو نفل پڑھنے سے حقیقت توبہ میسر نہیں آتی۔ **واللہ الموفق**

تفصیلی توبہ یہ ہے کہ بندۂ مومن حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اعتراف عجز کے

ساتھ ادا کرے زندگی میں جتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں اس کے حساب سے ادا کرے۔ جتنے روزے کسی عذر کی وجہ سے نہیں رکھ سکا ان کی قضا کرے، جتنے روزے توڑے ہیں ان کا کفارہ ادا کرے۔ غرضیکہ جتنے فرائض اور واجبات رہ گئے ہوں انہیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے صاحب نصاب واستطاعت ہوتے ہوئے جتنی قربانیاں اور صدقات فطرانہ چھوٹے ہیں انہیں ادا کرے۔

صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ ادا نہیں کی اسے ادا کرے، اگر زمیندار ہے تو شرعی لحاظ سے عشر ادا کرے۔

حقوق العباد میں سے اگر کسی کا قرضہ واپس نہیں کر سکا قرض لوٹائے اگر کسی ہمسایہ، دوست یا رشتے دار کا مال غصب کیا ہے اسے واپس کرے اگر کسی کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا ہے اسے لوٹائے۔ اگر کسی کا حق ضائع کیا ہے یا تلف کیا ہے اس سے معاف کروائے بصورت دیگر اسے ادا کرے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے بعض بزرگوں کا قول تحریر فرمایا ہے کہ ایک رتی چاندی (جو غلط طریقہ سے حاصل کی گئی ہو اس) کا واپس کر دینا چھ سو مقبول حجوں سے افضل ہے، رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (الاعراف ٢٢) (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ٦٦)

یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں کہ اگر حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوئی کمی بیشی ہوئی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل سے معاف فرمادے گا کیونکہ وہ غنی مطلق اور ارحم الراحمین ہے جبکہ بندہ فقیر محتاج اور فطرۃً بخیل ہے اس لئے حقوق العباد کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ٧٦)

ورنہ کل قیامت کے روز اس کا حساب دینا پڑے گا، جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے۔

اَتَدْرُوْنَ مَاالْمُفْلِسُ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ (ﷺ) اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِصَلٰوۃٍ وَصِیَامٍ وَزَکٰوۃٍ وَیَاْتِیْ قَدْشَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَکَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَاعَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ (مسلم۲/۳۲۰)

ترجمہ: یعنی کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ حاضرین نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان تو آپ (ﷺ) نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو روز قیامت نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا پس ہر ایک حقدار کو اس کی نیکیوں میں سے اس کے حق کے برابر نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر حقداروں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں۔ حقداروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس کو نارِ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ **(العیاذ باللّٰہ سبحانہ)**

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا نہیں کرتا کوئی پیر فقیر خواہ زمانے کا غوث ہی کیوں نہ ہو اسے منازل سلوک طے نہیں کروا سکتا اسے کبھی بھی روحانی ارتقا نصیب نہیں ہوسکتی وہ جہالت اور مذلت کے گڑھوں میں پڑا رہے گا۔ اسے خدا اور مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کا قرب میسر نہیں ہوسکتا بالفرض ایسا شخص اگر شیخ بھی بن جائے وہ سب دجل وفریب ہے اسے حقیقتِ مشیخیت نہیں ملی وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل گرفت ہوگا اس کی اپنی نجات مشکل ہے وہ دوسروں کی نجات کا ذریعہ کیسے بنے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل وتوفیق شامل حال نہ ہو حضور اکرم ﷺ کی نگاہ کرم معاون نہ ہو اپنے مشائخ اور والدین کی دعائیں اور اپنی التجائیں نہ ہوں گناہوں پر نادم نہ ہو بخشش کا معاملہ نہایت مشکل ہے اور اگر یہ سب کچھ ممد و معاون ثابت ہوں تو اسے محض اللہ کا فضل ہی سمجھنا چاہئے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے دور میں (تقریباً چار صدیاں قبل) سالکین بھی کم کوش اور دوں ہمت ہیں۔ اس لئے انہیں تفصیلی توبہ میں مشغول کرنا حکمت کے خلاف ہے ورنہ سالک کی طلب میں فتور آنے سے وہ اصل مقصد سے ہی محروم رہ جائے، اگر اسے ابتداء ہی میں تفصیلی توبہ کی تلقین کی گئی جس کے لئے ایک طویل عرصہ درکار ہے بنابریں وہ ایسی توبہ سے بھی توبہ کر اٹھے گا۔

؎ آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

اجمالی طریق توبہ کی نصیحت کے بعد شیخ کو اسے حلقہء بیعت میں شامل کر کے اس کی باطنی استعداد کے مطابق ذکر وفکر کی تعلیم دینا چاہئے۔

شاید دریں مدت فتورے درطلب او رود، واز مطلب باز

شاید اس مدت کے دوران اس کی طلب میں کوئی فتور واقع ہو جائے اور

مـاند، بلکه توبه را ہم سرانجام نه دہد۔ بعدازاں طریقے که

اصل مقصد سے رہ جائے بلکہ توبہ کو بھی سرانجام نہ دے سکے اس کے بعد جو

مـناسب استعداد طالب است تعلیم نماید، وذکرے که

طریقہ طالب کی استعداد کے مناسب ہو اس کی تعلیم دے اور جو ذکر اسکی

ملایم قابلیت اوست تلقین فرماید۔

قابلیت کے مطابق ہو تلقین فرمائے ۵

۵ باطنی تربیت کے مختلف طرق

چونکہ راہ سلوک طے کرنے کے متعدد طریقے ہیں اور لوگوں کی روحانی ہمتیں، ذوق اور باطنی استعدادیں بھی متفاوت ہیں اس لئے ہر ایک کی استعداد کے مطابق ذکر تلقین کرنا چاہئے کیونکہ کچھ لوگ بالکل ہی کور باطن ہوتے ہیں کچھ لوگ متوسط درجے کے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ راہ سلوک طے کرنے کیلئے نہایت مستعد اور بلند ہمت ہوتے ہیں اس لئے سب کو ایک جیسا ذکر تعلیم و تلقین نہیں کرنا چاہئے۔

- o...... کسی سالک کو اس کی باطنی استعداد کے مطابق تصور شیخ کی نصیحت کرنا چاہئے۔
- o...... کسی کو باطنی استعداد کے موافق ذکر اسم ذات کا سبق دینا چاہئے۔
- o...... کسی کو پاس انفاس کی تعلیم دینا چاہئے۔
- o...... کسی کو ذکر قلبی کا مشورہ دینا چاہئے۔
- o...... کسی کو عبادات فرضیہ و نافلہ کی تلقین کرنی چاہئے۔

o...... کسی کو دلائل الخیرات اور درود خضری وغیرھا پر کاربند رہنے کا حکم دینا چاہئے۔

o...... کسی کو نفی اثبات کا ذکر بتا دینا چاہئے۔

o...... کسی کو استغفار اور تلاوت قرآن بتانا چاہئے۔

o...... کسی کو صرف خیال کے ساتھ ذکر کی تعلیم دینا چاہئے۔

غرضیکہ جیسی سالک کی باطنی لیاقت اور روحانی استعداد ہو اس کے مطابق اسے ذکر و فکر اوراد و وظائف کی تجویز دینا چاہئے۔

یاد رہے کہ ایسا وہی شیخ طریقت کر سکتا ہے جس نے خود سلوک طے کیا ہو عروجی منازل اور نزولی مراتب سے مکمل طور پر آگاہ ہو راہ سلوک کی مشکل گھاٹیوں اور منزلوں سے پوری طرح واقف ہو یہ شیخ ناقص کے بس کا روگ نہیں۔

جانشین امام ربانی عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز) نے اگرچہ اپنے کسی رسالہ (مبداء و معاد زیر نظر منہا) میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کو چاہئے کہ طالب کو ذکر و شغل کے طریقوں میں سے وہ طریقہ سکھائے جو اس کے حال کے مناسب اور اس کی استعداد و قابلیت کے لائق ہو لیکن آخری زمانہ میں ان کا طریقہ تمام طالبین کے لئے اسم ذات کی تعلیم کو مقدم کرنا تھا ان کی صلاحیتوں کے باوجود ان میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے الا ماشاء اللہ تعالیٰ اور اس میں راز یہ تھا کہ آپ کے ابتدائے حال میں آپ کی سیر اطوارِ ولایت میں تھی اس لئے کہ ولایت کا کمال جذبہ و سلوک کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ دونوں ولایت کے دو رکن ہیں ولایت ان دونوں کے بغیر متحقق نہیں ہوتی پس کمال ولایت میں شیخ کیلئے ضروری ہے کہ مرید کے حال کا لحاظ رکھے اور اس کو اس کی استعداد کے مناسب طریقہ سکھائے اور جو طریقہ اس کی استعداد کے خلاف ہو وہ نہ سکھائے اس کیلئے سلوک کو آسان کرے تا کہ اس کے کام میں خلل نہ

پڑے مثلاً جب کسی کی استعداد جذبہ کے مناسب ہو تو اس کو وہ طریقہ سکھائے جو جذبہ کے مناسب ہو اور اگر وہ اس کو ایسا طریقہ سکھائے گا جو سلوک کے مناسب ہوگا تو اس کے کام میں خلل واقع ہوگا اور دیر لگے گی یا سلوک میں دشواری پیش آئے گی اور شیخ وسالک (دونوں) کو اس (سالک کے) امر کی اصلاح میں مشقت اٹھانی پڑے گی اور جب (حضرت عالی) **قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہٖ** نے اطوار ولایت سے ترقی کی اور تبعیت و وراثت کے ذریعہ کمالات نبوت تک پہنچے تو وہ جذبہ وسلوک کے دائرہ سے نکل گئے کیونکہ کمالات نبوت ان دونوں (جذبہ وسلوک) سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ان دونوں سے بالا ہیں اور اس طریق میں سالک کی ترقی محض شیخ کی صحبت ومحبت اور شریعت عالیہ وسنت نبویہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے اطوار کے اتباع کے ساتھ اس (شیخ) کے آداب کو ملحوظ رکھنے سے ہے اس وقت ذکر کی تعلیم کرنا طالب کی تسلی کے لئے ہے اور اگرچہ ذکر فی نفسہٖ مفید ہے لیکن وصول کا مدار نہیں ہے۔

(مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۷۸)

تعلیم طریقہ کے بعد شیخ کو چاہیے کہ طالب کو اپنی خصوصی توجہات قدسیہ سے نوازتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی روحانی ارتقاء کے لئے التجائیں کرتا رہے تا کہ سالک جلد از جلد عروجی مدارج اور نزولی منازل طے کر سکے **اللھم ارزقنا ایاھا**

شیخ، طالب کو راہ طریقت کی نزاکتیں اور لطافتیں بیان کرتا رہے اور اسے بلند ہمتی کی تلقین اور آداب وشرائط طریقت کی تعلیم دیتا رہے تا کہ سالک سے کوئی ایسی دانستہ یا غیر دانستہ غیر ذمہ دارانہ حرکت سرزد نہ ہو جائے جو آداب طریقت کے منافی ہو اسی لئے مشائخ طریقت مریدین کیلئے درس ووعظ ونصیحت کی مجالس کا اہتمام کرتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آداب طریقت کو بیان کر دیا جائے۔

مرید، طالب اور اللہ تعالیٰ مطلوب ومقصود ہے اور طالب ومطلوب کے درمیان

شیخ کامل برزخ اور وسیلہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (المائدہ) سے عیاں ہے۔

چونکہ شیخ کامل و مکمل نبی (علیہ السلام) کا کامل وارث اور نائب ہوتا ہے۔ اس لئے شیخ اپنے مریدوں میں ایسے ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں ہوتا ہے فلہذا شیخ کامل کے حقوق خدا اور رسول ﷺ کے بعد سب سے زیادہ ہیں۔ نیز طریقت نقشبندیہ میں فیض کا حصول صحبت شیخ اور تعلیم طریقہ پر منحصر ہے۔ اس لئے صحبت شیخ کے آداب اور اس کی مجلس کے شرائط پیش خدمت ہیں۔

وتوجھے بکار او در کار دارد، والتفاتے بحال او مرعی

اور اس کے معاملہ میں پوری توجہ صرف کرے اور اس کے حال کو مدنظر رکھے اور اس

نماید۔ وآداب و شرائط راہ را باو بیان سازد۔

راہ کے آداب و شرائط اسے بتا دے [۲]

[۲] آداب شیخ

طالب کو اپنا آپ کلی طور پر شیخ کے حوالے کر دینا چاہئے اور اس کی پیروی اس طرح کرے جیسے مردہ بدست زندہ۔

o...... مرید کو چاہئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے شیخ کی طرف متوجہ کرے۔

o...... شیخ کی موجودگی میں اس کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ کرے۔

o...... شیخ کے حضور نماز فرض اور سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

o...... شیخ کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو۔

o...... طالب، شیخ کے کپڑے پر اپنا سایہ نہ پڑنے دے اور نہ ہی اس کے سایہ پر اپنا سایہ پڑنے دے۔

o...... شیخ کی جائے نماز (مصلی) پر قدم نہ رکھے اور اس کے وضوخانہ میں وضو نہ کرے۔

o...... شیخ کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے۔

o...... شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی موجودگی میں نہ کسی سے کلام کرے اور نہ ہی کھائے پیئے۔

o...... شیخ کے آستانے کی طرف پاؤں دراز نہ کرے اور اس کی طرف تھوک بھی نہ پھینکے

o...... مرید کے قلب میں شیخ کے متعلق جو شبہ پیدا ہو شیخ سے اس کا حل دریافت کرے

اگر حل سمجھ میں نہ آئے پھر بھی اپنا قصور جانے۔

o...... شیخ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے۔

o...... مرید کو جہاں سے فیض ملے اسے اپنے شیخ ہی کا فیضان سمجھے اور یقین جانے کہ میرے شیخ کا لطیفہ دوسرے شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

o...... جو کچھ شیخ سے صادر ہوا سے درست اور بہتر جانے اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے کیونکہ شیخ جو کچھ کرتا ہے وہ الہام ربانی اور اذن الٰہی سے کرتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔

o...... مرید شیخ کی حرکات وسکنات پر اعتراض نہ کرے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اعتراض سے سوائے محرومی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تمام مخلوق میں بد بخت شخص وہ ہے جو مشائخ عظام کا عیب بین ہو۔

o...... شیخ سے کرامات کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔

o...... جملہ کلی وجزوی امور میں شیخ کی اقتدا کرے خواہ وہ کھانے پینے، پہننے، سونے اور اطاعت کے معمولی کام ہی کیوں نہ ہوں۔

o...... مرید، نماز شیخ کی طرح ادا کرے اور فقہ کے مسائل بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھے

o...... طالب اپنے کشوف وواقعات پر اعتماد نہ کرے بلکہ جو کچھ منکشف ہو یا واقعہ وغیرہا میں مشاہدہ کرے اسے من وعن شیخ کی خدمت میں عرض کردے۔

o...... شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی مجلس سے جدا نہ ہو کیونکہ اپنے لئے شیخ کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے۔

o...... مرید کو ظاہر وباطن میں جو فیوض وفتوحات حاصل ہوں ان کو شیخ کی وساطت سے تصور کرے۔

٥…… یاد رہے کہ اگر کوئی سالک بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور انہیں مناسب طور پر ادا نہ کر سکے اور کوششِ بسیار کے باوجود عہدہ برآ نہ ہو سکے تو اس کے لئے معافی ہے لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف لازم ہے اور اگر آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ **(العیاذ باللہ سبحانہ)**

ؔ ہر کہ را روئے بہ بہود نہ بود
دیدن روئے نبی سود نہ بود

٥…… یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اعتقادات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں سستی کا واقع ہونا اور احوال ومواجید کا مفقود ہو جانا شیخ کی ناراضگی اور غضب کے نتائج وثمرات میں سے ہے اگر آزارِ شیخ کے باوجود احوال ومواجید میں کچھ اثر باقی رہے تو اسے استدراج سمجھنا چاہئے کیونکہ شیخ کے ناراض ہو جانے کا نتیجہ عاقبت کی خرابی اور نقصان ہے۔

مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد   بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
ہر کہ گستاخی کند ازیں طریق   گردد اندر وادئ حسرت غریق
ہرچہ آمد بر تو از ظلمات و غم   آں ز بے باکی و گستاخیست ہم

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے اس طریقہ عالیہ کے آداب ایک مقام پر یوں تحریر فرمائے ہیں:

اس راہ کے طالب کو چاہئے کہ اول اپنے عقائد کو علمائے اہل حق **شکر اللہ تعالیٰ سعیہم** کے عقائد کے موافق درست کرے پھر فقہ کے ضروری احکام کا علم

حاصل کرے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الٰہی جلّ شانہ میں معروف رکھے۔ بشرطیکہ اس ذکر کو کسی شیخ کامل و مکمل سے اخذ کیا ہو کیونکہ ناقص سے کامل نہیں ہو سکتا اور اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح معمور رکھے کہ فرضوں اور مؤکدہ سنتوں کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہو حتی کہ (ذکر میں پختگی آنے تک) قرآن مجید کی تلاوت اور عبادات نافلہ کو بھی موقوف رکھے اور وضو سے اور بے وضوء بھی ذکر کرتا رہے، کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اس کام میں مشغول رہے، نیز چلتے پھرتے، کھانے پینے اور سونے کے وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست
پاکئ دل ز ذکر رحمان ست

ترجمہ: ذکر کرتا رہ کہ جب تک جان ہے...... دل کی پاکی ذکر رحمٰن ہی سے ہے۔

اس طرح دوام ذکر میں اس قدر مشغول رہے کہ مذکورہ کے سوا سب کچھ اس کے سینے سے دور ہو جائے اور مذکور کے علاوہ اس کے باطن میں کسی چیز کا نام و نشان تک نہ رہے حتی کہ بطور وسوسہ بھی ماسوا اس کے قلب میں نہ گزرے اور اگر تکلف سے بھی غیر کا خطرہ دل میں لانا چاہے تو نہ لا سکے اور یہ نسیان جو قلب کو تمام ماسوائے مطلوب سے حاصل ہوا ہے وہ حصول مطلوب کا ایک مقدمہ ہے اور حصول مطلوب اور اس کے وصول کی خوشخبری دینے والا ہے اور نفس حصول مطلوب اور وصول حقیقی بمقصود کے متعلق کیا لکھے کہ وہ وراء الورا ہے

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُيُوْفٌ

ہائے پہنچوں کس طرح محبوب تک......... پرخطر ہیں کوہ و غار اس راہ میں

اور جب برادر عزیز، اللہ سبحانہ کی عنایت سے اس سبق کو انجام تک پہنچا لے

تو دوسرے سبق کی طلب ظاہر کرے۔ **و اللّٰہ سبحانہ الموفق**

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۸۴)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ کامل راہ طریقت کے آداب و شرائط مریدین کے سامنے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت اور سلف صالحین کے آثار کی اتباع کی ترغیب دیتا رہے اس کی مزید تفصیل و تاکید و تقیید بیان کرتے ہوئے آپ مزید رقمطراز ہیں اردو ترجمہ ملاحظہ ہوا سعادت مند! ہم پر اور آپ پر لازم ہے کہ کتاب و سنت کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کریں (جس طریقہ پر کہ) علمائے اہل حق **شکر اللّٰہ سعیہم** نے کتاب و سنت کو سمجھا ہے اور اس سے اخذ کیا ہے کیونکہ ہمارا اور آپ کا سمجھنا ان بزرگواروں کی فہم اور رائے کے موافق نہیں ہے تو وہ حدود و اعتبار سے ساقط ہے۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت کے مطابق سمجھتا ہے اور ان کو وہیں سے اخذ کرتا ہے **وَالْحَالُ اَنَّہٗ لَایُغْنِیُ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا** (حالانکہ ان سے حق کے متعلق کسی قسم کا بھی فائدہ نہیں ہوتا)۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۱۵۷)

ودر متابعت کتاب وسنت وآثار سلف صالحین ترغیب فرماید

اور قرآن و سنت اور آثار سلف صالحین کی ترغیب فرمائے ے

ے مسئلہ تقلید کا اجمالی تذکرہ

مذکورہ سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ قرآن وحدیث کو اپنی عقل ناتمام اور علم خام کے ذریعے سمجھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ائمہ مجتہدین نے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے جو احکام ومسائل استنباط واستخراج کیئے ہیں ان کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ائمہ عظام نے زمانہ ء رسالت کے قرب، وفور علم، کثرت روایات، کمال تقویٰ اور جودت فکر کی بنا پر ناسخ ومنسوخ، محکم ومؤول، مقدم ومؤخر اور متضاد ومتخالف نصوص میں مطابقت وموافقت پیدا کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عامۃ المسلمین کو براہ راست کتاب وسنت سے احکام اخذ کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید سے منع فرمایا گیا ہے چنانچہ علامہ ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔

لَایَجُوْزَ لِاَحَدٍاَنْ یَّاْخُذَ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَالَمْ یَجْتَمِعُ فِیْهِ شُرُوْطُ الْاِجْتِهَادِ یعنی کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کتاب وسنت سے احکام اخذ کرے جب تک اس میں شروط اجتہاد جمع نہ ہوں۔

صاحب مسلم الثبوت رقمطراز ہیں:

اَجْمَعَ الْمُحَقِّقُوْنَ عَلٰی مَنْعِ الْعَوَامِ مِنْ تَقْلِیْدِ الصِّحَابَةِ بَلْ عَلَیْهِمْ اِتِّبَاعُ الَّذِیْنَ یَسِّرُوْا وَبَوَّبُوْا وَهَذَّبُوْا وَنَقَّحُوْا وَفَرَّقُوْا وَعَلَّلُوْا وَفَصَّلُوْا وَعَلَیْهِ ابْتِنٰی اِبْنُ الصَّلَاحِ مَنْعَ تَقْلِیْدِ غَیْرِ الْاَئِمَّةِ

یعنی محققین کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ عوام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید سے روکا جائے بلکہ ان پر ائمہ مجتہدین کی اتباع لازم ہے کہ جنہوں نے تبویب، تہذیب، تنقیح، تفریق، تعلیل اور تفصیل کر کے تلاش مسائل میں سہولت پیدا کر دی ہے۔

چنانچہ امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام دارالہجرتین حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کو شہسواران میدان شریعت تسلیم کر کے تقریباً ۲ صدیاں بعد امت مسلمہ اور ملت اسلامیہ ان کی تقلید پر متفق ہو گئی۔ اور متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہو گیا **مَنْ لَمْ يَبْلُغْ دَرَجَةَ الْاِجْتِهَادِ وَجَبَ عَلَيْهِ التَّقْلِيْدُ** یعنی جو شخص درجہ اجتہاد کو نہ پہنچا اس پر مسائل شرعیہ میں کسی امام کی تقلید کرنا واجب ہے۔

امت محمدیہ اور ملت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے جلیل القدر علماء، فضلاء، صلحاء، اتقیاء، اولیاء، اقطاب، اوتاد، اغیاث، محدثین، مفسرین اور محققین نے ان مقتداؤں کی حاشیہ برداری کو سعادت سمجھا۔

چنانچہ حضرت امام بخاری، حضرت امام مسلم، قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی، شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، خواجہ جہاں بلاگرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری، حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے علمائے راسخین اور اولیائے کاملین کو بجز تقلید کے کوئی چارہ کار نہیں۔ ماوشما کس شمار میں ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے امت محمدیہ کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات **لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ** سے عیاں ہے۔

اب جو شخص ان ائمہ اسلام کے جادۂ مستقیم کو چھوڑ کر کوئی اور رستہ اختیار کرے گا

ووصول مطلوب را بے ایں متابعت محال دانند۔

اور ان کی متابعت کے بغیر مطلوب تک رسائی محال ہے ذہن نشین کرادے

وہ بدبخت اور حرماں نصیب ہی ہوگا۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا اور حدیث پاک مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار سے واضح ہے۔

یاد رہے کہ قرآن وسنت اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلے بغیر سالکین کو روحانی ارتقاء میسر نہیں ہوتا اسی لئے ان کی حریم قدس تک رسائی بھی نہیں ہوسکتی۔

واعلام نماید که کشوف و وقائع که سر موئے مخالفت

اور یہ بھی بتادے کہ وہ کشف ۸ اور واقعے ۹ جو قرآن وحدیث کے بال برابر بھی

بکتاب و سنت داشته باشد اعتبار نکند، بلکه مستغفر ۂ شد،

مخالف ہوں اعتبار نہ کرے بلکہ ان سے استغفار کرنا چاہئے۔

۸ کشف

راہ سلوک کے دوران سالکین کو پیش آنے والے واقعات اور کشف جو شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے معمولی بھی متصادم ہوں وہ درجہ اعتبار سے ساقط اور نا قابل التفات ہیں اس لئے اس قسم کے کشف وواقعات کی طرف نہ خود متوجہ ہو اور نہ ہی کسی دوسرے کو بتانے چاہیں کہ کہیں فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے کشف اور واقعہ کے متعلق قدرے معلومات ہدیہء قارئین ہیں۔

کشف کا لغوی معنی حجاب کا اٹھ جانا ہے اور اصطلاح طریقت میں ماورائے حجاب معانی غیبیہ اور امور حقیقیہ پر وجوداً اور شہوداً مطلع ہونا کشف کہلاتا ہے۔

طالب کو کتاب وسنت کے مخالف مکشوفات وواقعات سے استغفار کرنا چاہئے کہ ممکن ہے اس میں نفس کی آمیزش اور شیطان کی تلبیس ہو۔

۹ واقعہ

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں واقعہ اس امر کو کہا جاتا ہے جو سالک کے قلب میں واقع ہو خواہ بیداری کی حالت میں ہو یا نیند کے عالم میں لیکن یہ ضروری ہے کہ اس وقت سالک کے حواس ظاہری معطل ہوں۔

یاد رہے کہ صوفیائے کرام واقعات کے مشاہدے میں نیند کے محتاج نہیں ہوتے

وبتصحیح عقائد بمقتضائے آرائے فرقہء ناجیۂ اہل سنت

اور ناجی گروہ [۱۰] اہل سنت وجماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست

وجماعت نصیحت نماید۔ وبتعلیم احکام فقہیہ ضروریہ

کرنے کی نصیحت کرے اور ضروری فقہی احکام کی تعلیم دے اور اس علم کے مطابق

وعمل بموجب آں علم تاکید فرماید۔

عمل کرنے کی تاکید فرمائے۔

کیونکہ وہ مشغولیت اذکار اور محویتِ مراقبات کی وجہ سے مسدود الحواس ہو جاتے ہیں ان کے ظاہری حواس دنیا کی طرف سے بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس خالق کی طرف کھل جاتے ہیں پھر پردۂ غیب سے ان پر القاء والہام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء** (البینات شرح مکتوبات مکتوب ۱۴ جلد اول)

۱۰ اہل سنت ہی ناجی گروہ ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ناجی گروہ اہل سنت وجماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں دراصل ان سطور میں ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کو بیان فرمایا گیا ہے حدیث پاک ہے:

تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ (جامع ترمذی)

یعنی میری امت تہتر گروہوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا وہ کونسا گروہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

اصحابی کی عمومیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اہل بیت اطہار بھی شامل ہیں کیونکہ صحابی اس خوش قسمت انسان کو کہا جاتا ہے جو حالت ایمان میں جاگتے ہوئے چہرۂ والضحیٰ کا دیدار کرے اور اسی حالت میں اس کا وصال ہو چونکہ اہل بیت نبوت بھی حضور اکرم ﷺ کے شرف دیدار سے مشرف ہیں۔ اس لئے وہ صحابی بھی ہیں البتہ ان کے درمیان لطیف فرق یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کے در والے ہیں اور اہل بیت حضور اکرم ﷺ کے گھر والے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ (مسلم شریف)

ایک روایت میں جماعت کے واضح الفاظ موجود ہیں:

(عَنْ مُعَاوِیَۃَ) اِنَّ ھٰذِہِ الْمِلَّۃَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَوَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ (ابوداؤد جلد ثانی)

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت تہتر گروہوں میں بٹ جائے گی ان میں سے بہتر جہنمی ہونگے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ جماعت ہے

ایک روایت میں جماعت پر اللہ تعالیٰ کے دست اقدس کا بیان ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ یَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ (جامع ترمذی جلد ثانی)

یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مسلمان وہی ہوسکتا ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقہ سے وابستہ ہو یہی وجہ ہے کہ کتاب وسنت کے عاملین اور طریق صحابہ رضی اللہ عنہم کے حاملین اہلسنت وجماعت کہلاتے ہیں اور یہی گروہ جنتی اور ناجی ہے۔

چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کے اولین مخاطب تھے انہوں نے دعوت اسلام کو دل وجان سے تسلیم اور قبول کیا اور ہر امتحان وابتلاء میں ثابت قدم رہے اپنی زندگیوں کو اُسوۂ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھالا ان کا جذبہء اطاعت واستقامت بارگاہِ خداوندی میں اس قدر مقبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کیلئے صحابہ کرام کے طرز زندگی کو معیار حق قرار دیکر متبعین کو اپنی رضا اور فوز عظیم کی سند عطا فرمادی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا هُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَداً ذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم (التوبہ)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ) پہلے پہل ہجرت کی اور آپ کی نصرت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جو لوگ صحابہ کرام کی احسن طریقے سے اتباع کریں گے اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

نیز سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمُ الصِّحَابَةُ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَالَ اَلنَّاجِيُّ مِنْهَا وَاحِدَةٌ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ هُمْ قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَقِيْلَ وَمَااَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ مَااَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ (احیاء العلوم جلد ثالث)

یعنی ناجی گروہ صحابہ کرام ہیں اس لئے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ناجی گروہ صرف ایک ہے تو صحابہ کرام نے عرض کیا وہ کونسا گروہ ہے تو آپ نے ارشاد

فرمایا وہ اہلسنت و جماعت ہے پھر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اہل سنت و جماعت کون ہیں تو فرمایا کہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّاسَ کَانُوْا فِیْ حَیَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ(ﷺ)اَھْلَ سُنَّۃٍ

(منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد جلد پنجم)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں لوگ اہل سنت تھے۔

ظاہر ہے کہ زمانہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے۔ جو **خیر امتی قرنی** اور **خیر القرون قرنی** کے شرف سے مشرف تھے۔

(صحیح بخاری جلد اول)

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اہل سنت و جماعت کی متابعت کی تاکید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

نجات کا طریقہ اقوال و افعال اور اصول و فروع میں اہل سنت و جماعت کی متابعت کرنے میں ہے کیونکہ یہی ناجی گروہ ہے اس کے علاوہ تمام فرقے مقام زوال اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۶۹)

ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

اہل سنت و جماعت کے خلاف خبث اعتقاد سمِ قاتل ہے جو دائمی موت اور ہمیشہ کے عذاب و عتاب تک پہنچا دیتی ہے عمل میں سستی اور کاہلی ہو تو مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقاد کی خرابی اور کمزوری میں مغفرت کی گنجائش نہیں ہے **اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ** (النساء) یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دے گا۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ٦٧)

یادر ہے کہ اگر آج کوئی اس ناجی جماعت کی حقانیت کے متعلق متردد ہے تو کل قیامت کے روز حق وباطل میں امتیاز ہو جائے گا مگر اس وقت کا جاننا بے سود ہوگا اور سوائے کف افسوس ملنے کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلاً (الفرقان) سے واضح ہے۔

یہ بھی یادر ہے کہ مشائخ اہلِ سنت کے اختیار فرمودہ طریقہ کے مطابق سلوک طے کرنا چاہیے جو ہر قسم کی بدعات وخرافات سے پاک ہے اور یونانی فلسفیوں اور ہندوستانی جوگیوں کے وضع کردہ غیر شرعی چلوں اور ریاضتوں سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ان کی ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ ایمان، اسلام اور احسان سے موافقت نہیں رکھتے اسی لئے وہ حق تعالیٰ کی ناشکری، نافرمانی اور معصیت میں داخل ہیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ پیشہ ور مشائخ محافل عرس میں **فرق ضالہ** کے لوگوں کو بھی دعوت دیتے ہیں اور علمائے اہل سنت کو اہل سنت وجماعت کے عقائد کی تشہیر سے روکتے ہیں اور اغیار کے متعلق نرم گوشہ رکھتے ہیں تاکہ خوش رہے شیطان اور راضی رہے رحمان بھی کے مصداق سارے لوگ انہیں اچھا سمجھیں ان کا مؤقف یہ ہے کہ اگر ہم نے سُنیت کی دعوت دی تو لوگ مخالف ہو جائیں گے جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے عقائد کو اہل سنت وجماعت کے عقائد کے موافق درست کرنا چاہئے البتہ اُدْعُوْا اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کے حکم کے مطابق انداز تبلیغ نہایت حکیمانہ اور مہذبانہ ہونا چاہئے دشنام طرازی اور درشت لہجے سے اجتناب کرنا چاہیئے ورنہ امن وآشتی کی فضا مکدر ہو جاتی ہے اور اپنے بھی بدظن ہو کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بقول شاعر

حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے
جواناں تاتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

o...... یعنی شیخ مرید کو طہارت، غسل، وضو، نماز، روزہ صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ اور صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں حج وغیرہا کے بنیادی اور ضروری احکام ومسائل کی تعلیم دے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی نصیحت فرمائے (تفصیلات کیلئے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیں)

یاد رہے کہ موجودہ دور میں "رہ گئے مجاور یا گورکن" کے مصداق خانقاہوں اور آستانوں پر عمل سے بے بہرہ مشائخ براجمان ہیں الا ماشاء اللہ وہ اپنے مریدوں اور طالبوں کو کتاب وسنت، شریعت وطریقت اور فقہ وتصوف کی کیا تعلیم دیں گے۔ بقول اقبال مرحوم ؎

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

که طیران دریں راه بے ایں دو جناح اعتقادی وعملی میسر نیست

کیونکہ اس راہ میں ۱۱ پرواز ان دو اعتقادی و عملی پروں کے میسر نہیں ہوتی

وتاکید نماید که در لقمه محرم ومشتبه احتیاط را نیک مرعی

اور تاکید کرے کہ حرام اور مشتبہ لقمہ ۱۲ میں احتیاط کی بہت رعایت رکھے اور جو کچھ

دارد، وہرچه یا بد نخورد، واز ہر جا که بیاید تناول نه نماید

پائے نہ کھائے اور جہاں سے مل جائے تناول نہ کرے

۱۱ سالک کے عقائد واعمال علمائے اہل سنت وجماعت کے عقائد واعمال کے موافق درست ہونے چاہیں جو دو پروں کی حیثیت رکھتے ہیں جب تک اعتقادی اور عملی دونوں پر میسر نہ ہو جائیں عالم قدس کی طرف باطنی سیر اور روحانی ارتقاء نصیب نہیں ہوتی۔

۱۲ رزق حلال کے ثمرات

دورانِ سلوک محرمات اور مشتبہات سے اجتناب اور رزق حلال کا التزام واہتمام بنیادی ارکان میں سے ہے چنانچہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اِنَّ الْعِبَادَةَ عَشَرَةُ اَجْزَاءَ تِسْعَةٌ مِنْهَا طَلَبُ الْحَلَالِ وَجُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْهَا سَائِرَ الْعِبَادَاتِ یعنی عبادت کے دس جزو ہیں جن میں نو حصے، طلب حلال ہیں اور ایک حصہ باقی عبادات ہیں حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

علم و حکمت زاید از نان حلال
عشق و رقت آید از نان حلال

سالک کے لئے کھانے میں احتیاط کی تاکید

حرام حلال کی ضد ہے رزق حلال کی طلب فرائض میں سے ہے ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے **طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ** (مشکوٰۃ) اس کی ضد حرام سے احتراز کرنا بھی فرض اور لازم ہے۔

بنابریں رشوت ستانی، سودخوری، ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی، دھوکا دہی، ڈاکہ زنی، چوری وغیرہا جیسے ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ مال ودولت سب ناجائز اور حرام ہیں جیسا کہ آیت کریمہ ہے **وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ** یعنی ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ (مشکوٰۃ)

یعنی جس جسم کو حرام غذا دی گئی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس کا کھانا پینا اور لباس حرام کمائی سے ہے اور اسے غذا بھی حرام کمائی سے دی گئی **فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَہٗ** (مسلم) اس کی دعا کیسے قبول ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی طَیِّبٌ لَایَقْبَلُ اِلَّا طَیِّباً

یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول فرماتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص حرام مال سے صدقہ وخیرات دیتا ہے وہ گویا ناپاک کپڑوں کو پیشاب سے دھونے کی کوشش کرتا ہے جو بجائے خود اور بھی زیادہ ناپاک ہوتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حرام خور کے اعضاء گناہ میں مشغول رہتے ہیں خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔

حجتہ الاسلام حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

جس حلال سے حرام میں پڑنے کا اندیشہ ہو اس حلال کو بھی ترک کر دینا بہتر ہے سالک کے لئے جس طرح حرام سے اجتناب کرنا لازم ہے ایسے ہی سالک کے لئے مشتبہات سے احتراز کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ حق تعالیٰ کے عتاب سے محفوظ ہو جائے جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّناً وَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ (النور) اور تم خیال کرتے ہو کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

حدیث پاک میں بھی مشتبہات سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے۔

بلاشبہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُوْنَ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقٰى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِيْ الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِيْ الْحَرَامِ

اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے جو شخص ان مشتبہات سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں داخل ہو گیا۔ (صحیح مسلم)

مشتبہ امور کے متعلق علمائے کرام کے متعدد اقوال ہیں جو ہدیہء قارئین ہیں

پہلا قول: مشتبہ اُمور فی نفسہا مشتبہ نہیں ہیں بلکہ ان کا مشتبہ ہونا اضافی ہے یعنی جو شخص ان امور کا حکم نہیں جانتا اس پر یہ مشتبہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز بیان فرما کر اس کی دلیل قائم کر دی ہے البتہ ایک بیان جلی ہے جسے ہر شخص جان لیتا ہے اور ایک بیان خفی ہے جسے صرف علماء ہی اجتہاد اور استنباط کے طریقوں سے جانتے ہیں۔

دوسرا قول: امور مشتبہ سے مراد اُمور اجتہادیہ ہیں یعنی جس شئی کا حلال وحرام ہونا کتاب وسنت کی صریح عبارت سے معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس پر اجماع ہو۔ جیسے موجودہ دور میں انتقال خون، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، انشورنس پالیسی وغیرہا ایسے امور اجتہادیہ ہیں جن کا حکم مجتہد اپنے اجتہاد سے معلوم کرتا ہے اور اسے حلال یا حرام کے ساتھ لاحق کر دیتا ہے یاد رہے کہ اگر مجتہد کسی چیز کو اپنے اجتہاد سے حلال قرار دے دے پھر بھی اسے تقویٰ کے تقاضا کے مطابق اس کے ارتکاب سے باز رہنا چاہئے ممکن ہے اس کا اجتہاد درست نہ ہو۔

تیسرا قول: مشتبہ امور سے مراد امور مکروہہ ہیں۔ مذکورۃ الصدر حدیث سے مقصود امور مکروہہ سے اجتناب پر برانگیختہ کرنا ہے کیونکہ بہت سے لوگ اُمور مکروہہ سے اجتناب نہ کرنے میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ حرام تو نہیں ہے۔

چوتھا قول: امور مشتبہ سے مراد اُمور مباحہ ہیں اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مباح امور سے بھی اجتناب کیا جائے کیونکہ حضور اکرم ﷺ خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مباحات سے بھی اجتناب کرتے تھے ان نفوس قدسیہ نے اچھے کھانے، اچھے مشروبات وملبوسات اور اچھے مکانات کو قصداً حاصل نہیں فرمایا اور انہوں نے اپنے اجتہاد اور ارادے سے فقیرانہ زندگی کو اختیار فرمایا۔ بقول شاعر

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

پانچواں قول: مشتبہ امور سے مراد وہ امور مراد ہیں جن کی حلت وحرمت میں دلائل متعارض ہوں اور ان امور میں احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ترک کر دیا جائے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا **دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلَی مَالَا**

یُرِیْبُکَ یعنی جو چیز تمہیں شک میں مبتلا کر دے اسے چھوڑ دو۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے رستے میں پڑی ہوئی کھجور پا کر ارشاد فرمایا: لَوْلَا اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَ کَلْتُھَا یعنی اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ کہیں یہ کھجور صدقہ نہ ہو تو میں اس کو کھالیتا۔ (متفق علیہ)

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اولین کا وظیفہ چار ہزار مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے کا ساڑھے تین ہزار۔ آپ سے عرض کیا گیا یہ بھی مہاجرین میں سے ہیں ان کا وظیفہ آپ نے کم کیوں کیا ہے فرمایا اِنَّمَا ھَاجَرَ بِهٖ اَبُوْهُ یَقُوْلُ لَیْسَ ھُوَ کَمَنْ ھَاجَرَ بِنَفْسِهٖ یعنی اس کے ساتھ اس کے باپ نے بھی ہجرت کی ہے فرماتے یہ ان لوگوں کی مثل نہیں ہو سکتا جنہوں نے از خود ہجرت کی ہے۔ (بخاری)

(ماخوذ از شرح صحیح مسلم جلد رابع)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حلال، حرام اور مشتبہات کے بارے میں ایک فکر انگیز اور سبق آموز ارشاد گرامی ملاحظہ ہو!

حَلَالُھَا حِسَابٌ وَحَرَامُھَا عَذَابٌ وَشُبُھَاتُھَا عِتَابٌ یعنی حلال مال کا حساب ہوگا، حرام پر عذاب ہوگا اور مشتبہ مال پر عتاب ہوگا۔

سالک کو کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق نہایت محتاط رہنا چاہئے کسی چیز کے کھانے اور پینے سے قبل اس بات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لینا چاہئے کہ وہ طعام کہاں سے آیا ہے وہ کھانا کیسا ہے حلال ہے یا حرام پکانے والا کیسا ہے کھانا لانے والا کیسا ہے اس پر للچائی ہوئی نگاہیں تو نہیں پڑیں غرضیکہ شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھے۔ اللھم ارزقنا ایاھا۔

چند ایک احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے ارشادات ملاحظہ ہوں چنانچہ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا:

لَایَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهٖ حَذَراً مِمَّا بِهٖ بَأْسٌ یعنی بندہ متقین کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا حتی کہ وہ حرج والی چیز کے خوف سے اس چیز کو بھی ترک کر دے جس میں کوئی حرج نہ ہو۔ (جامع ترمذی)

ایک روایت میں ہے:

یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَایُبَالِی الْمَرْءُ مَااَخَذَ مِنْهُ مِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ (صحیح بخاری) یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب کوئی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام۔

ایک حدیث پاک میں یوں ہے:

جس شخص کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ مال کہاں سے چلا آ رہا ہے تو اس شخص کے بارے اللہ تعالیٰ کو بھی پرواہ نہیں ہوگی۔ کہ اسے دوزخ کے کونسے حصے میں جھونک دیا گیا ہے۔ (کیمیائے سعادت)

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول گرامی ہے کہ اگر کوئی شخص کفگیر کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا آپ اس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے جو کام غضب وغفلت یا کراہت ودشواری سے کیا جائے اس میں خیر و برکت نہیں کیونکہ اس میں نفس وشیطان کا دخل ہوتا ہے اس سے اچھا نتیجہ کب پیدا ہو سکتا ہے اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کے صدور کی بنا طعام حلال پر ہے جو وقوف وآگاہی سے کھایا جائے تمام اوقات بالخصوص نماز میں حضور اسی سے حاصل ہوتا ہے۔

مشتبہ طعام کو جب تک شریعت مطہرہ کے فتویٰ کے مطابق کھانے کی اجازت نہ ہو طالب کو اس قسم کا طعام کھانے سے احتراز کرنا چاہیئے ورنہ روحانی مزاج اور باطنی

احوال بگڑ جاتے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک جملہ امور میں ان دیندار علماء کے فتویٰ کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیئے جنہوں نے عزیمت کا رستہ اختیار کر رکھا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کو ہی آخرت کی دائمی نجات کا وسیلہ بنانا چاہیئے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۷۰)

غرضیکہ رسول اکرم ﷺ نے جن اوامر کے اکتساب اور جن نواہی سے اجتناب کا حکم فرمایا ہے ہر حال میں اسے مدنظر رکھے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی متابعت حق تعالیٰ کی محبوبیت کا ذریعہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ **فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ** (آل عمران ۳۱) سے عیاں ہے۔

تافتویٔ شریعت غرّا دریں باب درست نکند، بالجملہ در

تاوقتیکہ روشن شریعت کا فتوی اس کے متعلق اسے درست قرار نہ دے دے۔ مختصر یہ کہ

جمیع امور کریمۂ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

جملہ امور میں یعنی جو کچھ تمہیں رسول اکرم ﷺ دیں اسے قبول کرلو اور جس چیز سے

رانصب عین خود سازد۔

منع فرمائیں رک جاؤ کو اپنا نصب العین بنائے ۱۳

۱۳ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی متابعت سے تجلیٔ ذات تعالیٰ سے مشرف ہوتے ہیں اور متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی بدولت ہی مقام عبدیت کے مرتبہ سے سرفراز ہوتے ہیں جو تمام کمالات کے مراتب سے فوق ہے اور آپ کے کامل متبعین کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند فرمایا ہے اور آپ کی امت متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی برکت سے خیر الامم قرار دی گئی اولوالعزم رسل عظام بھی اتباع نبوی کی آرزو رکھتے تھے۔

(ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۴۹)

ایک مکتوب گرامی میں آپ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یوں مخاطب ہیں۔

آپ پر اوامر ونواہی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری اتباع اور اطاعت لازم وواجب ہے اور کمال متابعت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال محبت کی فرع ہے اِنَّ لِمُحِبِّ لِمَنْ ھَوَاہُ مُطِیْعٌ (محب اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے)

محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں محب محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے چندروزہ زندگی سید اولین وآخرین ﷺ کی اتباع میں بسر کرلی جائے تو نجات ابدی کی امید ہے ورنہ محض بیکار ہی بیکار ہے خواہ کیسا ہی اچھا عمل کیوں نہ ہو۔

محمد عربی کابروئے ہر دوسرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۱۶۵)

آپ نے ایک مکتوب میں سیادت پناہ میر محب اللہ مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ کو یوں نصیحت فرمائی ہے اگر ان دو باتوں میں استحکام ہو جائے تو پھر کوئی غم نہیں۔

۱...... صاحب شریعت عزّ اعلیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت
۲...... شیخ طریقت سے عقیدت ومحبت

ان دونوں کا خیال رکھیں اور ملتجی ومتضرع رہیں کہ ان دونوں دولتوں میں سستی نہ ہونے پائے اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سہل ہے اور اس کی تلافی ممکن ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۳)

حال طالبان از دو امر خالی نیست، یا از اہل کشف و

طالبوں کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتا یا اہل کشف ومعرفت ہوتے

معرفت اند یا از ارباب جہل وحیرت ، اما بعداز طے منازل

ہیں یا صاحبان جہل و حیرت ۱۴، لیکن منازل طے کر لینے اور حجابات اٹھ جانے

ورفع حُجب ہر دو طائفہ واصل اند۔ در نفس وصول مزیتے

کے بعد دونوں گروہ واصل ہو جاتے ہیں ۔ نفس وصول میں ایک گروہ

نیست یکے را بر دیگرے ،

کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔

۱۴ سالکین پر وارد ہونے والی دو حالتیں

دوران سلوک سالکان راہ حقیقت پر دو قسم کی حالتیں وارد ہوتی ہیں۔ یا تو وہ اہل کشف ومعرفت ہوتے ہیں یا پھر ارباب جہل وحیرت ہوتے ہیں۔

اہل کشف ومعرفت دوران سلوک ہر قسم کے مناظر کا مشاہدہ کرتا اور ہر قسم کے مظاہر کو پہچانتا ہے۔

جبکہ ارباب جہل وحیرت دوران سلوک پیش آنے والے مظاہر اور مناظر کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا جہل کا معنی معروف جہالت نہیں بلکہ اہل طریقت کے نزدیک جہل کا مطلب یہ ہے کہ سالک دوران سلوک راہ سلوک کے نشیب وفراز نہیں جانتا اور حیرت کا مطلب یہ ہے کہ ہزاروں سال کی مسافت کو اتنی جلدی طے کر لینے پر اس پر جو حیرانگی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اسے حیرت کہا جاتا ہے۔

مقام حیرت کے متعلق مزید معلومات ہدیہ قارئین ہیں

چنانکه دو شخص بعدازطے منازل بعیده بکعبه می رسند
جیسے دو شخص دور دراز کی منزلیں طے کرلینے کے بعد کعبہ تک پہنچ
یکے منازل راه را تماشا کرده رفت و بتفصیل هر کدام
جاتے ہیں۔ ایک تو راستے کی منازل کو دیکھتا گیا اور اپنی استعداد کے
ازمنازل رابقدر استعداد خوددانسته رسید۔ ودیگرے از
مطابق ہر ہر منزل کیتفصیل کو جانتا ہوا پہنچا۔ اور دوسرا رستے کی
منازل راه چشم دوخته رفت، و بتفصیل اطلاع نیافته،
منازل سے آنکھیں بند کرکے گیا تو تفصیلات سے آگاہی نہ پائی۔

مقام حیرت

یہ طریقت کا انتہائی مقام ہے جس کا مطلب انکشاف حقیقت پر حیران ہوجانا ہے حدیث میں ہے کہ سرور عالم ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ تَحَیُّرًا فِیْکَ اے اللہ مجھے اپنی ذات میں حیرت کی فراوانی عطا فرما۔

صوفیا نے اس کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

حیرت مذموم

یہ حیرت جہالت کا نتیجہ ہوتی ہے اور تنزلی کا سبب بنتی ہے۔

حیرت محمود

یہ حیرت علم کا نتیجہ ہوتی ہے اور عروج و ترقی کا سبب بنتی ہے۔

(البینات شرح مکتوبات مکتوب ۳ جلد اول)

بکعبه رسیده، ہر دو شخص در نفس وصول بکعبه
کعبہ (معظمہ) تک پہنچ گیا۔ دونوں شخص کعبہ تک نفس وصول
مساوی اند، ہیچ کدام را زیادتی نیست دریں وصول
میں مساوی ہیں کسی کو فضیلت نہیں ہے اس وصول
بر دیگرے اگرچه در معرفت منازل راه متفاوت افتاده اند۔
میں دوسرے پر۔ اگرچہ منازل راہ کے پہچاننے میں متفاوت ہیں۔

حیرت و جہل

حیرت و جہل سے مراد اشیائے کائنات سے لاتعلقی و بے خبری ہے۔ جب کثرتِ ذکر اور فرطِ محبت کے غلبے سے عارف اپنے محبوب حقیقی کے مشاہدے میں ڈوب جاتا ہے اور محبوب کے سوا سب کچھ اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور مرتبۂ احدیت میں محو ہو کر تجلی اسم ھو کا مشاہدہ کرتے ہوئے انکشافِ حقیقت پر ہکا بکا رہ جاتا ہے تو اسی حالت کو حیرت و جہل کہا جاتا ہے لیکن یہ حیرت و جہل محمود ہے نہ کہ مذموم، اسی کو صوفیاء کرام فنائے مطلق، مرتبہ جمع اور ادراک بسیط بھی کہتے ہیں، شطحیات اولیاء مثلاً **انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی، لیس فی جبتی سوی اللہ** سب اسی مرتبے کے اثرات و ثمرات ہیں۔ **السکاریٰ معذورون** کے مطابق ان کے ایسے اقوال سکریہ کی تاویل کی جاتی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات مکتوب ۴ جلد اول)

جب اہل کشف و معرفت اور ارباب جہل و حیرت کو حریم یار تک رسائی نصیب ہو جاتی ہے تو واصل باللہ ہو کر بھی وہ عالم تحیر میں مستغرق رہتے ہیں جب وہ اس کی ذات میں غور کرتے ہیں کہ وہ ذات کیسی ہے اس کی حقیقت کیا ہے اس کی کنہہ کیا ہے

اس کی کمیت اور کیفیت کیا ہے وہ کس جہت اور سمت میں جلوہ گر ہے اس سے سب جاہل اور عاجز ہیں البتہ اتنا باطنی طور پر احساس ضرور ہوتا ہے کہ وہ مل گیا ہے ہر آن ایک نئی جان محسوس ہوتی ہے ہر لمحہ سہارا ملتا ہے ہر گھڑی غیبی صدا آتی ہے مت گھبراؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں وہ ہر آن تائید غیبی اپنے ساتھ پاتے ہیں۔ وہ ہر وقت اس کی تجلیات میں گم رہتے ہیں۔ لیکن ذات کی کنہہ سے عاجز ہوتے ہیں ذات حق جلّ سلطانہٗ کی معرفت ناممکن ہے ذات میں معرفت حاصل نہ کر سکنے کو ہی معرفت کہا جاتا ہے جس کا نتیجہ جہل اور عجز ہے چنانچہ خلیفہ رسول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے اَلْعِجزُ عَنْ دَرِکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ یعنی ادراک کے درک سے عجز ہی ادراک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ادراک سے وراء ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وُھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ (الانعام۱۰۲) سے عیاں ہے۔

وبعداز رسیدن بمطلوب ہر دورا جہل لازم است ۔ لِاَنَّ المعرفۃ

مطلوب تک رسائی کے بعد دونوں پر جہل لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات

فِی ذاتِ اللّٰہ تعالیٰ جھلٌ و عجزٌ عنِ المعرفۃِ. باید دانست

میں معرفت جہل ہے اور معرفت سے عجز ہے جاننا چاہئے کہ منازل سلوک کا طے کرنا

کہ قطع منازل سلوک عبارت از طے مقامات عشرہ است۔

مقامات عشرہ [۱۵] کے طے کرنے سے عبارت ہے

[۱۵] راہِ سلوک مقامات عشرہ کے حصول پر موقوف ہے

منازل سلوک کا طے کرنا دس مقامات کے حصول پر موقوف ہے جنہیں مقامات عشرہ کہا جاتا ہے جو درج ذیل ہیں توبہ، زہد، توکل، صبر، شکر، خوف، رجاء، فقر، قناعت، رضا، مقام رضا کے علاوہ بقیہ نو مقامات کے حصول تجلی افعال اور تجلی صفات کے ساتھ مربوط ہیں جب کہ مقام رضا کا حصول تجلی ذات اور محبت ذاتیہ کے ساتھ وابستہ ہے جس میں ایلام وانعام دونوں مساوی ہوتے ہیں بقول شاعر

یہ بلا ہرگز نہیں یہ ناز ہے
یہ بھی اک محبوب کا انداز ہے
ہائے کس کے ہوئے ایسے نصیب
جس پر بلا نازل کرے اس کا حبیب

مقامات عشرہ

توبہ

عربی لغت میں توبہ کے حقیقی معنی ''رجوع کرنے'' کے ہیں:

اَلتَّوْبَۃُ رَجُوْعٌ عَمَّا کَانَ مَذْمُوْماً فِی الشَّرْعِ اِلٰی مَا ھُوَ مَحْمُوْدٌ فِیْہِ

(کتاب التعریفات ص۳۲)

(یعنی) شریعت میں جو کچھ مذموم (برا کام) ہے اس سے لوٹ کر محمود (اچھا کام) کی طرف آ جانے کا نام توبہ ہے۔

بزرگان دین نے فرمایا اگر گناہ کرنے کے بعد آٹھ کام کیے جائیں تو گناہ کا کفارہ ہو جاتے ہیں ان میں سے چار کاموں کا تعلق دل سے ہے اور چار کا تعلق بدن سے۔

دل سے متعلق یہ ہیں:

۱...... سچی توبہ کرنا ۲...... آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم

۳...... گناہ کی وجہ سے خوف عذاب کا غلبہ ۴...... معافی کی امید

بدن سے متعلق یہ ہیں:

۱...... دو نفل نماز توبہ ۲...... ستر یا سو بار استغفار

۳...... سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ ۴...... ایک دن کا نفلی روزہ رکھ کر صدقہ کرے اور آئندہ بری صحبت ترک کر دے۔

واضح رہے کہ توبہ وُصول الی اللّٰہ کے لئے پہلی شرط ہے۔ سالک مقام توبہ میں سیر کرتا ہوا خدا تک پہنچتا ہے۔ فَمَنْ لَا تَوْبَۃَ لَہٗ لَا سَیْرَ لَہٗ پس جس کی توبہ نہیں اس کی سیر نہیں۔

زھد

قَالَ الْاِمَامُ الْجُنَیْدُ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اَلزُّھْدُ اِسْتِصْغَارُ الدُّنْیَا وَمَحْوُ اٰثَارِھَا مِنَ الْقَلْبِ (رسالہ قشیریہ)

یعنی حضرت امام جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا کو حقیر جاننا اور دل سے اس

کے نشانات محو کرنا زہد ہے۔

زہد ایک مرتبہ قلبیہ ہے اس مرتبے میں سالک کے قلب سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور وہ قلبی طور پر دنیا کی طرف التفات نہیں رکھتا۔ اس کے لئے فقر و غنا اور اخذ و عطا کی دونوں حالتیں برابر ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ قلبی طور پر طلب دنیا اور خواہشات نفس سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ زھد کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ بندہ کا ہاتھ دنیا کے مال سے خالی ہو جائے اور کسب حلال چھوڑ کر محتاجی کی زندگی گزارے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ لِیَ الدُّنْیَا وَزَهِّدْ نِیْ عَنْهَا (کشف المحجوب)

حضرت علامہ المناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فَلَیْسَ الزُّهْدُ تَجَنُّبَ الْمَالِ بِالْکُلِّیَّةِ بَلْ تَسَاوٰی وُجُوْدُهٗ وَعَدَمُهٗ وَعَدَمُ تَعَلُّقِهٖ بِالْقَلْبِ اِلَیْهِ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۴/۷۲)

یعنی زھد، مال دنیا سے مکمل طور پر اجتناب کرنے کا نام نہیں بلکہ زھد یہ ہے کہ دنیا کے مال کا ہونا اور نہ ہونا سالک کے لئے برابر ہو جائے اس طرح کہ اس کا مال کے ساتھ قلبی تعلق نہ رہے تا کہ آفات دنیا سے محفوظ رہے۔

قناعت

حدیث میں ہے: اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا یَنْفِدُ وَکَنْزٌ لَا یَفْنٰی (المقاصد الحسنہ ص ۳۱۵)

یعنی قناعت نہ ختم ہونے والا مال اور خزانہ ہے۔

حضرت ابو عبد اللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفقود چیز کی امید کو ترک کرنے اور موجود چیز کے ساتھ استغناء کا نام قناعت ہے۔

حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو رزق کسی انسان کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے اس پر راضی رہنے کا نام قناعت ہے۔

www.makhtabah.org

توکل

توکل کی تعریف یوں ہے:

اَلتَّوَکُّلُ هُوَ الثِّقَةُ بِمَا عِنْدَاللّٰهِ وَالْیَأْسُ عَمَّافِیْ اَیْدِی النَّاسِ

(کتاب التعریفات ص ۳۱)

یعنی توکل یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس پر اعتماد ہو اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوسی ہو۔

توکل ایک مرتبۂ قلبیہ ہے جس میں متوکل بندہ اپنے امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور تمام احوال میں اسی پر اعتماد کرتا ہے اور اپنی کوشش اور محنت کے بعد نتیجہ مسبب الاسباب پر چھوڑ دیتا ہے۔ لہٰذا توکل اور اسباب کے درمیان کسی قسم کا تعارض نہیں کیونکہ توکل کا محل قلب ہے اور اسباب کا محل بدن ہے۔

بعض جہلاء کے نزدیک توکل، ترک اسباب، ترک علاج اور ترک جہد کا نام ہے (معاذ اللہ) توکل کا یہ مفہوم خلاف کتاب وسنت ہے۔

توکل علی اللہ سے دلوں میں سکون واطمینان پیدا ہوتا ہے خاص کر مصائب اور مشکلات کے وقت توکل علی اللہ بندے کیلئے آخری سہارا ثابت ہوتا ہے۔

اہل توکل کا وظیفہ حَسْبُنَااللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل ہے۔

صبر

صاحب کتاب التعریفات لکھتے ہیں: اَلصَّبْرُ هُوَ تَرْکُ الشِّکْوٰی مِنْ اَلَمِ الْبَلْوٰی لِغَیْرِ اللّٰهِ (کتاب التعریفات ص ۵۷)

یعنی ابتلاء کے وقت لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کرنے کا نام صبر ہے۔

علماء نے صبر کی بہت سی اقسام بیان فرمائی ہیں ان تمام اقسام کا خلاصہ تین

اقسام پر مشتمل ہے۔

الصبر علیٰ الطاعات............(عبادات پر صبر)
الصبر علَی المصائب............(مصائب پر صبر)
الصبر عنِ المعاصی ....(گناہوں سے صبر)

غرضیکہ صبر انبیاء کی صفت ہے، اولیاء کی زینت ہے، فقراء کی خلعت ہے، حسنات کی کلید ہے، خیرات کی نوید ہے اور صابروں کی عید ہے۔

شکر

سرور دو عالم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کریں۔ **اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلیٰ ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ** (ابوداؤد ۱/۲۱۳)

صاحب کتاب التعریفات فرماتے ہیں:

اَلشُّکْرُ الْعُرْفِیُّ هُوَ صَرْفُ الْعَبْدِ جَمِیْعَ مَا اَنْعَمَهُ اللّٰهُ بِهٖ عَلَیْهِ مِنَ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَغَیْرِهِمَا اِلٰی مَا خُلِقَ لِاَجْلِهٖ (کتاب التعریفات ص۵۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو اسی مقصد کے لئے صرف کرنا جس کے لئے وہ نعمتیں پیدا کی گئی ہیں شکر کہلاتا ہے۔

شکر کی اجمالی طور پر تین اقسام ہیں۔

شکرُ اللسان (زبان سے شکر ادا کرنا)
شکرُ الارکان (اعمال کے ذریعے شکر کرنا)
شکرُ الجنان (دل سے شکر کرنا کہ یہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے)

خوف

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ خوف کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: تَوَقُّعُ حُلُوْلِ مَکْرُوْہٍ اَوْفُوَاتِ مَحْبُوْب ٍ یعنی کسی ناپسندیدہ امر کے واقع ہونے یا کسی محبوب چیز کے فوت ہونے کو خوف کہا جاتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَدْیَکُوْنُ الْخَوْفُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ بِمَعْرِفَۃِ صِفَا تِہٖ

یعنی بندے کو کبھی اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت خوف کے درجے پر پہنچا دیتی ہے۔ اسی مرتبے والوں کے حق میں فرمایا گیا اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر ۲۸) یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء (معرفت والے) ہی اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہیں۔

ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل کے لئے مناسب یہی ہے کہ خوف خدا کے سوا کوئی اور چیز اس پر غالب نہ ہو۔ نیز فرمایا صوفیاء کو خوف ہی کی بدولت بلند مرتبے ملے ہیں اگر اسے کھودیتے ہیں تو نیچے اتر آتے ہیں۔ (رسالہ قشیریہ)

حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوف اور رجاء نفسوں کے لئے دو لگاموں کا کام دیتے ہیں تاکہ نفوس رعونت و تکبر اختیار نہ کریں۔

رجاء

قرآن حکیم میں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُوْلٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَۃَ اللّٰہِ (البقرہ ۲۱۸)

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان والوں اور اپنی راہ میں ہجرت اور جہاد کرنے والوں کو اپنی رحمت کا امیدوار قرار دیا ہے۔

رجاء کے بارے میں صوفیاء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ سے اس کے کرم کی امید کا نام رجاء ہے۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کے جلال کو جمال کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام رجاء ہے بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر خوشی کا اظہار کرنا رجاء ہے بعض نے کہا جس نے اپنے نفس کو صرف رجاء پر رکھا اس نے عمل چھوڑ دیا اور جس نے اپنے نفس کو صرف خوف پر رکھا وہ مایوس ہو گیا لہٰذا انسان کو خوف ورجاء دونوں رکھنے چاہیں کیونکہ ایمان خوف اور امید کی درمیانی (ملی جلی) کیفیت کا نام ہے۔

فقر

فرمان باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (البقرہ۲۷۳)

اس آیت میں فقراء کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ فقیر وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ (الاسرار المرفوعہ ص۱۶۶) یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ نیز فرمایا فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ (جامع ترمذی ۲/۵۸)

غرضیکہ صوفیاء کرام کے نزدیک اپنے وجود اضافی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے فنا کر کے مخلوق سے بے نیاز ہو جانے کا نام فقر ہے۔ اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے:

اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِی الدَّارَيْنِ (مکتوبات سعیدیہ) یعنی دونوں عالم میں سواد الوجہ (روسیاہ) ہو جانا فقر ہے۔ سواد الوجہ سے مراد دونوں عالم کے علائق سے پاک ہو کر ذات احدیت صرفہ میں محو اور فنا ہو جانا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قول اَلْفَقِيْرُ لَا يَفْتَقِرُ اِلٰی نَفْسِهٖ وَلَا اِلٰی غَيْرِهٖ (فقیر نہ اپنا محتاج ہوتا ہے

نہ غیر کا) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

فقر سے مراد وہ فقر ہے جس کو حضور اکرم ﷺ نے اپنا فخر قرار دیا ہے نہ کہ فقر مکب (ذلیل کرنے والا) جس سے پناہ مانگی گئی ہے۔

رضا

قرآن عظیم میں ہے: وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰہِ اَکْبَر (التوبہ ۷۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ نیز فرمایا رضی اللّٰہ عنہم ورضوا عنہ (التوبہ ۱۰۰) اس آیت میں رضا کو متبادل قرار دیا گیا ہے کیونکہ حقیقی رضا کا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہو جائے اور بندہ اللہ سے راضی ہو جائے تا کہ دونوں رضائیں متلازم اور مترابط ہو جائیں اور بندہ اللہ سے کبھی راضی نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو۔

حضور سرور دو عالم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مرتبہ رضا حاصل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور درج ذیل دعا کے تکرار کا حکم فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ وَاِذَا اَمْسٰی رَضِینَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّرْضِیَہٗ (ابوداؤد ۲/۳۳۶)

یہ دعا پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔

(ماخوذ از البینات شرح مکتوبات مکتوب ۳۸ جلد دوم)

وطے مقامات عشرہ منوط باین تجلیات ثلثہ است تجلیء

اور مقامات عشرہ کا طے کرنا ان تجلیات ثلاثہ سے متعلق ہے تجلی افعال ،

افعال وتجلیء صفات وتجلیء ذات ۔ وازیں مقامات غیراز مقام

تجلی صفات اور تجلی ذات[16] ۔ اور یہ مقامات مقام رضا کے

رضا ہمہ وابستہ بتجلیء افعال وتجلیء صفات اند ، ومقام

علاوہ سب تجلی افعال اورتجلی صفات سے وابستہ ہیں اور مقام رضا تجلی

رضا منوط بتجلیء ذات است ، تعالیٰ وتقدس

ذات سے مربوط ہے وہ بلند اور پاک ہے

[16] تجلیات ثلاثہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تجلی فعلی ، تجلی صفاتی ، تجلی ذاتی کی تعریفات وتفصیلات بیان کردی جائیں۔

تجلی فعلی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو صفات فعلیہ ربوبیۃ میں سے کسی صفت کے ساتھ متجلی پاتا ہے اس مشاہدے میں سالک سے حول وقوت اور فعل وارادہ سلب ہوجاتا ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو متصرف وجاری دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يَبْصِرُهٗ بِهٖ......الخ سے عیاں ہے۔

تجلی صفاتی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو امہات صفات میں متجلی پاتا ہے۔ علمائے

وبمحبت ذاتیہ کہ مستلزم مساوات ایلام محبوب است

اور محبت ذاتیہ سے جو مستلزم ہے محبوب کی طرف سے ایلام (رنج) اور اس کے انعام

بانعام اونسبت بمحب - پس لاجرم رضا متحقق شود و

کی مساوات کو محب کے حق میں اس کے بعد لامحالہ رضا متحقق ہو جاتی اور ناپسندیدگی اٹھ

کراہت برخیزد - وہمچنیں بلوغ ایں جمیع مقامات بحد کمال

جاتی ہے اور اسی طرح ان تمام مقامات میں کمال کی حد تک رسائی تجلی ذاتی کے

در وقت حصول تجلی ذاتی است کہ فنائے اتم وابستہ

حصول کے وقت نصیب ہوتی ہے کیونکہ فنائے اتم اس (تجلی ذاتی) کے ساتھ

بآنست - اما حصول نفس مقامات تسعہ در تجلیء افعال و

وابستہ ہے لیکن نو مقامات کا نفس حصول تجلی افعال اور تجلی صفات میں ہو

ماتریدیہ کے نزدیک امہات صفات آٹھ ہیں یہی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا مؤقف اور کشف ہے آٹھویں صفت تکوین ہے ان کو صفات ثمانیہ حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱......تکوین ۲......حیات ۳......علم ۴......قدرت
۵......ارادہ ۶......سمع ۷......بصر ۸......کلام

جبکہ علمائے اشاعرہ کے نزدیک صفات ذاتیہ حقیقیہ سات ہیں صفت تکوین صفات ذاتیہ میں شامل نہیں یہی حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کا مسلک اور کشف ہے۔

تجلی صفات است ۔ مثلاً ہر گاہ قدرت او را سبحانہ بر خود
جاتا ہے ۔ مثلاً جب اس (حق تعالیٰ) سبحانہ کی قدرت کو اپنے اوپر اور تمام اشیاء
وبر جمیع اشیا مشاہدہ نماید، بے اختیار بتوبہ وانابت رجوع
پر مشاہدہ کرتا ہے تو بے اختیار توبہ اور انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور خوف
کند، وخائف وترساں باشد، و ورع شیوۂ خودسازد، وبر تقدیرات
کھاتا ہے اور لرزتا ہے اور ورع کو اپنا شیوہ بنالیتا ہے اور اس کی تقدیر پر صبر کرتا
او صبر پیش گیرد، وبے طاقتی بگذارد ۔ وچوں مولائے نعم اورا
اور بے طاقتی سے رہائی حاصل کرلیتا ہے اور جب نعمتوں کا مالک اسی کو سمجھتا ہے

تجلی ذاتی

تجلی ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات بلا واسطہ وارد ہوتی ہیں درمیان میں وسائط نہیں ہوتے گو وہ تجلیات عین ذات نہیں ہوتیں لیکن وہ تجلیات صفات سے بہت بالا ہوتی ہیں۔

اس تجلی میں سالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم، شعور اور ادراک سے بے تعلق ہو جاتا ہے عبد، فانی ہو جاتا ہے اور حق، باقی رہتا ہے۔ اسی فنائیت کے بعد بقا باللہ کا مقام آتا ہے اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلاتعین جسمانی وروحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے اور کمال توحید عیانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔

تجلی آفاقی وانفسی

سالک جب سیر انفسی کے دوران ولایت صغریٰ (ولایت ظلیہ) کے مقام کے

داند، واعطا ومنع ازو شناسد، سبحانہ، ناچار در مقام شکر

اور عطا کرنا اور روک لینا اسی سبحانہ سے جانتا ہے۔ لامحالہ مقام شکر میں آتا ہے

آید، ودر توکل قدم راسخ نہد۔ وچوں عطوفت ومہربانی

اور توکل میں راسخ قدم ہو جاتا ہے اور جب نرمی اور مہربانی جلوہ گر ہوتی ہے

متجلی شود در مقام رجا درآید، وچوں عظمت و کبریائی او

تو مقام رجا میں آتا ہے اور جب اس کی عظمت اور کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے۔

مشاہدہ نماید، ودنیائے دنی در نظراو خوار و بے اعتبار در آید

اور کمینی دنیا اس کی نظر میں ذلیل اور بے اعتبار دکھائی دیتی ہے

ساتھ ممتاز ہوتا ہے تو وہ جو تجلی بھی دیکھتا ہے اپنی ذات میں دیکھتا ہے نیز معرفت یا حیرت بھی اپنی ذات میں ہی ملاحظہ کرتا ہے اور اس تجلی میں اس کی حیرت کی وجہ یہ ہے کہ وہ عالم وجوب کی بے کیف تجلی ہوتی ہے جو سالک کے عدم ادراک کی وجہ سے سبب حیرت بن جاتی ہے اس کو تجلی انفسی کہتے ہیں۔ اس مقام میں سالک کوشش کرتا ہے کہ تجلی آفاقی (جو تجلی انفسی کا ظل ہے) منقطع ہو جائے کیونکہ جب تک تجلی آفاقی منقطع نہ ہو جائے فنائے کامل حاصل نہیں ہوتی اور جب فنا ناقص ہوگی تو بقا بھی ناقص ہوگی اس لئے کہ بقا بقدر فنا ہوا کرتی ہے اور فنائے مطلق و مطلق فنا میں فرق یہ ہے کہ فنائے مطلق، فنائے تام ہے اور مطلق فنا، فنائے ناقص ہے۔ فنائے مطلق میں سالک کو ماسویٰ کا نسیان تام ہو جاتا ہے۔ اور اس کا لطیفہ اپنے مبداء فیض تک پہنچ جاتا ہے جبکہ مطلق فنا میں ایسا نہیں ہوتا۔ مولانا روم مست بادۂ قیوم علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

ناچاربے رغبتی در دنیا پیداشود، وفقر اختیار کند، وزہدیدن
لامحالہ دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوجاتی ہے اور فقر اختیار کر لیتا ہے اور زہد
خود گیرد، اما باید دانست کہ حصول ایں مقامات بتفصیل
کو اپنا شعار بنا لیتا ہے ۔ لیکن جاننا چاہئے کہ ان مقامات کا
وترتیب مخصوص بسالک مجذوب است ۔ ومجذوب
حصول تفصیل اور ترتیب کے ساتھ سالک مجذوب کے ساتھ مخصوص
سالک راطے ایں مقامات برسبیل اجمال است ۔ چہ او را
ہے اور مجذوب سالک ان مقامات کو اجمالی طور پر طے کرتا ہے کیونکہ اس کو

بے فنائے مطلق و جذب قوی
کے حریم وصل را محرم شوی

واضح ہو کہ عارف کا یہ شہود، سیر انفسی کے دوران ولایت صغریٰ (جس کو ولایت ظلیہ بھی کہتے ہیں) کے حصول کے وقت ہوتا ہے لیکن جس وقت عارف کمالات ولایت نبوت سے مشرف ہوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ شہود انفسی بھی ظلال مطلوب سے ایک ظل ہے اور مطلوب ابھی ماوراء ہے۔ (البینات شرح مکتوبات مکتوب ۶)

……

مرتبۂ وجوب

یہ مرتبہ صفات کلیہ کا جامع مرتبہ ہے اور دائرہ اصل سے تعلق رکھتا ہے یہ عارف کے لئے مشاہدے کا مقام ہے اور وہ اس رتبے میں صفات حقیقیہ ثمانیہ کی سیر کرتا ہے۔

عنایت ازلی گرفتار محبتے ساختہ است، کہ بتفصیل آنہانمی
عنایت ازلی نے ایسی محبت میں گرفتار کیا ہے کہ ان (مقامات) کی تفصیل
تواند پرداخت، در ضمن آں محبت زبدۂ ایں مقامات، و
میں پڑنا اس کے لئے ممکن نہیں ۔ اس محبت کے ضمن میں ان مقامات کا
خلاصہء ایں منازل، بروجہ اتم او را حاصل ست ۔ کہ صاحب
لب لباب اوران منازل کا خلاصہ مکمل طور پر اسے حاصل ہے جو صاحب تفصیل
تفصیل رامیسر نشدہ است۔ والسلام علی من اتبع الھدی .
کو بھی میسر نہیں ہوتا اور سلامتی ہو اس (شخص) پر جو ہدایت کی پیروی کرے ۔

مشاہدہ

کسی امر کے استحضار اور یقینی تصور کا قلب سالک پر اس طرح غالب اور قوی ہو جانا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا ہے مشاہدہ کہلاتا ہے ۔ جیسا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَأْیُ عَیْنٍ
(مسلم ۲/۳۵۵)

ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب دوزخ و جنت کا ذکر سنتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ۔

وجوب کے مرتبے میں سالک کو دو قسم کا مشاہدہ ہوتا ہے کبھی صفات بدون تعلقات اس کی نظر میں بعنوان کلیت مشہود ہوتی ہیں اور کبھی صفات متعلق بہ معلومات ومقدورات بعنوان جزئیت نظر آتی ہیں ۔

قسم اول

پہلی قسم کے مشاہدے کو شہود صفات کلیہ کا نام دیتے ہیں۔ اس مرتبے میں صفات مجردہ مشہود ہوتی ہیں ان کا ممکنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قسم دوم

دوسری قسم کو شہود صفات جزئیہ کہا جاتا ہے اس مرتبے میں صفات کا ممکنات کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم فلاں معلوم کے ساتھ اور صفت قدرت فلاں مقدور کے ساتھ تعلق رکھتی ہے علیٰ ہذا القیاس تمام صفات، ممکنات سے متعلق نظر آتی ہیں، سالکین کے نزدیک مشاہدے کی پہلی قسم (شہود صفات کلیہ) زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات مکتوب ۱۴)

* * * *

مِنہا-۱۱

طالب رابابید کہ اہتمام درنفئی آلہۂ باطلۂ آفاقی و
طالب کو چاہئے کہ وہ آفاقی و انفسی باطل معبودوں کی نفی کااہتمام
انفسی نماید، ودرجانب اثبات معبود حق، ہرچہ در
کرے[1] اور معبود برحق کے اثبات کے متعلق جو کچھ اس کے شعور اور وہم
حوصلۂ فہم و وہم اودرآید، آنرانیز درتحت نفی داخل
کے حوصلہ میں آئے اسے بھی نفی کے نیچے داخل کرے اور اسی کی
سازد، واکتفا بموجودیتِ آں نماید۔ اگرچہ وجود
موجودیت پر اکتفا کرے۔ اگرچہ اس مقام پر وجود
راہم دراں موطن گنجائش نیست۔
کی بھی گنجائش نہیں۔

---

[1] **طالب حق کونصیحت**

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ چونکہ طالب راہِ حقیقت کا مقصود فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے آفاقی اور انفسی (خواہشات نفسانیہ) معبودان باطلہ اور وہم وخیال اور مراقبات و واقعات کے دوران مشاہدہ ہونے والے سب باطل معبودوں کی نفی کرنا چاہئے، اہل ہواونفس کا نفسانی خواہشات

کو معبود قرار دینا آیت کریمہ **اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ** سے ثابت ہے ان سب الٰہۂ باطلہ کو ساقط الاعتبار سمجھ کر لا کی تیغ سے نفی کرنا چاہیے تاکہ **اِلَّا اللّٰہ** کے ذریعے معبود حقیقی جل سلطانہ کا اثبات ہو سکے۔

تابجاروب لا نروبی راہ

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ سالک ہر ماسوی اللہ کی نفی کرے اسی لئے صوفیاء نفی اثبات کے ذکر کے دوران **لاموجود الا اللہ** کے تصور سے بھی ذکر کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔

ماورائے وجود باید طلبید۔ علمائے اہل سنت زیبا گفته
(ذات حق کو) وجود سے ماوراء تلاش کرنا چاہئے [۲] علمائے اہل سنت
اند که وجود واجب تعالیٰ زائد است بر ذات اوسبحانه۔
نے خوب کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود زائد ہے اس سبحانہٗ کی ذات
وجود را عین ذات گفتن، وورائے وجود، امر دیگر اثبات
پر۔ وجود کو عین ذات کہنا اور وجود سے وراء کسی دوسری بات کا
ناکردن، ازقصور نظر است۔
اثبات نہ کرنا نظر کا قصور ہے۔

---

[۲] حق تعالیٰ وجود سے ماوراء ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ طالب کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو وجود سے بھی ماوراء تلاش کرنا چاہئے اور وجود اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مشائخ نقشبندیہ اسماء وصفات کا سبق نہیں دیتے بلکہ پہلے روز ہی اسم ذات کی تعلیم دیتے ہیں۔

دراصل وجود عین ذات نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے جو قائم بالذات اور زائد علیٰ الذات ہے

حضرت امام ربانی کا موقف

چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

واجب تعالیٰ کا وجود جمہور متکلمین کے نزدیک اس کی ذات عزشانہ، پر زائد ہے اور حکماء...... اور شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض صوفیاء کے نزدیک، یہ

وجود عین ذات ہے اس فقیر کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ واجب تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ...... برخلاف باقی موجودات کے، کہ وہ سب وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ (معارف لدنیہ معرفت ۱۴)

یاد رہے کہ حضرت ابن عربی قدس سرہٗ کا مؤقف یہ ہے کہ جس طرح ذات اور صفات ایک دوسرے کا عین ہیں ایسے وجود اور موجود ایک دوسرے کا عین ہیں یعنی کائنات اور ذات (اللہ) ایک ہے یہی حضرت ابن العربی قدس سرہ کے نظریہء وحدت الوجود کی بنیاد ہے۔

جب کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا مؤقف یہ ہے کہ ذات اور کائنات ایک نہیں وجود اور موجود ایک دوسرے کا عین نہیں۔ وجود میں کثرت ہے اور موجود میں وحدت ہے اور وہ ذات حق ہے اس لئے وحدت الوجود کی بجائے اگر وحدت الموجود کہا جائے تو زیادہ موزوں ہے۔ اسی کو حضرت امام ربانی کا پیش فرمودہ نظریہء توحید ''وحدۃ الشہود'' کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن العربی کا مؤقف ہے کہ وجود واحد کے سوا کچھ مشہود نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام ربانی کے نزدیک ایک وجود کے سوا کچھ نظر نہ آنا یہ نظر کا قصور ہے کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں جیسے کہ جب آسمان ابر آلود ہو تو آفتاب نظر نہیں آتا لیکن ہوتا ہے چونکہ غلبہء شہود کی بنا پر کوئی شئی نظر نہیں آتی۔ جیسے سورج کی روشنی کے سامنے ستارے وغیرہ ماند پڑ جاتے ہیں ایسے ہی جب اللہ تعالیٰ کی موجودیت کا سورج سالک کو مشہود ہوتا ہے تو وجود کائنات ہونے کے باوجود نظر نہیں آتا اسی کو وحدت شہود کہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے پہلے کشفی طور پر جمہور متکلمین اہلسنت کے عقیدہ کو ثابت کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا وجود اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ زائد علی الذات

ہے اب جامع شریعت وطریقت حضرت شیخ علاؤ الدولہ کا قول پیش فرمارہے ہیں۔

قول ملاحظہ ہو" فَوۡقَ عَالَمِ الۡوُجُوۡدِ عَالَمُ الۡمَلِكِ الۡوَدُوۡدِ "یعنی شہنشاہِ ودود جلّ سلطانہ کا عالم، عالم وجود سے بالا ہے۔

مذکورہ قول گرامی میں وجود اور ودود کو ہم وزن تزئین جملہ کیلئے لایا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ وجود کائنات، ذات ودود جلّ سلطانہ کا عین نہیں بلکہ ذاتِ ودود (حق تعالیٰ) کا عین کہنا ہمہ اوست ہے حضرت شیخ علاؤ الدولہ نے اس نظریہ کے مقابلے میں ہمہ از اوست کا نظریہ پیش فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ذات اور کائنات ایک نہیں بلکہ کائنات ذات کے اسماء وصفات کے ظلال کا مظہر ہے بعد میں حضرت امام ربانی نے اس نظریہ کو کشف وتحقیق کے ذریعے مؤید ومؤکد فرمایا جس کی کماحقہ آج تک کوئی تردید نہیں کرسکا۔

قال الشیخ علاء الدولة "فوق عالم الوجود عالم الملک الودود"

حضرت شیخ علاؤالدولہ[۳] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ملک ودود کا عالم، عالم وجود سے بالا ہے

۳ حضرت شیخ علاؤالدولہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد اور کنیت ابوالمکارم ہے اور آپ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانی کے لقب سے مشہور ہیں آپ ۶۵۹ ھ میں متولد ہوے۔ آپ کی اصل، سلاطین سمنان سے ہے پندرہ سال کی عمر میں سلطان وقت کے دربار سے وابستہ ہوئے دوران جنگ جب سلطان دشمن سے نبرد آزما تھا کہ آپ میں جذب کی کیفیت پیدا ہو گئی آپ ترک تعلق کر کے حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمان کسرقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغداد حاضر ہوئے جنہیں طریق سلوک کے امام ہونے کی وجہ سے کشف ودقائق پر پورا کمال حاصل تھا۔ آپ نے خانقاہ سکاکیہ میں سولہ سال بسر کیے آپ اپنے دور کے بہت بڑے شیخ اور علوم شریعت وطریقت کے امام تھے علوم ظاہری و باطنی میں اپنے زمانے کے پیشوا تھے حضرت ابن العربی کے نظریہ ء وحدت الوجود پر آپ نے ان کی شدید مخالفت فرمائی دراصل ابتداء میں آپ نے ہی توحید شہودی کے شرعی معارف وحقائق کو بیان فرمایا تھا۔

حضرت امام ربانی، حضرت ابن العربی کے علوم توحید کے مقابلے میں حضرت شیخ موصوف کے علوم ومعارف توحیدی کے ساتھ متفق ہیں البتہ اتنا ضرور ہے کہ حضرت شیخ سمنانی، حضرت ابن العربی پر ملامت کرتے ہیں حضرت امام ربانی ان پر ملامت نہیں کرتے کیونکہ کچھ عرصہ آپ حضرت ابن العربی کے معارف توحیدی کے قائل رہے ہیں بلکہ بربنائے خوش اعتقادی تاویل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معارف حضرت ابن عربی کے احوال ہیں نہ کہ عقائد نیز ان کی خطائے کشفی کو خطائے

اجتہادی کی مانند قرار دیتے ہیں۔

حضرت شیخ سمنانی نے حضرت ابن العربی کے شریعت مطہرہ سے بظاہر متصادم علوم ومعارف کے متعلق سخت اختلاف کے باوجود ان کی بزرگی اور ان کے روحانی کمال کا اعتراف بھی فرمایا ہے اس لئے آپ انہیں **اَیُّھَا الصِّدِّیْق** ، **اَیُّھَا الْمُقَرِّبُ** ، **اَیُّھَاالْوَلِیُّ** جیسے القابات سے مخاطب کرتے ہیں۔

ایک درویش نے حضرت شیخ سمنانی سے دریافت کیا کہ حضرت ابن العربی نے خدا کو جو وجود مطلق کہا ہے کیا قیامت کے روز ان سے اس بات پر مواخذہ ہوگا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا میں اس قسم کی باتوں کو بالکل اپنی زبان پر نہیں لانا چاہتا کاش وہ ایسا نہ کہتے کیونکہ مشکل بات کا کہنا جائز نہیں لیکن جب کہہ دی گئی تو پھر اس کی تاویل کرنا ضروری ہے تاکہ درویشوں کے دل میں شبہات پیدا نہ ہوں اور وہ بزرگوں کے بارے میں بے اعتقاد نہ ہوں۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام عمداً گناہ کے صدور سے معصوم ہیں اور اولیاء عظام گناہ کی ذلت سے محفوظ! رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ **اَنْ تَغْفِرَ اللّٰھُمَّ فَاغْفِرْ جَمْعاً وَاَیُّ عَبْدٍلَک لَا اِلُمَا** یعنی اے پروردگار بخشا ہے تو سب کو بخش دے تیرا کونسا بندہ ہے جو گناہ گار نہیں ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس عاجز کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ بندہ خود کو مجرم اور قصوروار نہ سمجھے۔ (نفحات الانس)

آپ کا وصال بعمر ۷۷ سال شب جمعہ ۲ رجب ۷۳۶ھ صوفی آباد میں ہوا۔

انا اللّٰہ وانا الیہ راجعون

ایں درویش را، چوں ازعالم وجود بالا گذرانید ند تاچند گاہ

اس درویش کو جب عالم وجود سے بالا گذارا گیا؟ جتنا عرصہ مغلوب الحال

کہ مغلوب حال بود خود را ازروئے علم تقلیدی ازاہل اسلام

رہا اپنے آپ کو علم تقلیدی کے اعتبار سے اہل اسلام میں شمار کرتا

می شمرد۔ بالجملہ ہرچہ در حوصلۂ ممکن درآید بطریق

رہا۔ المختصر جو ممکن کے حوصلہ (شعور) میں آتا ہے وہ بطریق

اولٰی ممکن شاید۔

اولٰی ممکن ہی ہوگا۔

حضرت امام ربانی اورعالم وجود

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے بھی ابتدائے سلوک میں غلبہء حال کی بناپر وجودکوعین موجودقرار دیا تھا مگر جب آپ کوعالم وجود سے اوپر عروج نصیب ہوا تو آپ نے اس قول سے رجوع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کیا۔

ابتدائے سلوک میں عالم وجود سے وراء روحانی سیر سے قبل آپ کا اسلام تقلیدی تھا۔ دراصل اسلام کی دو قسمیں ہیں۔

اسلام تقلیدی اور اسلام تحقیقی

فنائے ذات اور تزکیہء نفس سے پہلے سالک کا اسلام تقلیدی ہوتا ہے اس قسم کے اسلام کے زائل ہونے کا اندیشہ رہتا ہے جبکہ فنائے ذات اور تزکیہ نفس مقام مشاہدہ تک رسائی کے بعد سالک اسلام تحقیقی سے بہرہ یاب ہوتا ہے اسلام کی یہ قسم ہر قسم کے زوال سے محفوظ ہوتی ہے۔

فسبحان من لم يجعل للخلق اليه سبيلا الا بالعجز عن معرفته ـ

پس پاک ہے وہ ذات جس نے نہیں بنائی کوئی راہ مخلوق کیلئے اپنی طرف ماسوائے

گمان نکنند کہ ازیں فنافی اللہ وبقا باللہ ممکن واجب گردد

اپنی معرفت سے عجز کے ۵ گمان نہیں کرنا کہ اس فنافی اللہ اور بقاباللہ سے ممکن واجب ہوگیا

۵ حضرت ابن عربی اور حضرت امام ربانی کا جدا جدا موقف

اگر کائنات اور ذات کو ایک دوسرے کا عین قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ممکن واجب ہوگیا اور واجب ممکن ہوگیا حالانکہ ممکنات اور کائنات کے ظرف میں جو کچھ آئے گا وہ محدود اور مقید ہو جائے گا اور واجب تعالیٰ حدود و قیود اور ثغور سے وراء ہے فلہذا جو محدود و ممکن میں آئے گا وہ بدرجہ اتم محدود اور ممکن ہوگا لہٰذا حق تعالیٰ ممکنات اور کائنات کی حدود سے وراء اور پاک ہے اس لئے سالک کو واجب تعالیٰ کا جتنا بھی قرب نصیب ہوگا وہ اتنا ہی ذات کی کنہہ یافت اور ادراک کی معرفت سے قاصر اور عاجز آ جائے گا حضرت ابن العربی اور حضرت امام ربانی کا معرفت ذات کے متعلق اختلاف ہے حضرت ابن العربی کا مؤقف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت ممکن ہے بایں معنی کہ سالک کو ذات کا علم اور ادراک حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ نے خود کہا ہے کہ ہمیں ذات کا علم وادراک ہے اور العجز عن درک الادراک ادراک کے قائلین کو جاہل قرار دیا ہے۔ (فص شیثیہ)

پس چوں ممکن واجب نگردد غیر از عجز از ادراک
پس جب ممکن واجب نہیں ہوسکتا تو واجب تعالیٰ کے ادراک سے درماندگی
واجب تعالیٰ نصیب ممکن نباشد
کے سوا ممکن کو کچھ نصیب نہیں ہوتا۔
عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
عنقا کسی کے شکار میں نہیں آتا جال اٹھا لو۔
کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را
کیونکہ اس جگہ ہمیشہ ہوا ہاتھ میں آتی ہے جال کے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا مؤقف یہ ہے کہ بندے کے لئے ذات کی کنہ کا ادراک ممکن نہیں اور ذات کی معرفت یہی ہے کہ اس کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف واقرار کرلیا جائے اور اَلْعِجزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ کے قائل کی طرف جہالت کی نسبت کرنا بہت بڑی جسارت ہے کیونکہ یہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے جو اس امت کے سب سے پہلے صوفی، عارف اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ شتان بینھما ان دونوں نظریوں میں کس قدر فرق ہے۔

چہ آں محال است ، ومستلزم قلب حقائق ۔بلند ہمتی

کیونکہ یہ محال ہے اور قلب حقائق کو مستلزم ہے[٦] بلند ہمتی کا

ہمیں طور مطلب رامی خواہد کہ ہیچ از و بدست نیاید،

تقاضا یہی ہے کہ کچھ پتہ اس (ذات حق) کا ہاتھ نہ آئے اور

وہیچ نام ونشان از وپیدا نشود۔

اس (ذات) کا کوئی نام ونشان ظاہر نہ ہو۔

[٦] حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ایک سوال کا جواب ارشاد فرمارہے ہیں کہ کیا سالک فنافی اللہ اور بقاباللہ کے بعد اللہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ کا قول ہے **فَوَقْتاً يَكُوْنُ الْعَبْدُ رَبًّا بِلَاشَكٍّ** (فصوص الحکم کلمہ اسحاقیہ)

حضرت امام ربانی ارشاد فرماتے ہیں کہ فنا اور بقا کے بعد ممکن واجب نہیں ہوتا بندہ ، خدا نہیں بنتا بلکہ فنافی اللہ اور بقاباللہ کے بعد بھی بندہ ، بندہ ہی رہتا ہے اور اللہ، اللہ ہی رہتا ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ ممکن واجب ہو جائے ورنہ قلب حقائق لازم آتا ہے۔ البتہ فنا و بقا کے بعد بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔

جب فنا و بقا کے بعد ممکن ، ممکن ہی رہتا ہے اور واجب ، واجب ہی رہتا ہے تو ممکن (سالک) کو واجب کے ادراک سے عاجز آنے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اس لئے عینیت کے قول سے اجتناب کرنا چاہئے اور ذات حق جل سلطانہ کو ممکنات اور کائنات سے وراء ڈھونڈنا چاہئے۔

جمعے ہستند کہ مطلبے می خواہند، کہ آں را عین خود یا

ایک جماعت ایسی ہے جو دوسرا مطلب لینا چاہتی ہے وہ یہ کہ اس (ذات) کو اپنا عین

بند، وقرب ومعیت باو پیدا سازند

پاتے ہیں اور اس کے ساتھ قرب اور معیت پیدا کرتے ہیں۔ ے

آں ایشانند ومن چنینم یارب

وہ کہاں اور میں کہاں یارب

تیری تلاش میں پھروں جنگل پہاڑ دشت میں
نہ ہی تیرا پتہ چلا نہ ہی تیری نشانیاں

کیونکہ ذات کی معرفت ایک ایسا بھنور اور گرداب ہے جس میں ہزاروں کشتیاں غرق ہوگئیں کہ آج تک ان کا کوئی اتا پتا بھی نہیں چل سکا۔

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

ے مسئلہ عینیت

صوفیاء کا ایک گروہ ممکن کو واجب قرار دے کر عینیت کا قول کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابن العربی قدس سرہ کا قول ہے۔

فَاَنْتَ عَبْدٌ وَاَنْتَ رَبٌّ.......... وَاَنْتَ رَبٌّ وَاَنْتَ عَبْدٌ

یعنی تو ہی بندہ ہے اور تو ہی رب ہے...... اور تو ہی رب ہے اور تو ہی بندہ ہے

لہٰذا انہوں نے وجود کو حقیقت واحدہ قرار دے کر کہا کہ چونکہ کوئی شئی اپنی ذات کی ضد نہیں ہوتی پس حق تعالیٰ ہی رہا کوئی دوسری چیز نہ رہی اس لئے نہ کوئی ملا ہوا رہا

اور نہ ہی کوئی جدا ہونے والا رہا۔ جیسا کہ فصوص الحکم میں ہے فَاِنَّ الْوُجُوْدَ حَقِیْقَةٌ وَاحِدَةٌ وَالشَّیْءُ لَایُضَادُ نَفْسَهٗ

فَلَمْ یَبْقَ اِلَّا الْحَقُّ لَمْ یَبْقَ کَائِنٌ
فَمَا ثَمَّهٗ مَوْصُوْلٌ وَمَا ثَمَّهٗ بَائِنٌ

(کلمہ اسماعیلیہ)

عینیت کی بنا پر ہی قرب و معیت ذاتی زمانی و مکانی کا قول کیا جاتا ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک قرب واحاطہ ومعیت ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے اور یہی علمائے اہلسنت وجماعت کا مؤقف ہے جو نصوص محکمات سے ثابت ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَقَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْماً اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر سے عیاں ہے۔

منہا-۱۲

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرمودہ

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں کہ مشائخ میں

اند کہ آئینۂ ہر یك از مشائخ را دو جہت ست و آئینۂ

سے ہر کسی کے آئینہ کی دو جہتیں ہیں اور میرے آئینہ کی

مرا شش جہت

چھ جہات ہیں [1]

[1] جہات قلب

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ الساری کے ایک ارشاد گرامی کی توضیح فرما رہے ہیں کہ حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے آئینہ (قلب) کی دو جہتیں ہوتی ہے جبکہ میرے آئینہ کی جہتیں چھ ہیں۔

لفظ ’’مانا‘‘ فارسی زبان میں دو معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے ایک شائد کے معنی میں اور دوسرا یقیناً کے معنی میں اگر شاید کا معنی لیں تو اس میں تھوڑا سا شبہ پایا جاتا ہے اور جب یقین کے معنی میں لیں تو شبہ ساکت ہو جاتا ہے بات یقینی ہو جاتی ہے زیر نظر منہا میں یقین کا پہلو ہی غالب ہے اس لئے ’’مانا‘‘ کا معنی یہاں یقیناً ہی لیا جائے گا۔

طریقت نقشبندیہ کے خلفاء میں سے کسی خلیفہ نے بھی حضرت خواجہء بزرگ

کے اس کلمہ قدسیہ کے متعلق اشارۃً یا کنایۃً، اجمالاً یا تفصیلاً کوئی کلام نہیں کی عدم فہم کی وجہ سے خاموش رہے۔

کسر نفسی اور عاجزی کے طور پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اپنے آپ کو قلیل البضاعۃ تحریر فرمایا ہے جس سے مراد، دوں ہمت، کم علم اور بے عمل وغیرھا مفہوم ہوتا ہے جبکہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز نے آپ کے متعلق کثیر العلم اور قوی العمل لکھا نیز آپ کے علم وعمل کا زمانہ معترف ہے جس پر آپ کی تصانیف لطیفہ اور مکتوبات شریفہ شاہد عادل ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے استاد گرامی حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی لکھا یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے دور کے جلیل القدر، علماء، فضلاء، صوفیاء، اتقیاء، اقطاب واغیاث کے ملجا وماویٰ تھے۔ کس قدر عالی ظرف اور عظیم وہ لوگ تھے جو علم وفضل اور تقوی وعمل کے لحاظ سے پہاڑ تھے۔ مگر از راہ عجز وانکسار خود کو فقیر، حقیر پر تقصیر اور قلیل البضاعۃ وغیرھا جیسے الفاظ اور القاب سے نوازتے تھے کہ کہیں شیطانی تصرفات اور نفسانی خواہشات راہ راست سے ہٹا نہ دیں آپ کا یہ انداز تحریر موجودہ دور کے ارباب علم وفضل کے لئے سبق آموز ہیں ورنہ علم وفضل کی وجہ سے انسان کے اندر تکبر، رعونت، خود پسندی، دعویٰ وتعلی جیسے روحانی واخلاقی امراض جنم لیتے ہیں جو روحانیت کے حصول اور بارگاہ قدس تک وصول کیلئے حجاب اکبر کا باعث ہوتے ہیں العیاذ باللہ سبحانہ بقول کسے

علم را بر تن زنی مارے بود علم را بر دل زنی یارے بود
صد کتب صد ورق در نار کن روئے دل را جانب دلدار کن

مانا کہ ایں کلمہء قدسیہ را تا ایں زمان ہیچ یکے از خلفائے

یقیناً اس پاکیزہ کلمہ کو اس وقت تک اس بزرگ خانوادہ[2] کے خلفاء میں سے کسی

ایں خانوادۂ بزرگ بیان نکردہ است، بلکہ باشارہ و رمز ہم

ایک نے بھی بیان نہیں کیا بلکہ اشارہ اور کنایہ سے بھی اس بارے میں

دراں باب سخن نراندہ۔ ایں حقیر قلیل البضاعۃ راچہ رسد کہ

بات نہیں کی۔ اس حقیر اور کم مایہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس (کلمہ فرمودہ) کی

درشرح آں اقدام نماید و در کشف آں، زبان کشاید۔ اماچوں

شرح میں پیش دستی کرے اور اس کے کشف میں زبان کھولے۔ لیکن جب

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بمحض فضل خویش سرایں

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس معما کا راز اس

معما را برایں حقیر بکشود، وحقیقت آں کما ینبغی وانمود،

حقیر پر کھول دیا اور اس کی حقیقت جیسا کہ چاہیے تھی ظاہر کردی،

۲ عنایت رحمانی برحضرت امام ربانی

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جلیل القدر خلفائے نقشبندیہ نے اس کلمہ قدسیہ کی شرح بیان نہیں فرمائی تو مجھ قلیل البضاعۃ کی کیا مجال کہ اس کی شرح تحریر کروں مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس لاینحل عقدہ کے راز کو میرے قلب پر القاء فرمادیا ہے اس لئے اب میں اس پوشیدہ راز کو سلک تحریر میں پرورہا ہوں۔

بخاطر ریخت کہ ایں دُرّمکنون را بہ بنان بیان در
دل میں آیا کہ اس گوہر پوشیدہ کو بیان کی انگلیوں سے تحریر کی لڑی میں
سلك تحریر کشد، وبزبان ترجمان درحیز تقریر آرد۔
پرو دے اور زبان ترجمان کے ساتھ تقریر کے مقام میں لے آئے
بعدازادائے استخارہ شروعے دراں باب نمودہ آمد۔ والمسئول
استخارہ کرنے کے بعد اس باب میں شروع ہوا اور اللہ سبحانہ سے استدعا ہے کہ وہ
من اللہ سبحانہ العصمة والتوفیق
غلطی سے بچائے اور حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [۳]

[۳] بزرگان دین کا یہ معمول رہا ہے کہ جب ان پر کوئی کشف، واقعہ یا خواب میں کوئی پوشید اسرار کھلتے ہیں تو انہیں تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرنے یا احاطہ تحریر میں لانے سے قبل استخارہ کرتے ہیں جب استخارہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا معلوم ہو جائے تو اس راز کو بیان کر دیتے ہیں پس پردہ حکمت یہ کارفرما ہوتی ہے کہ اس میں بے شمار انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ پنہاں ہوتا ہے چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز استخارہ کے بعد حق تعالیٰ سے غلطی سے بچنے اور اس راز کے کھولنے کی طاقت واستعداد مانگ رہے ہیں۔

باید دانست کہ مراد از آئینہ، قلب عارف ست کہ

جاننا چاہئے کہ آئینہ سے مراد عارف کا دل ہے جو برزخ ہے روح

برزخ ست بین الروح والنفس، واز دو جہت، جہۃ

اور نفس کے درمیان اور دو جہت سے جہت

روح وجہۃ نفس مراد داشتہ اند۔

روح اور جہت نفس مراد لی ہے۔ ؏

؏ حضرت امام ربانی اور آئینہ قلب

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس کلمہ قدسیہ کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ آئینہ سے مراد عام لوگوں کا قلب نہیں بلکہ قلب عارف مراد ہے اور عارف کا قلب روح اور نفس کے درمیان برزخ ہے۔

برزخ اس دو رخ حجاب اور پردے کو کہا جاتا ہے جو ایک طرف سے لیتا اور دوسری طرف دیتا ہے۔

جیسا کہ حضور اکرم ﷺ امکان اور وجوب، خالق اور مخلوق کے درمیان حجاب اور برزخ ہیں آپ جہت نورانیت کے اعتبار سے حق تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں اور جہت بشریت کے اعتبار سے مخلوق کو فیض دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کو برزخ البرازخ اور برزخ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

؎ اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

ایسے ہی دیگچی میں پانی ڈال کر گرم کرنے کیلئے جب اسے چولہے پر رکھ

دیا جاتا ہے تو دیگچی کا نچلہ حصہ (تلہ) پانی اور آگ کے درمیان برزخ کا کام کرتا ہے آگ سے حرارت وصول کر کے پانی کو حرارت دیتا ہے یونہی قلب، روح اور نفس کے درمیان برزخ کا کردار ادا کرتا ہے یعنی جو فیض روح پر نازل ہوتا ہے قلب اس فیض کو روح سے لے کر نفس کو دیتا رہتا ہے۔

قلب صنوبری

مضغہء گوشت کو قلب صنوبری بھی کہا جاتا ہے قلب صنوبری قلب نوری کیلئے ظرف کی مانند ہے جو بشری کثافت اور گناہوں کی غلاظت کی وجہ سے کثیف اور غلیظ ہو جاتا ہے اور نفس، اپنی فطری شرارت اور قلبی مجاورت کی وجہ سے بھی شریر اور کثیف ہے تو قلب عارف مصفی اور مزکی ہونے کی بنا پر مضغہء گوشت اور نفس دونوں کو فیض دے کر لطیف بناتا رہتا ہے۔ یوں قلب عارف روح اور نفس کے درمیان برزخ کا کردار ادا کرتا ہے۔

یہاں مشائخ سے مراد مطلق مشائخ ہیں یعنی دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ کے ساتھ ساتھ مشائخ نقشبندیہ بھی مراد ہیں۔ کیونکہ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ قدس جل سلطانہ میں ایک خاص مقام حاصل ہے اور وہ مقام مقام محبوبیت ہے اس لئے کہ یہ راز حضرت شاہ نقشبند پر کھلا اور آپ کے بعد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ پر کھلا۔

مشائخ جب واصل باللہ ہوتے ہیں تو وصل کے متعدد درجات میں سے مقام قلب کے درجہ پر پہنچ کر آئینہ قلب کی دو جہتیں (روح اور نفس) منکشف ہو جاتی ہیں تو قلب سے مناسبت رکھنے والے دو جہتوں کے علوم و معارف روح اور نفس پر وارد ہوتے ہیں بخلاف ”حضرت شاہ نقشبند“ کے طریقہ کہ جس کے متعلق آپ خود ارشاد فرماتے ہیں ”ما نہایت را در بدایت درج ساختیم“ یعنی جہاں مشائخ کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے نقشبندیوں کی ابتدا ہوتی ہے مگر جزوی طور پہ ہوتی ہے۔

پس مشائخ را در وقت وصول بمقام قلب ہر دو جہت آن
پس مشائخ کو مقام قلب میں وصول کے وقت اس کی دو جہتیں منکشف
منکشف می گردد، وعلوم ومعارف آن ہر دو مقام کہ مناسب
ہو جاتی ہیں اور ان دو مقاموں کے علوم و معارف جو قلب کے ساتھ
قلب است فائض می شود بخلاف طریقے کہ حضرت خواجہ
مناسبت رکھتے ہیں فائض ہوتے ہیں بخلاف اس طریقے کے کہ حضرت خواجہ جس
بآں ممتازند، ونہایت دراں موطن دربدایۃ مندرج است،
کے ساتھ ممتاز ہوئے ہیں اور نہایت اس مقام میں ابتداء میں درج ہے کہ قلب
آئینہ قلب را دراں طریق شش جہت پیدامی شود۔
کے آئینہ کی اس طریقہ میں چھ جہتیں[۵] ظاہر ہو جاتی ہیں

۵ سلسلہ نقشبندیہ اور جہات قلب

سلسلہ نقشبندیہ میں آئینہ قلب کی چھ جہتیں ہوتی ہیں۔ اکابرین طریقت نقشبندیہ پر یہ امر منکشف ہوا ہے کہ انسان جن چھ لطائف سے مرکب ہے وہ سب قلب میں مندرج ہیں۔

چھ لطائف سے مراد عالم امر کے پانچ لطیفے (قلب، روح، سر، خفی، اور اخفیٰ) اور عالم خلق کا لطیفہ نفس ہے عالم خلق کے بھی پانچ لطیفے ہیں نار، خاک، باد اور آب چونکہ چار لطیفے اکیلے نفس میں مندرج ہوتے ہیں۔ طے سلوک کے دوران لطیفہ نفس کے ضمن میں باقی چاروں لطائف (نار، خاک، آب، باد) طے کروا دیتے ہیں چونکہ

بیانش آن ست کہ براکابر ایں طریقہ علیّہ منکشف

اس کا بیان یہ ہے کہ اس بلند طریقہ کے اکابر پر منکشف کیا گیا ہے

گردانیدہ اند کہ ہرچہ در کلیّۃ افراد انسانی ثابت ست، از

کہ جو کچھ افراد انسانی کی کلیت میں ثابت ہے چھ لطائف

لطائف ستہ در قلب تنہانیز متحقق ست، از نفس و قلب

سے تنہا قلب میں بھی متحقق ہے نفس، قلب، روح،

و روح و سر و خفی و اخفیٰ

سر، خفی اور اخفی سے

طریقت نقشبندیہ میں پہلے عالم امر کے لطائف طے کروائے جاتے ہیں اس کے دوران ہی عالم خلق کے لطائف میں طہارت اور لطافت آ جاتی ہے۔ لطیفہ نفس کو علیحدہ طے کروایا جاتا ہے تاکہ تزکیہ کامل ہو جائے عالم امر کے پانچ لطیفے سینے میں ہیں۔ اور لطیفہ نفس پیشانی میں ہے بعض بزرگوں کے نزدیک لطیفہ نفس زیر ناف ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے تطبیق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لطیفہ نفس کے قدم زیر ناف ہوتے ہیں اور اس کا سر انسان کی پیشانی میں ہوتا ہے۔

عالم خلق اور عالم امر کے جملہ لطائف انسان میں ہوتے ہیں خواہ وہ مومن ہو یا کافر خواہ ان میں طہارت، نفاست، لطافت اور فنائیت آئے یا نہ آئے۔

غرضیکہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں وہ چھ لطائف میرے قلب میں چھ جہتیں بن کر جلوہ گر ہیں۔

چھ لطائف سے مراد قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ اور نفس ہیں۔ جو خواجہ نقشبند

کہ از شش جہت ایں شش لطیفہ مراد داشتہ اند۔ پس
جو چھ جہات ہیں یہ چھ لطائف مراد لئے ہیں۔ پس تمام مشائخ کی سیر ظاہر
سیر سائر مشائخ برظاہر قلب ست، و سیرایں بزرگواراں
قلب پر ہے اور ان بزرگوں کی سیر باطن قلب میں ہے اوراس سیر کے ذریعے
در باطن قلب۔ و بایں سیر بابطن بُطون آں می رسند،
اس کے (قلب) ابطنِ بطون تک پہنچ جاتے ہیں

قدس سرہٗ العزیز کی برکت سے نقشبندی فقیر کو تنہا قلب کے ضمن میں طے کروادیئے جاتے ہیں۔

دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ کرام جن کے آئینہ قلب کی دو جہتیں ہوتی ہے ان کی سیر ظاہر قلب تک ہی ہوتی ہے جبکہ سلسلہ نقشبندیہ کے درویش جن کے آئینہ قلب کی چھ جہتیں ہوتی ہے ان کی سیر قلب کے باطن میں ہوتی ہے۔

اَبطَنُ، اَفعَلُ کے وزن پر اسم تفضیل کا صیغہ ہے جسمیں دوسروں کی نسبت زیادتی پائی جاتی ہے ابطن کا معنی سب سے زیادہ باطن (پوشیدہ) ہے یعنی ایک ہے قلب کا باطن اور ایک ہے اس باطن کے باطن کا بھی باطن جسے قلبِ قلب کہا جا سکتا ہے اور باطن القلب سے آگے ابطنِ بطون ہے نقشبندی درویش کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ الصمد کی بدولت دوران سلوک جب باطنی طیر اور روحانی سیر نصیب ہوتی ہے تو وہ قلب کے باطن سے لے کر ابطن بطون تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں مقام قلب سے مناسبت رکھنے والے ان چھ لطیفوں کے علوم ومعارف مقام قلب میں منکشف ہوجاتے ہیں۔ **والحمدللہ علیٰ ذالک**

وعلوم ومعارف ایں ہرشش لطیفہ درمقام قلب منکشف

لیکن یہ وہی علوم ہیں جو مقام قلب کے مناسب ہیں اور چھ لطیفوں میں سے ہر ایک

می گردند ، اما علومے کہ مناسب مقام قلب اند۔ ایں

کے علوم ومعارف مقام قلب میں منکشف ہوجاتے ہیں یہ ہے بیان حضرت

است بیان کلمۂ قدسیہ حضرت خواجہ قدس اللّٰہ تعالیٰ

خواجہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے کلمہ قدسیہ کا اس حقیر کو اس مقام میں ان بزرگوں

سرہ ۔ایں حقیر را دریں مقام ببرکت ایں بزرگواراں مزید

کی برکت سے اورزیادہ تدقیق ، تحقیق کے بعد حاصل ہے ۵ اورآیت

بر مزید است، وتدقیق بعد تحقیق وبحکم کریمہ " واما

کریمہ "واما بنعمۃ ربک فحدث" کے مصداق اس سے مزید ایک

بنعمۃ ربک فحدث" رمزے ازاں مزید واشارتے ازاں تدقیق

رمز اور اس تدقیق سے ایک اشارہ بیان کرتا ہوں اور اسی (اللہ) سبحانہ

می نماید ۔ومنہ سبحانہ العصمۃ والتوفیق ۔بدانکہ قلبِ قلب

سے عصمت اور توفیق کا خواستگار ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ قلبِ کا قلب بھی

نیز متضمن لطائف است برقیاس قلب ۔

لطائف کو شامل ہے قلب پر قیاس کرتے ہوئے۔

---

۵ حضرت امام ربانی پر قلبِ قلب کے اسرار کھلے ہیں

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ العزیز کے قول گرامی کی شرح تحریر کرنے کے بعد

لیکن قلب درقلب قلب بواسطۂ تنگی دائرہ یا سرِّ دیگر دو

لیکن قلب میں دائرہ کی تنگی کے واسطہ سے یا کسی اور راز کی وجہ سے مذکورہ

لطیفہ از لطائف ستہ مذکورہ بطریق جزئیۃ ظاہر نمی

چھ لطائف میں سے دولطیفے جزوی طور پر ظاہر نہیں ہوتے۔ وہ لطیفہ نفس

شوند۔ لطیفہ نفس و لطیفہء اخفیٰ۔ وکذاالحالُ فی القلب

اورلطیفہ اخفیٰ ہیں یہی حال ہے اس قلب میں جو تیسرے مرتبے میں ہے مگر ظاہر نہیں

الذی فی المرتبۃ الثالثۃ اِلّا انّہ لایظہر فیہ الخفی ایضاً

ہوتا اس میں (لطیفہ) خفی بھی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کی توجہات قدسیہ کی برکت سے ابطن بطون سے بھی مزید برمزید علوم و معارف عطا فرمائے گئے ہیں اور آپ کے کلمہ قدسیہ کے حقائق کشفی طور پر عیاں ہوئے ہیں اور جب دقت نظر کے ساتھ حقائق کے سمندروں میں مزید غواصی کی تو باریک دقائق اور پوشیدہ اسرار کے موتی اور بھی میرے ہاتھ لگے اس لئے تحدیث نعمت کے طور پر ان مخفی رازوں کو بیان کر رہا ہوں کَلَامُنَا اِشَارَۃٌ وَبَشَارَۃٌ کے مصداق ہم اشاروں اشاروں میں اپنے درویشوں کو خوشخبری سنا دیتے ہیں۔

٥...... دیگر مشائخ کرام کو ظاہر قلب تک سیر نصیب ہوئی اور حضرت شاہ نقشبند کو باطن قلب تک رسائی نصیب ہوئی اور حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز پر خواجگان نقشبندیہ کے طفیل قلبِ قلب کے بھی اسرار کھلے ہیں۔

و کذاالحالُ فی القلب الذی فی المرتبة الرابعة الا انه لایظھر فیه

اور یہی حال ہے اس قلب میں جو چوتھے مرتبہ میں ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا اس میں (لطیفہ)

السر ایضاً مع ظھورِ القلب والروح فیه وفی المرتبة الخامسة لا

سر بھی باوجودیکہ (لطیفہ) قلب اور (لطیفہ) روح اسمیں ظاہر ہوتے ہیں اور پانچویں

یظھر الروحُ فیه ایضاً فما بقی الا قلبٌ محضٌ وبسیطٌ صِرفٌ لا

مرتبہ میں (لطیفہ) روح بھی ظاہر نہیں ہوتا پس قلب محض ہی باقی رہ جاتا ہے جو بسیط

اعتبَار فیه لشئی اصلاً.

صرف ہے جس میں کسی شئی کا ہرگز اعتبار نہیں۔

لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفیٰ کا عدم شہود

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح عارف کے قلب میں چھ لطیفے ہوتے ہیں ایسے ہی قلب قلب بھی انہی چھ لطائف کو متضمن ہوتا ہے لیکن قلب قلب تنگیٔ دائرہ کے واسطہ سے یا کسی اور وجہ سے ان چھ لطیفوں (قلب، روح، سر، خفی، اخفی اور نفس) میں سے دو لطیفے جزوی طور پر ظاہر نہیں ہوتے گو موجود ہوتے ہیں لیکن عدم ظہور کی وجہ سے ان کا شہود نہیں ہوتا وہ دو لطیفے لطیفۂ نفس اور لطیفۂ اخفی ہیں۔

لطیفۂ نفس عالم خلق کا آخری لطیفہ ہے اور لطیفہ اخفیٰ عالم امر کا آخری لطیفہ ہے لطیفہ نفس کے مقام میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے جس طرح فقہاء کا اختلاف فقہی اجتہادی ہوتا ہے ایسے ہی صوفیاء کا اختلاف کشفی روحانی اجتہادی ہوتا ہے۔

ومـمّا ينبغى ان يُعلَم ههنا من بعض المعارفِ العاليه ليتوسّل به الىٰ ماهو

اوران (باتوں) میں سے مناسب ہے کہ یہاں جانا جائے جن کے بعض بلند معارف کو

نهـايةُ الـنهـاية وغاية الغايةُ فاقولُ بتوفيقِ اللّٰه سبحانهٗ اِنّ جميع ماظهر

تا کہ ان کے توسل سے رسائی نصیب ہو نہایت النہایت اور غایت الغایت تک پس

فى العالمِ الكبير تفصيلاً فهو ظاهرٌ فى العالم الصغير اجمالاً.

میں اللہ سبحانہ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ وہ تمام جو ظاہر ہے عالم کبیر میں تفصیلی طور پر وہ ظاہر ہے عالم صغیر میں اجمالی طور پر

لطیفہء نفس اور لطیفہء اخفی کے مقامات میں اختلاف

بعض صوفیاء کے نزدیک لطیفہء نفس کا مقام متصل زیر ناف ہے جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک لطیفہ نفس وسط پیشانی میں ہے آپ نے ان دونوں اقوال میں تطبیق دی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ صوفیاء کو کشف میں تھوڑا سا التباس ہو گیا ہے اس لئے ان پر پورا پورا کشف منکشف نہیں ہوا در اصل نفس امرِ واقعہ میں ایک شکل رکھتا ہے جو انسانی جسم کے اندر ہوتی ہے فلہٰذا لطیفہء نفس کا سر وسطِ پیشانی میں ہے اور اس کے قدم متصل زیر ناف ہیں چونکہ طریقت نقشبندیہ مجددیہ کے امام حضرت امام ربانی کی تجدید و تحقیق کے مطابق لطیفہ نفس وسط پیشانی میں ہے اس لئے حضرات مجددیہ کے نزدیک لطیفہ نفس کا مقام وسط پیشانی ہی ہے اس لئے جب وہ لطیفہ نفس پر ذکر کرتے ہیں تو وسط پیشانی میں ہی کرتے ہیں۔

لطیفہء اخفیٰ کے متعلق بھی صوفیائے کرام کا اختلاف ہے بعض صوفیاء کے نزدیک لطیفہء اخفی تالو میں ہے جبکہ حضرت امام ربانی کے نزدیک لطیفہء اخفی کا مقام

وسطِ سینہ میں ذرا اوپر کی جانب ہے۔

قلبِ قلب کے پانچ میں سے تیسرے مرتبہ میں لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفیٰ کے ساتھ ساتھ لطیفہ خفی بھی ظاہر نہیں ہوتا اور چوتھے مرتبہ میں لطیفہ سر بھی ظہور پذیر نہیں ہوتا۔

قلب محض ہر قسم کے اعتبارات سے پاک ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز راہ سلوک کی کیفیات اور واردات واحوال کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ قلب میں یافت ہوتی رہتی ہے لطائف کا ظہور ہوتا رہتا ہے جبکہ قلب قلب میں لطائف ظہور کی بجائے بطون اختیار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ پانچویں مرتبہ میں لطیفہ روح بھی پوشیدہ ہو جاتا ہے یہاں توحید خالص کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ دوران سلوک قلب قلب میں ایسا مقام بھی آتا ہے جس میں ان اشیاء کی ضرورت نہیں رہتی آخر کار قلب محض اور بسیط صرف یہی رہ جاتا ہے جو ترکیب و اجزء سے پاک ہے جسمیں الوان، انوار، جہات، اطراف و اکناف ہر قسم کے اعتبارات سے اٹھ جاتے ہیں۔

ونعنی بالعالم الصغیرِ الانسان فاذاصُقلَ العالم الصغیر ونوّر ظهر فیه

اور ہماری مراد عالم صغیر سے انسان ہے پس جب عالم صغیر کا زنگ دور کر دیا جاتا ہے اور

بطریقِ المِراٰتیة جمیعُ ما فی العالم الکبیر تفصیلاً لانّه بالصِقالة

اسے منور کر دیا جاتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے اس میں بطریق آئینہ وہ سب کچھ جو عالم کبیر[٦]

والتنویر قداتّسع وعاءُهٗ فزالَ حکم صِغرہٖ و کذاالحالُ فی اْلقلبِ

میں تفصیلاً تھا کیونکہ صقالت اور تنویر کی وجہ سے اس کا ظرف وسیع ہو گیا ہے اس لئے اس

الذی نسبتُهٗ مع العالمِ الصغیر کَنسبةِ العالم الصغیر مع العالمِ الکبیر

کے چھوٹا ہونے کا حکم زائل ہو گیا ہے اور یہی حال ہے اس قلب میں کہ جس کی نسبت عالم

مِن الاجمال والتفصیل۔

صغیر کے ساتھ ہے جیسی نسبت عالم صغیر کو عالم کبیر کے ساتھ ہے اجمالاً اور تفصیلاً۔

٦ انسان خلاصہء کائنات ہے

اب یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز قلب محض کے مقام پر حاصل ہونے والے بعض علوم و معارف کو بیان فرما رہے ہیں تا کہ ان معارف کے توسل کی بدولت سالک نہایت النہایت اور غایت الغایت تک رسائی حاصل کر لے۔

معارف کی تفصیلات بیان کرنے سے قبل چند ایک اصطلاحات پیش خدمت ہیں

عالم کبیر...... کائنات کو کہا جاتا ہے

عالم صغیر...... انسان کو کہا جاتا ہے

عالم اصغر...... انسانی قلب کو کہا جاتا ہے

فاِذا صقِل العالم الاصغرُ الذی هو عالمُ القلب و دُسّت الظلمةُ الطارية

پس جب عالم اصغر کا زنگ دور کر دیا جاتا ہے یہی عالم قلب ہے اور دور کر دی جاتی ہے

علیه ظهَر فیه بطریق المراٰتیة ایضاًما فی العالم الصغیر تفصیلاً.

ظلمت اس پر چھائی ہوئی ظاہر ہو جاتا ہے اس میں بھی آئینہ کی طرح جو کچھ عالم صغیر

وهٰکذا الحالُ فی قلبِ القلب بالنسبة الَی القلب من الاجمالِ

میں ہے تفصیلی طور پر۔ اور یہی حال قلب قلب میں ہے کہ جو نسبت قلب کی ہے اجمالاً

والتفصیل وظهورِ التفصیل فیه بعداَنْ کان مُجملاً

اور تفصیلاً اور تفصیل ظاہر ہو جاتی ہے اس میں بعد اس کے کہ وہ مجمل ہو گیا۔

انسان کو عالم صغیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ مجموعہ کائنات ہے چودہ طبق کی کائنات کے جملہ عناصر، معدنیات و نمکیات، عرش و فرش وغیرھا کو اللہ تعالیٰ قادر مطلق نے کمال قدرت و حکمت کے ساتھ اجمالی طور پر انسان میں درج فرما دیا ہے جیسا کہ تجربہ گاہوں میں تحقیقات ہو چکی ہیں کہ انسان میں پروٹین نمکیات (کیلشیم، سوڈیم، پوٹاشیم وغیرہا اور معدنیات (فولاد، سونا وغیرہا) کی کمی و بیشی انسانی صحت کو متاثر کرتی ہے۔

غرضیکہ کائنات میں جو کچھ تفصیلی طور پر پایا جاتا ہے وہ سب کچھ تنہا جسم انسانی میں اجمالی طور پر پایا جاتا ہے جیسے گٹھلی کے اندر درخت اجمالی طور پر ہوتا ہے اور اس کی تفصیل تناور درخت ہوتا ہے۔

ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، توجہات قدسیہ، سنت و شریعت کی متابعت سے سالک کی بشری کدورتیں، ثقالتیں اور کثافتیں دور ہو جاتی ہیں جسم انسانی کے صیقل ہونے کی وجہ سے اس کا تصفیہ ہو جاتا ہے جسم میں لطافت اور نورانیت آ جاتی ہے۔ بلکہ بعض

بسببِ التصفية والنُورانية وعلیٰ هذا القياس القلبُ الذی فی المرتبةِ

تصفیہ اور نورانیت کے سبب سے اور اسی پر قیاس ہے (حال) اس قلب کا جو تیسرے مرتبہ میں

الثالثة والقلب الذی فی المرتبة الرَابعة فِی الاجمال والتفصيل وظُهور

ہے اور اس قلب کا جو چوتھے مرتبہ میں ہے اجمال اور تفصیل میں اور تفصیل کا ظہور جو سابقہ

التفصيلِ الذی فی المرَاتب السابقة فيهمَا بسببِ الصقالة و النُورانية

مرتبوں میں تھا ان دونوں (مرتبوں) میں بھی ہوتا ہے صقالت اور نورانیت کی وجہ سے،

اوقات نورانیت کے غلبہ کی بدولت سایہ بھی گم ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا:

چو فنا در فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود

تصفیہ کے بعد انسانی جسم آئینہ بن جاتا ہے

شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اور توجہات کی برکت سے طالب وسالک کا جسم جب صیقل اور منور ہو جاتا ہے تو آئینے کی مانند جسم انسانی میں کائنات کے سارے پرتو اور عکس نظر آتے ہیں تو سالک کو اشیائے کائنات کو دیکھنے کیلئے باہر نہیں دیکھنا پڑتا بلکہ وہ سب کچھ جملہ کائنات کو اپنے اندر ہی مشاہدہ کرتا ہے۔

چودہ طبق دلے دے اندر تنبو وانگوں تانے ہو
وچ بیڑے وچ چیڑے وچ ونج مہانے ہو

و کذا القلبُ الذی فی المرتبةِ الخامسة فانّه مع بساطتہٖ و عدم

اور ایسے ہی وہ قلب جو پانچویں مرتبہ میں ہے پس بلاشبہ وہ بھی اپنے بسیط ہونے کے

اعتبارِ شیءٌ فیه یظهَر فیه بعد التصفیةِ الکاملة ماظهَر فی جمیع

باوجود اور کسی شئی کا اعتبار اس میں نہ ہونے کے باوجود ظاہر ہو جاتا ہے اس میں وہ کچھ

العوَالم من العالم الکبیر وَالصغیر وَالاصغر وَما بعد ها منَ العوالم

جو کامل تصفیہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے تمام جہانوں میں عالم کبیر، عالم صغیر، عالم اصغر اور
اس کے بعد بھی جتنے جہاں ہو سکتے ہیں

جب سالک کے جسم میں صقالت، نورانیت اور مرأتیت آجاتی ہے تو اس کا ظرف اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ اس کی صغریت اور چھوٹا پن کا حکم زائل ہو جاتا ہے۔

جو نسبت اجمال و تفصیل کی جسم انسانی کو کائنات اور ممکنات کے ساتھ ہو جاتی ہے وہی نسبت قلب سالک کو جسم انسانی کے ساتھ اجمال و تفصیل کے لحاظ سے حاصل ہو جاتی ہے۔

جب سالک کے قلب پر سے گناہوں کی ظلمت چھٹ جاتی اور تعلقات دنیا کی کثافت ہٹ جاتی ہے تو آئینے کی مانند قلب عارف میں ہر اس چیز کا ظہور شروع جاتا ہے جو تفصیلی طور پر جسم انسانی میں موجود ہوتی ہے۔

جس طرح اجمال و تفصیل کی نسبت قلب کو جسم کے ساتھ ہے ایسے ہی اجمال و تفصیل کا تعلق جسم کو کائنات کے ساتھ حاصل ہے یونہی قلبِ قلب جو تصفیہ و نورانیت کی وجہ سے اگرچہ مجمل ہو چکا ہوتا ہے اس میں تفصیل کا ظہور قلب کے اجمال و تفصیل کی طرح ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ تدریجاً پانچویں مرتبہ میں تکمیل تصفیہ کے بعد بسیط اور عدم اعتبار کے باوجود قلبِ قلب میں کائنات، جسم انسانی اور قلب تمام جہانوں کا ظہور

کـمـامـرًّا فهـو الـضیقُ الاوسـع والبسیط الابسطُ والاقلُ الاکثر

جیسا کہ گذر چکا ہے پس وہ (قلب قلب) تنگ ہے لیکن سب سے زیادہ فراخ ہے اور

وما خـلقَ شیءٌ من الاشیاء بهٰذه الصفة وما وُجد احد اشدُّ مناسبة

ایسا بسیط ہے جو بسیط ترین ہے اور اقل ہو کر بھی اکثر ہے اور نہیں تخلیق کی گئی کوئی چیز اشیاء

بـصـانعهٖ تعالیٰ وتقدس من هذه اللطیفة البدیعة فلا جَرم یظهر فیه

میں سے اس صفت پر اور نہیں پائی جاتی کسی کی اتنی زیادہ مناسبت صانع (خالق) تعالیٰ

مـن عـجـائـب 'ایـات صـانـعـهٖ سُبـحانه مالایظهَر فی احدمنُ خلقهٖ

وتقدس کے ساتھ اس عجیب وغریب لطیفہ سے پس لامحالہ ظاہر ہوتی ہیں اس میں صانع
سبحانہ کی وہ عجیب نشانیاں جو ظاہر نہیں ہوتیں مخلوق میں سے کسی میں بھی۔

شروع ہو جاتا ہے بلکہ اس کے علاوہ جتنے بھی جہاں ہیں ان کا بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔

عالم کتنے ہیں؟

الحمدللّٰہ رب العالمین کی تفسیر میں مفسرین کرام نے عالمین کے متعلق متعدد اقوال بیان فرمائے ہیں بعض نے اٹھارہ ہزار عالم بتائے ہیں جسے ہشت ہزار عالم کہا جاتا ہے بعض نے ۶۳ ہزار جہانوں کا قول کیا ہے بعض نے اس سے زیادہ عالم بتائے ہیں آیت کریمہ **وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ** (المدثر ۳۱) کے تحت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے جہان ہیں کیونکہ تخلیق کائنات اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تجلیات سے مربوط ہے **کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ** (الرحمٰن) کے مطابق نہ جانے ہر تجلی سے کتنے جہاں تخلیق ہوتے ہیں اس لئے یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کیا ہو چکا، کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا۔

ولذاقالَ تعالیٰ فی الحدیث لَایسعُنی اَرضی ولَا سمائی ولکن

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حدیث میں ارشاد فرمایا میری گنجائش نہیں رکھتی میری زمین نہ میرا

یسعُنی قلبُ عبدی المؤمن. والعالم الکبیر وان کان اوسعُ المرایا

آسمان لیکن میری گنجائش میرے بندۂ مومن کا دل رکھتا ہے اور عالم کبیر اگر چہ ظہور کیلئے تمام

للظھور الّا انہ لکثرتہٖ وتفصیلہ

آئینوں سے زیادہ وسیع ہے مگر اپنی کثرت اور اپنی تفصیل کی وجہ سے اسے (عالم کبیر) کوئی

یہ وہ راز ہے جس کے متعلق آج تک کسی بزرگ نے لب کشائی نہیں فرمائی بس یہ علوم ومعارف حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے آئینہ قلب پر نازل ہوئے ہیں۔

والحمدللّٰہ علیٰ ذالک

قلبِ قلب ہی تجلیات الٰہیہ کی گنجائش رکھتا ہے

غرضیکہ قلب قلب اپنی تنگی دائرہ کے باوجود سب سے وسیع ہے اجزاء سے بالا ہو کر بھی ابسط ہے اقل ہو کر بھی اکثر ہے مختصر یہ کہ چودہ طبق کی کائنات میں اس جیسی کوئی چیز بھی تخلیق نہیں کی گئی۔

مخلوق کی خالق کے ساتھ سوائے خالقیت اور مخلوقیت کے کوئی مناسبت نہیں لیکن اگر کائنات میں سب سے زیادہ کسی مخلوق کو اللہ کے ساتھ مناسبت ہے تو وہ قلب ہے۔

چونکہ قلب عجیب وغریب لطیفہ ہے اس لئے اسمیں اللہ تعالیٰ کی ان عجیب قدرتوں کا ظہور ہوتا ہے جو مخلوق میں سے کسی چیز میں بھی ظاہر نہیں ہوتا اس لطیفہ میں اس قدر وسعت ہے جتنی چودہ طبق کی کائنات میں بھی نہیں یہاں تک کہ قلب میں حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کا ظہور ہوتا ہے اس کے شیونات واعتبارات کا ظہور ہوتا ہے تجلی

لامناسبة له مع من لا كثرة فيه اصلاً ولا تفصيل فيه رأسا والحرى للمناسبة

مناسبت نہیں اس ذات (اللہ) کے ساتھ جس میں قطعاً نہ کثرت ہے اور نہ تفصیل ہے ذرہ بھر

هو الضيق الاوسع والبسيط الابسط ولاقل الاكثر كما لايخفى فاذا بلغ

اور جو ذات کے مناسبت کے لائق ہے وہ تنگ لیکن بہت وسیع ہے بسیط ہے لیکن ابسط

العارف الاتم معرفة والاكمل شهود هذا المقام العزيز وجوده والشريف

ہے اقل ہے اور اکثر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ پس جب عارف اتم معرفت اور اکمل شہود
تک پہنچ جائے اس مقام کا وجود نادر ہے اور شریف ہے۔

ذات کا ظہور ہوتا ہے اسی لئے حدیث قدسی ہے کہ زمین وآسمان میری گنجائش نہیں رکھتے جتنی گنجائش میرے بندۂ مومن کا قلب رکھتا ہے یعنی میرے جلووں کے تحمل اور برداشت کرنے کی طاقت وصلاحیت میرے بندے کا دل ہی رکھتا ہے۔

مضغہء گوشت جو چھوٹا سا ٹکڑا ہے اس کی بات نہیں ہو رہی بلکہ یہ تو اس قلب نوری کے آشیانے کی مانند ہے فلہذا قلب نوری ہی تجلیات الٰہیہ کے آئینہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے بقول شاعر

دوجہاں کی وسعتیں کہاں تجھ کو پا سکیں
اک میرا ہی دل ہے جہاں تو سما سکے

اقسام قلب

اہل طریقت نے قلب کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

قلب صنوبری اور قلب نوری

قلب صنوبری صنوبر کے پھل کی مانند مائل بہ بیضویت ہے جو انسان کے سینے

میں بائیں طرف الٹا لٹکا ہوتا ہے اسلئے دل کی ظاہری ہیئت کی وجہ سے اسے قلب صنوبری کہا جاتا ہے اسے مضغہء گوشت بھی کہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک قلب صنوبری کے متصل نیچے دو انگلیوں کے وسط میں مائل بہ پہلو ایک محل نور ہے جسے قلب نوری کہا جاتا ہے۔

صفائے قلب شیخ کی توجہات پر موقوف ہے

عالم ارواح میں ہم نوری شکلوں میں رہتے تھے وہ نور جو اس جہان میں ہمارے لئے قلب کا کام کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح کے اس نور کا تعلق جسم انسانی میں مضغہء گوشت کے ساتھ قائم کر دیا ہے اسی محل نور کا نام لطیفہ قلب ہے شیطانی تصرفات اور قلب صنوبری کی مجاورت کی وجہ سے قلب نوری پر بھی کثافتیں چھا جاتی ہیں اب ایسا شخص ہونا چاہئے تو نفی اثبات کے پانی اور توجہات کے صابن سے دھوبی کی مانند ان آلائشوں اور کثافتوں کو دھوئے جو قلب نوری کو صاف شفاف، مصفّٰی مزکّٰی کر کے اس کا تعلق دوبارہ عالم بالا کے ساتھ قائم کر دے اسی تصفیہ وتزکیہ کرنے والی شخصیت کو شیخ کامل کہا جاتا ہے جب شیخ کامل کسی سالک کے قلب کا تصفیہ کر دیتا ہے تو اہل دل کہتے ہیں کہ اس کا لطیفہء قلب روشن ہو گیا ہے اس کے لئے دو چیزیں شرط ہیں ایک مرید وسالک وطالب کی محنت اور اس سے بھی بڑھ کر محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل کسی طالب کے شاملِ حال ہو جائے تو اس کے عالمِ باطن کے لطائف اور جواہر چمک جاتے ہیں اس چمک اور روشنی سے آگے عجیب معاملہ ہے جو بیان وزبان اور تحریر وتقریر سے باہر ہے۔

قلبِ قلب جو ابطنُ البطون ہے بطون کے اعتبار سے اس میں سب سے زیادہ وسعت ہے لیکن عالم کبیر (کائنات) میں مرتبہ ظہور کے اعتبار سے اپنی کثرت

وتفصیل کے پیش نظر تمام آئینوں سے زیادہ وسیع ہے مگر ان تمام تر کثرتوں اور تفصیلات کے باوجود اسے ذات حق تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں جو ہر قسم کی کثرتوں اور تفصیلات سے قطعاً پاک ہے کیونکہ وہاں وحدت اور احدیت ہے وہ ذاتِ حق ہر قسم کی ترکیب وتبعیض تجزی وتقسیم وتعدد وتحدد وتکثر سے وراء الوراء ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے تعینات سے منزہ ہے

چونکہ حق تعالیٰ ابسطُ البسائط اور احدُ الاحاد ہے اس لئے اس کے ساتھ اسی قلب کو مناسبت ہوگی جو تنگ، بسیط اور اقل ہو کر بھی سب سے زیادہ وسعت والا، سب سے زیادہ پھیلاؤ والا اور اکثر ہو۔ لہٰذا عالم کبیر یعنی کائنات کو ذات کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ یہی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا مؤقف ہے جبکہ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ کے نزدیک کثرت، عین وحدت ہے اور وحدت، عین کثرت ہے وحدت اور کثرت میں کوئی تمایز اور نقیض نہیں۔ پس جب کائنات سمٹی تو وحدت ہوگئی اور جب پھیلی تو کثرت ہوگئی جس طرح کہ کیمیائی عمل سے پانی کو برف بنایا جاتا ہے اور جب برف کو پگھلایا جائے تو پانی بن جاتی ہے۔ بس برف پانی ہے اور پانی برف ہے ایسے ہی وحدت، کثرت ہے اور کثرت، وحدت ہے ذات، ممکنات ہے اور ممکنات، ذات ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ وحدت الوجود کے مرتبہ میں ہم بھی اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے۔ تنزل اور تعیّن کے اقوال سے مزا لیا کرتے تھے لیکن اب اس قسم کے معارف کو پڑھنے اور دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تنزلات اور تعیّنات سے پاک ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً لہٰذا بیج اور درخت اور برف اور پانی جیسی مثالیں اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔

جیسا کہ لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیُءٌ سے واضح ہے۔

جب اس عزیز الوجود مقام اور شریف تر مرتبہ پر عارف کی معرفت، اتّم اور اس کا شہود، اکمل ہو جاتا ہے تو تمام جہار ا اور ظہورات قلب بن جاتے ہیں یعنی قلب کی مانند ہمہ وقت ان تمام مظاہر و الوان کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اس قسم کا عارف جب ولایت محمدیہ سے متحقق اور دعوات مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے مشرف ہوتا ہے تو سارے قطب، اوتاد، ابدال، افراد، احاد اس کے دائرہ ولایت اور انوار ہدیت کے تحت ہوتے ہیں کیونکہ وہ حضور اکرم ﷺ کا قائم مقام ہوتا ہے اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے اس کی برابر رہنمائی ہوتی رہتی ہے۔

رتبتہٗ یصیر ذَالک العارف قلباً للعوالم کلّھا والظھورات جمیعھا وھو

اس مقام کارتبہ وہ عارف ہوجاتا ہے قلب کل جہانوں اور تمام ظہورات کا

المتحقق بالولایۃِ المحمدیۃ والمشرف بالدعوات المُصطفویۃ علیٰ

اوروہ (عارف) ولایت محمدیہ ے سے متحقق اوردعوات مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ

صاحبھا الصلوۃُ والسلام والتحیۃُ

والسلام التحیہ سے مشرف ہوجاتا ہے۔

فالا قطابُ والاوتاد والابدالُ داخلون تحتَ دائرۃ ولَایتہ والافراد

پس اقطاب، اوتاد اور ابدال داخل ہوتے ہیں اس کی ولایت کے دائرہ کے تحت، اور افراد،

والأحاد و سائرُ فرق الاولیَاء مندرجونَ تحت اَنوار ھدَایتہ لمَا ھو

احاد اور اولیاء کے جملہ گروہ درج ہوتے ہیں اس کی ہدایت کے انوار کے تحت کیونکہ وہ قائم

النائب منابَ رسول اللّٰہ والمھدیُ بھدی حبیبِ اللّٰہ .

مقام ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کا اور ہدایت یافتہ ہوتا ہے اللہ کے حبیب ﷺ کی ہدایت سے

ے **ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات**

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے ولایت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں ولایت عامہ اور ولایت خاصہ، ولایت عامہ سے مراد مطلق ولایت ہے اور ولایت خاصہ سے مراد ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے یہ حضور اکرم ﷺ کی ولایت ہے جس میں فنائے تام اور بقائے اکمل حاصل ہوجاتی ہے اور یہ ولایت کا انتہائی درجہ ہے۔

یادرہے کہ صاحب ولایت محمدیہ غیر محمدی المشرب سالک مجذوب کو تصرف

وهـذه الـنسبةُ الشـريـفة الـعزيـز وجودُها مخصوصةٌ باحدالمرادين

اوراس شریف اور نادر نسبت کا وجود مخصوص ہے مرادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ

ولـيـس لـلـمُـريـد يـن من هذاالكمال نصيبٌ. هٰذا هو النهايةُ العظمىٰ

اور نہیں ہے مریدوں کے لئے اس کمال سے کچھ حصہ یہ بڑی نہایت اور آخری غایت

والـغـايةُ الـقـصوىٰ ليـس فوقَـه كـمـالٌ ولااكـرمَ مـنـه نـوالٌ

ہے نہیں اس سے بالا کوئی کمال اور اس سے زیادہ عزت والی کوئی عطا (مرتبہ)

لـو وُجـد بعد اُلوف سنة مثلُ هذا العارف لاغتنم ويسرى بر كتهٗ

نہیں۔ اگر پایا جائے ہزاروں سالوں کے بعد اس قسم کا عارف تو غنیمت ہے اور جاری

الٰی مـدد مَـديـدة واٰجال متباعدَة وهو الذى كلامُهٗ دواءٌ ونظرهٗ

رہتی ہے اس کی برکت مدت مدید اور عرصہ بعید تک یہ وہ (ہستی) ہے جس کا کلام

شـفـاء وحـضـرتُ المهدى سيُوجد علٰى هذه النسبَة الشريفة من

دواء ہے اور اس کی نظر شفا ہے اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ عنقریب پائے جائیں

هذه الاُمة الخَيرة

گے اسی نسبت شریفہ پر اس نیکی والی امت میں۔

فرما کر دائرہ ولایت محمدیہ میں داخل کر سکتا۔ ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اپنے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کو ولایت موسوی علیہ السلام سے کھینچ کر ولایت خاصہ محمدیہ کے دائرہ میں داخل فرمادیا تھا۔ (مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات مکتوب ۷ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں)

ذلک فضلُ اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العَظیم . وحصولَ ھذہ

یہ اللہ کا فضل ہے عطا کرتا ہے اس کو جسے چاہتا ہے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔ اور اس

الدولۃ القَصوىٰ منوطٌ باتِمام طریقی السلوک والجذبۃ تفصیلاً مرتبۃً

بے مثال دولت کا حصول متعلق ہے سلوک اور جذبہ کے دونوں طریقوں کو تفصیلاً پورا کرنے

بعد مرتبۃ واکمال مقام الفنَاء الاتمّ والبقاء الاکمَل درجۃً بعد درجۃٍ

کے ساتھ مرتبہ بمرتبہ اور فنائے اتم اور بقائے اکمل کے مکمل کرنے کے ساتھ درجہ بدرجہ

وھذا لا یتیسرُ الا بکمال متابَعۃ سیدالمُرسلین وحبیب ربّ العالَمین

اور یہ (دولت قصوىٰ) میسر نہیں ہوتی مگر سید المرسلین اور حبیب رب العالمین کی کمال

علَیہ وعلیٰ اٰلہ من الصلَوات افضلُھا ومن التسلیمَات اکملُھا

اتباع کے ساتھ آپ پر اور آپ کی آل اطہار پر افضل صلوات اور اکمل تسلیمات ہوں

اَلحمدُ اللّٰہ الذیْ جعلنَا من متابعیہِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے بنایا ہمیں ان کے تابع داروں میں سے

اقسام طالب

اللہ تعالیٰ کے طالبوں کے دو قسمیں ہیں۔ مرید اور مراد

یہاں مرید اور مراد سے شیخ کے عقیدت مند مراد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مرید اور مراد ہیں۔

مرید اس طالب کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتا ہے۔

مراد اس طالب کو کہتے ہیں خود اللہ تعالیٰ جس کی رضا تلاش کرتا ہے سبحان اللہ

والمسئولُ من اللہ سُبحانہ کمالُ متابعتہ والثباتُ علیہ والاستقَامۃ
اور سوال ہے اللہ سبحانہ سے ان کے کمال اتباع اور اس پر ثابت قدمی کا اور انکی شریعت پر
علٰی شریعتہ ویرحمُ اللّٰہ عبداً قال 'امینا . وھٰذہ المعارف ُمن
استقامت کا اور رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس بندے پر جو آمین کہے اور یہ وہ معارف ہیں باریک
الاسرار الدقیقۃ و الرمُوز الخفیّۃ ماتکلّم بھا احدٌ من اکابر الاَولیاء
اسرار اور پوشیدہ رموز میں سے نہیں کلام کیا ان کی بابت کسی نے بھی اکابر اولیاء میں سے
وما اشَار الیھا واحدٌ من اعَاظم الاصفیَاء استأثر اللہُ سبحانہٗ ھذا العَبد
اور نہ اشارہ فرمایا ان کے متعلق کسی نے بزرگ صوفیاء میں سے۔ منتخب فرمایا اللہ سبحانہ
بھٰذہ الاسرَار وافشائھا بصَدقۃ حبیبہٖ علَیہ وعلٰی 'الہ الصلواتُ و
نے اس بندہ کو ان اسرار کے ساتھ اور ان کے اظہار پر اپنے حبیب کے صدقے۔ ان
التسلیمات ولنعمَ ما قال فی الشعر الفارسی
پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ وسلام ہوں اور بہت اچھا کہا ہے کسی نے فارسی شعر میں۔

بقول اقبال مرحوم

؎ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ولایت محمدیہ اور دعوات مصطفویہ علٰی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کی عزیز الوجود، نادر اور کمیاب نسبت مرادوں میں سے بھی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

اگر پادشه بردر پیر زن بیاید توائے خواجه سبلت مکن

اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آجائے تو تو اے خواجہ اسے ملامت نہ کر

لیس قبولہٗ تعالیٰ معلّلاًبشئی ولا مسبباً بسبب یفعلُ اللّٰہ مایشاء

نہیں قبولیت اس (اللہ) تعالیٰ کی معلّل کسی چیز کے ساتھ اور مسبب کسی سبب کے

ویحکم مَایرید واللّٰہ یختصُّ برحمتہ مَن یشاء واللّٰہ ذُوالفضل العَظیم

ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم دیتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ مخصوص فرمالیتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ولایت محمدیہ حضرت امام ربانی کی نظر میں

ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات والتحیات ولایت کا وہ انتہائی مرتبہ ہے جسے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے نہایت عظمیٰ اور غایت قصویٰ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سے اوپر ولایت کا کوئی مرتبہ نہیں۔

ولایت محمدیہ کا حامل عارف اگر صدیوں بعد پایا جائے تو اسے غنیمت جاننا چاہئے کیونکہ اسکا کلام قلبی آفات کے لئے دوء اور اس کی نظر روحانی امراض کے لئے شفاء ہے۔

الف سنة اور الوف سنة میں مطابقت

یادر ہے کہ بعد الوف سنۃ ہزارون سال بعد حضرت خواجہ محمد ہاشم جان رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی نسخہ میں بعد الف سنہ کے لفظ ہیں ہوسکتا ہے نقل در نقل میں پروف ریڈنگ کی غلطی ہو اور اگر الف سنۃ اور الوف سنۃ دونوں اقوال کے درمیان تطبیق دے لی جائے تو قریب الفہم مفہوم ہوتا ہے مطابقت یوں ہے کہ گو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے یہاں کوئی دعویٰ نہیں فرمایا۔ مگر ربط وضبط عبارات اور مکتوبات شریفہ

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و الہ وسلّم وبارک وعلیٰ جمیع

اور اللہ تعالیٰ درود بھیجے ہمارے سردار حضرت محمد (ﷺ) اور ان کی آل پر اور سلامتیاں

الانبیاء والمرسلین وعلی الملا ئکۃِ المقرّبین وعلیٰ عبادہ الصّالحین

اور برکتیں ہوں اور تمام انبیاء مرسلین پر اور ملائکہ مقربین پر اور اس کے صالح بندوں پر اور

والسلام علیٰ من اتبعَ الھدیٰ والتزم متابعۃَ المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلامَ

سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور (حضرت) مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کو لازم جانے۔

کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ہزار سال بعد اس نسبت شریفہ کا کامل تر ظہور حضرت امام ربانی پر ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے ہزار سال بعد تجدید دین اور احیائے اسلام کا سہرا آپ کے ہی سر سجا اسی لئے آپ کو مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے۔

اور اگر بعد الوف سنۃ لیا جائے تو حضور اکرم ﷺ کے ہزاروں سال بعد اس نسبت شریفہ کا کامل ترین ظہور قرب قیامت میں وارث کمالات محمدیہ حامل نسبتِ صدیقہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر ہوگا۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

ولایت محمدیہ وہ دولت قصویٰ ہے کہ جس کے حصول کا مدار وانحصار سلوک وجذبہ کے رستوں کو تفصیلی وتدریجی طے کرنے کے دوران فنائے اتم اور بقائے اکمل کے بعد حضور اکرم ﷺ کی کامل اتباع پر ہے۔

o...... یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اور اس پر استقامت گزیں ہونے کی دعا کر رہے ہیں اور اس دعا کی قبولیت کے لئے آمین کہنے والوں کے لئے بھی دعائے رحم کا مژدہ سنا رہے ہیں۔

دراصل عبادت ومتابعت واطاعت پر استقامت، برکات کے نزول، حسنات

کے وصول اور فیوضات کے حصول کا ذریعہ ہے اسی لئے صوفیائے کرام ارشاد فرماتے ہیں اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ کہ استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے اللھم ارزقنا ایاھا۔ متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے سات درجات کی اجمالاً تفصیلات البینات شرح مکتوبات مکتوب جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے عجیب وغریب علوم ومعارف، اسرار وحقائق اور رموز ودقائق اولیائے کبار میں سے بھی آج تک کسی نے بیان نہیں فرمائے بلکہ ان کی طرف کسی نے اشارہ وکنایہ کے ساتھ بھی کلام نہیں فرمایا جو اسرار ورموز آپ نے بیان فرماتے ہیں۔ والحمداللہ علیٰ ذالک

جیسا کہ جملہ کتب تصوف کا مطالعہ کرنے سے عیاں ہو جاتا ہے۔

علوم ومعارف کیلئے حضرت امام ربانی کا چناؤ

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تحدیث نعمت کے طور پر اظہار فرما رہے ہیں کہ ان اسرار ومعارف کے ابواب اللہ تعالیٰ نے ہم پروا کیے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی طفیل ان کے افشا واظہار پر مامور بھی فرمایا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے فراست مومنانہ سے بھانپ کر قبل از وقت معترضین اور ناقدین کے منہ میں لگام دینے کیلئے فارسی شعر نقل فرمایا ہے کہ یہ میرا ذاتی کمال نہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے کہ اس نے اس قسم کے نادر وکمیاب معارف واسرار کو مجھ پر ظاہر فرما دیا ہے شعر درجذیل ہے۔

اگر پادشہ بر در پیر زن　　بیابد تو اے خواجہ سبلت مکن
اگر بڑھیا کے در پہ آئے سلطان　　تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشان

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمار ہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ولایت محمدیہ اور اس نادر الوجود نسبت شریفہ کے علوم ومعارف اور اسرار ودقائق سے جو ہمیں مخصوص فرمایا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ورحمت اور فضل وارادہ وقبولیت پر موقوف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قبولیت کسی شرط کے ساتھ مشروط، کسی سبب کے ساتھ مسبب اور کسی علت کے ساتھ معلل نہیں یہی بنیاد ہے مقولہ قبولیت بلا علت کی۔ اس اجمال کی قدرے تفصیل یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کے لئے جوانی اور بڑھاپے، عمر اور اوقات کے معیار نہیں دیکھے جاتے رنگ اور نسل، قلت اور کثرت کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جاتا، عبادت اور ریاضت، جبہ ودستار، تہجد گزاری اور شب زندہ داری کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اپنے قرب وحضوری ومشاہدہ اور معارف ورموز اور اسرار وعلوم کے لئے مختص فرمالیتا ہے۔ بقول شاعر

جاگنے والے کو محروم دو عالم رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

منہا-۱۳

روح از عالم بے چونی است ، پس لامکانیت او را

روح عالم بے چون (بے کیف) سے ہے پس لامکانی ہونا اس کا

متحقق باشد - ہر چند بے چونیء او نسبت بمرتبہء

متحقق ہوگیا[1] اگرچہ اس کی بے چونی مرتبہء وجوب تعالت وتقدست

وجوب تعالت و تقدست عین چون ست- ولامکانیت

کی نسبت عین چون ہے اور اس (روح) کی لامکانیت لامکانی

او نظربہ لامکانیء حقیقی جلّ سلطانہ عین مکانیت -

حقیقی جلّ سلطانہ کے سامنے عین مکانیت ہے

---

[1] **روح مکانی ہی ہے**

زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ روح، عالمِ بے چون سے ہونے کی وجہ سے لامکانی ہے مگر مرتبہء وجوب کے اعتبار سے مکانی اور عین چون ہے یعنی روح واجب اور قدیم نہیں جیسا کہ بعض فلاسفہ نے روح کے قدم کا قول کیا ہے غالباً کسی مقام پر حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز نے بھی روح کے قدیم ہونے کا قول کیا ہے۔

گویا عالم ارواح برزخ است درمیان آں عالم و مرتبہء بے

گویا روح کا جہان برزخ ہے درمیان اس عالم اور مرتبہ بے چون کے

چونی، پس ہر دو رنگ دارد۔ ناچار عالم چون اورا بیچون

پس (عالم ارواح) دونوں رنگ رکھتی ہے لامحالہ عالم کیف اسے بیچون جانتا ہے

میداند، و نظر بمرتبہء بے چونی عین چون ست، واین

مرتبہ بے چونی کے اعتبار سے عین چون ہے اور یہ برزخیت کی نسبت اس کی ،

نسبت برزخیت او را باعتبار فطرت اصلیء اوست۔

اسکی فطرت اصلی کے اعتبار سے ہے۔

سالک کا مشاہدہ روح

دراصل دوران سلوک سالک کی نظر جب عالم ارواح پر پڑتی ہے تو عالم ارواح کے مرتبہء وجوب کے ساتھ محض صوری مناسبت کی وجہ سے سالک اسی عالم ارواح کو حق سمجھ لیتا ہے اور اس عالم کے مشاہدہ کو مشاہدۂ حق جلّ سلطانہ تصور کر لیتا ہے اور اسی سے محظوظ اور لذت اندوز ہوتا ہے بعض مشائخ اسی مقام میں تیس سال تک روح کو خدا ، سمجھ کر اس کی پرستش کرتے رہے اور جب انہیں اس مقام سے گذار دیا گیا تو اس کی برائی کا انہیں علم ہوا۔ (معارف لدنیہ معرفت ۲۷)

عالم ارواح اپنی فطری استعداد اور اصلی کمالات کی وجہ سے بے چون اور چون، لامکان اور مکان، مرتبہء وجوب اور عالم اجسام کے درمیان برزخ ہے۔

برزخ اس درمیانی حجاب، واسطے اور رابطے کو کہا جاتا ہے جس کا تعلق دونوں طرف قائم ہو ایک طرف سے فیض لے اور دوسری طرف فیض دے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں روح کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تا کہ فہم منہا میں قارئین کیلئے سہولت رہے۔ وباللہ التوفیق

روح کیا ہے؟

روح ایک لاہوتی لطیفہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی جثے میں ودیعت فرمایا ہے وہ ذی شعور اور مدرک الحقائق ہے لیکن خود کیف واینیت سے وراء ہے انسانی بدن سے اس کا تعلق بس تدبیر وتصرف کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقل انسانی اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سے عیاں ہے۔

روح کی تعریف

روح کا لفظ ریح سے ماخوذ ہے ریح کا معنی ''ہوا'' ہے روح بھی ہوا کی جنس سے ہے کتاب وسنت سے اس کا نفخ (پھونک) ہونا ثابت ہے کیونکہ روح کی پیدائش نفخ ملائکہ سے ہوئی اور ملائکہ کی تخلیق نور سے ہے لہٰذا روح، ملائکہ سے زیادہ لطیف ہوئی جیسے جسم انسانی کا سانس اس کے جسم سے زیادہ لطیف ہے ایسے ہی ملائکہ کا سانس ان کے جسم سے زیادہ لطیف ہے۔ روح بدن میں اس طرح سرایت اور نفوذ کر جاتی ہے جیسے گلاب کے پھول میں خوشبو، زیتون میں تیل اور کوئلے میں آگ کا سریان ہوتا ہے۔

روح کے دو بدن

صوفیائے محققین کے نزدیک روح کے دو بدن ہیں ایک عنصری اور دوسرا مثالی ایک روح تو حیات دنیوی میں اس عنصری اور محدود بدن سے متعلق رہتی ہے اور اس بدن ظاہری کے فنا ہو جانے کے بعد مذکورہ بدن مثالی میں جو بدن ظاہری کی نسبت

لطیف ہوتا ہے منتقل ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن بدنِ مثالی (برزخی) سے نکل کر دوبارہ بدن عنصری میں آ جائے گی۔

سب جانتے ہیں کہ انسان کا عنصری بدن نیند میں معطل اور بے کار ہو جاتا ہے اور انسان کو خواب میں جو بدن انسانی نظر آتا ہے وہ یہ بدن عنصری نہیں بلکہ وہی مثالی بدن ہوتا ہے لہٰذا روح دونوں بدنوں کی تدبیر کرتی ہے ورنہ بدن عنصری فاسد ہو جائے اور روح عالم مثال میں عالم ملکوت کے عجائبات کی سیر کرتی رہے۔

موت اختیاری

اولیائے کاملین کی روحیں اس بدن عنصری سے ذاتی اختیار کے تحت بھی جدا ہو سکتی ہیں اس حالت کو اصطلاح تصوف میں اِنتزاع اور اِنخلاع (الگ ہونا) کہتے ہیں اور اس قسم کی موت اختیاری ہوتی ہے جس پر مشق و ریاضت سے قدرت واختیار حاصل ہو سکتا ہے۔

روح ایک یا زیادہ ہیں

یاد رہے کہ بعض صوفیائے وجودیہ اس بات کے قائل ہیں کہ روح واحد ہے اور ممکنات اسی کے مظاہر ہیں حالانکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ کے مطابق ہر روح ایک الگ اور مستقل حیثیت رکھتی ہے نیز روح جوہر فرد بھی نہیں کہ حدیث شریف میں کافر کی موت کے وقت روح کی کیفیت یہ بتائی گئی ہے تَتَفَرَّقُ فِیْ جَسَدِہٖ کہ میت کے بدن میں متفرق ہو جاتی ہے۔

(مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات مکتوب ۲۲ جلد اول میں ملاحظہ ہو)

روح قالب انسانی میں

حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ہیکل ظلمانی اور بدن انسانی

میں روح کو مقید کردیا کہ روح کو جسم انسانی کا عاشق بنادیا اور جسم انسانی کو روح کا معشوق بنا کر باہمی اتصال ومجاورت کے ذریعے روح کی جلا اور چمک میں اضافہ کردیا ہے کیونکہ

؎ لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینۂ باد بہاری کا

جیسا کہ آئینہ ساز، گرد آلود آئینے میں صفائی اور لطافت پیدا کرنے کیلئے اس کو خاک آلود کرتے ہیں حتیٰ کہ ظلمتِ ترابیہ کی رگڑ سے شیشے کی صورتِ نورانیہ ظاہر ہوجاتی ہے پس جب حکمت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ روح انسانی کو اپنے قرب وارتقاء کی منزلوں پر فائض کیا جائے تو اس ذات حق تعالیٰ نے جسموں سے پہلے روحوں کو تخلیق فرما کر ان کو عالم امر (لامکاں) میں قیام بخشا اور ان کی توجہات کو مرتبہء وجوب کی جانب مبذول کردیا لیکن چونکہ روحوں کو ذات کے مزید قرب ووصال کی تمنا تھی اور کمال قرب ووصال کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدے اور ریاضت پر موقوف کر رکھا تھا اور عالم قدس (عالم امر) مجاہدے کی مشقتوں اور کلفتوں سے پاک تھا بنا بریں اللہ تعالیٰ نے روح کو عالم امر کی نورانیتوں سے نکال کر عالم خلق میں انسانی بدنوں کی ظلمتوں میں داخل کر کے نفس کی مخالفت پر مامور کردیا۔

حضرت بوعلی قلندر اور روح

روح نے اپنے معشوق ظلمانی میں فنائیت اور استغراق کی وجہ سے اپنی لامکانیت ونورانیت کو فراموش کردیا اور بے چونی کا رنگ اس سے پوشیدہ ہوگیا۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اسی بنا پر روح کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

؎ چند باشی از مقام خود جدا
چند گردی در بدر اے بے حیا

حضرت مولانا روم اور روح

جب روح بدن انسانی میں پھنس کر اپنی بے چونی اور نورانیت کو کھو بیٹھی تو روح کی بے چینی، بے قراری اور آہ وزاری کی حالت کو حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے تمثیلی انداز میں مثنوی شریف کے آغاز میں یوں بیان فرمایا۔

؎ بشنو از نے چوں حکایت می کند
وز جدائیہا شکایت می کند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق

ترجمہ: بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے اور جدائیوں کی (کیا) شکایت کرتی ہے کہ جب سے مجھے بانس کے جنگل سے کاٹا ہے میری آہ وزاری سے مرد وعورت سارے ہی روتے ہیں۔ میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو فراق سے پارہ پارہ ہوتا کہ میں عشق کے دَرد کی تفصیل سناؤں۔

یعنی روح ہجر وفراق اور ابتلاء وآزمائش کو بیان کر رہی ہے کہ مجھے عالم ارواح سے نکال کر انسانی پنجرے میں قید کر دیا گیا مزید برآں دنیاوی آلائشوں، جسمانی کدورتوں، بدنی ظلمتوں اور گناہوں کی کثافتوں اور غلاظتوں کے چرکے اور زخموں سے میرا سینہ چھلنی ہو گیا ہے اب میں اپنی فطری برزخیت ونورانیت کو گم کر کے تمہارے جیسی ہو گئی ہوں۔

مولانا روم کے نزدیک مرشد کون ہوتا ہے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال کے ذریعے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ ایک شہزادہ کسی بھنگن کے عشق میں مبتلا ہو کر اپنے عزیز واقارب اور والدین وسلطنت کو خیر باد کہہ دیتا ہے اور بھنگن کے

ساتھ مل کر نجاستوں اور گندگیوں کے ٹوکرے سر پر اٹھا کر باہر پھینکتا ہے اور بھنگی بن جاتا ہے لیکن جب اسے کوئی ماہر استاد بھنگن کے دیس سے نکال کر اس کے اصلی دیس میں لے جاتا ہے اور اسے سمجھاتا ہے کہ تو بھنگی نہیں تو تو شہزادہ ہے تجھے بھنگن کی محبت اور عشق نے بھنگی بنا دیا ہے فرماتے ہیں کہ روح ایک شہزادہ ہے جو عالم وجوب کا باسی تھا اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات میں محو رہتا تھا اس بھنگن دنیا کے عشق میں مبتلا ہو کر ادھر کا ہی ہو کر رہ گیا ہے یہ دنیا نجس اور پلید ہے یہ روح اس دنیا بھنگن پر فریفتہ ہو کر ناپاک ہوگئی ہے۔

اب اگر اسے کوئی ماہر تجربہ کار استاد مل جائے جو اسے بھنگن دنیا سے نکال کر وطن اصلی کی سیر کرا دے اسے دوبارہ عالم بالا میں پہنچا دے اسی کو مرشد اور پیر کہتے ہیں۔

انبیاء واولیاء وطن اصلی کے نمائندے

اگر روح انسانی پنجرے کے استغراق میں باقی رہ کر فنائیت مطلقہ تک نہ پہنچی تو اس کیلئے یقیناً ہلاکت اور بربادی ہے کیونکہ وہ اپنے وطن اصلی سے دور رہ کر اپنی استعداد وصلاحیت کے جوہر کو ضائع کر رہی ہے اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو اپنی طرف دعوت دینے کا فریضہ سونپا اور لوگوں کو ان کے وطن اصلی کی یاد دلانے کا حکم دیا حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہر کسے کہ دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش

چنانچہ اہل سعادت کی روحیں انبیاء واولیاء کی دعوت پر اپنے وطن اصلی کی طرف عروج کر جاتی ہیں اور صالحین ومقربین کا مقام حاصل کر لیتی ہیں اور اہل شقاوت کی روحیں دعوت سے اعراض وانکار کر کے اپنے معشوق ظلمانی (جسم) کی قید میں رہ کر فاسق وفاجر اور عاصی وکافر کا خطاب پاتی ہیں۔

اما بعد از تعلق بایں بدن عنصری و گرفتاری بایں ہیکل

لیکن اس کے بدن عنصری کے ساتھ تعلق اور اس کے ظلمانی ہیکل (تاریک ڈھانچہ)

ظلمانی او از برزخیت برآمده است، وبتمام بعالم چون

کے ساتھ گرفتاری کے بعد وہ برزخیت سے نکل آتی ہے اور پوری کی پوری

فرود آمده، ورنگ بیچونی از وے متواری گشته۔

عالم چون کے ساتھ نیچے اتر آئی اور بیچونی کا رنگ اس سے پوشیدہ ہوگیا[۲]۔

۲ روح کی اقسام

روح کے بدن میں استغراق کی دو قسمیں ہیں اگر روح اپنے وطن اصلی کو مکمل طور پر فراموش کر دے اور کچھ بھی یاد نہ رکھے تو ایسے لوگوں کو طائفہ ناسیاں کہتے ہیں اور اگر روح اپنے وطن اصلی کو بالکل فراموش نہ کرے تو ان کو طائفہ سابقاں کہا جاتا ہے۔

مثل اومثل ہاروت ماروت است کہ بواسطہء بعضے

اس (روح) کی مثال ہاروت و ماروت کی مثل ہے کہ بعض حکمتوں

حکم ومصالح ارواح ملائکہ بحضیض بشریت فرودآمدہ

اور مصلحتوں کے واسطے فرشتوں کی روحیں بشریت کی پستی میں نیچے اتر

اند۔ چنانچہ گفتہ اندپس اگرعنایت خدواندی جلّ شانہ

آئی ہیں ۳؎ جیسا کہ بعض (اہل سیر) نے کہا ہے اگر عنایت خداوندی جل شانہ

دستگیری نماید وازیں سفر رجوعے واقع شود

دستگیری فرمائے۔ اور اس سفر سے واپسی واقع ہوجائے۔

۳؎ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح ہاروت اور ماروت فرشتوں کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر بشریت کا جامہ پہنا کر دنیا میں بھیجا گیا ایسے ہی روح کو مختلف حکمتوں و مصلحتوں کی بناپر جسم انسانی میں قید کردیا گیا۔

یادر ہے کہ عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ہاروت وماروت کا قصہ یہود کا من گھڑت ہے اس لئے یہ اسرائیلی روایات میں سے ہے اور اسرائیلی روایات نا قابل التفات ہیں اصل واقعہ صرف اس قدر ہے جس کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے کہ ہاروت وماروت کو تعلیم سحر کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا جس سے نیک وبد کی آزمائش مقصود تھی۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (البقرہ ۱۰۲) سے عیاں ہے۔

جب روح کو عالم ارواح سے لاکر انسانی جسم میں داخل کردیا تو جسمانی ظلمت

وازیں تنزل عروجے فرماید، نفس ظلمانی وبدن عنصری نیز

اور اس تنزل سے عروج کرے ہے نفس ظلمانی اور بدن عنصری بھی اس

بمتابعت اوعروجے خواہند نمود، وطے منازل خواہند فرمود

کی اتباع میں ایک قسم کا عروج کرینگے اور منزلیں طے کرلیں گے اسی

دریں ضمن آنچہ مقصود از تعلق روح وتنزل اوست بظہور

ضمن میں جو کچھ مقصود ہے روح کے تعلق سے اور اس کے تنزل سے ظاہر ہو

خواہد آمد، واماره باطمینان خواہد پیوست۔

جائے گا اور (نفس) امارہ کو اطمینان مل جائے گا۔

اور نفسانی مجاورت کی وجہ سے روح کی نورانیت مکدر اور غلیظ ہوگئی جسے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

ہکے لامکان مکان اساڈا ایتھاں آن بتاں وچہ پھاسے ہو
اس نفس شیطان پلید چا کیتا باہو کوئی اصل پلید تے ناسے ہو

۲ روح کا عروج

اب جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے شیخ کامل کی توجہات اور لطائف میں ذکر کی بدولت روح بیدار ہوکر عالم قدس کی طرف پرواز کرتی ہے تو نفس کو بھی اپنے ساتھ عروج کراتی ہے اور سیر عروجی کے ذریعے نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اور جسم میں لطافت اور نورانیت آجاتی ہے چنانچہ نفس مزکی ومطہر ہوکر نزول کرتا ہے اور روح مزید کمالات قرب حاصل کرنے کیلئے عروج کرتی رہتی ہے یوں یہ دونوں (روح ونفس مع الجسد) اپنے اپنے مقامات اصلیہ وکمالات علیہ پر پہنچ کر روحی ونفسی عروج ونزول

وظلمانی بنورانی مبدل خواہد گشت۔ وچوں روح ایں

اور ظلمت نورانیت کے ساتھ بدل جائے گی اور جب وہ اس

سفر را تمام کند وآنچہ مقصود از نزول بود بانجام رساند، بہ

سفر کو مکمل کرے گی اور جو کچھ نزول سے مقصود تھا انجام تک پہنچائے گی

برزخیت اصلی خواہد رسید، ونہایت دررجوع بہ بدایت

تو اصلی برزخیت تک پہنچ جائے گی اور نہایت رجوع میں

خواہد یافت،

بدایت کو پالے گی۔

(جسدی) سے مشرف ہو کر فنا و بقائے نفسی وروحی سے شادکام ہو جاتے ہیں **والحمد للہ علیٰ ذالک** اور روح کے جسد میں نزول سے جو مقصود تھا وہ پورا ہو جاتا ہے اور روح اپنی اصلی برزخیت میں پہنچ جاتی ہے۔ بقول شاعر

دل اپنی طلب میں صادق تھا گھبرا کے سوئے مطلوب گیا
دریا ہی سے یہ موتی نکلا دریا میں ہی جا کے ڈوب گیا

جب روح عروجی منازل اور روحانی مدارج طے کرتی ہوئی دوبارہ عالم ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو اس کی انتہاء، ابتداء کی طرف لوٹ جاتی ہے اور نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے بدن عنصری میں لطافت آ جاتی ہے تو روح کے جسم میں قید کرنے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے اب ذہن میں سوال آتا ہے کہ روح کو دوبارہ عالم ارواح میں کیسے پہنچایا جائے صوفیائے کرام نے اس کے متعلق دو بنیادی باتیں بیان فرمائی ہیں۔

ا...... سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا فضل محض بندے کے شامل حال ہو۔

وچوں قلب ازعالم ارواح است، نیزدر برزخیت توطن

اور چونکہ قلب عالم ارواح سے ہے وہ بھی برزخیت میں قیام پذیر ہوجائے گا

خواہد نمود، ونفس مطمئنہ کہ رنگے از عالم امر دارد چہ او

اور نفس مطمئنہ جو عالم امر سے ایک طرح کا رنگ رکھتا ہے کیونکہ وہ برزخ

برزخ ست میان قلب وبدن نیز ہمانجا اقامت خواہد نمود،

ہے قلب اور بدن کے درمیان بھی اسی جگہ قیام پذیر ہوگا۔

۲...... دوسری بات یہ ہے اولیائے طریقت نے راہ سلوک کا جوطریقہ وضع فرمایا ہے اور اس کے لئے جو نصاب مرتب فرمایا ہے اس پر پوری اخلاص وتندہی سے پابندی کی جائے لیکن یہ سب کچھ کسی شیخ طریقت کی زیرنگرانی ہونا چاہئے وبدونہ خرطُ القتاد

دم عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے ریشہء معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
تو شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

پیری مریدی سے مقصود

پیری، مریدی سے مقصود شجرے، جبّے، قبّے، عبائیں، قبائیں، دستاریں، نیازیں، تعویذ دھاگے، اوراد و وظائف وغیرہا نہیں۔ بلکہ لوگوں کے دل بہلانے کیلئے یہ سب کھلونے ہیں اور نہ ہی پیری مریدی کا مقصد عوام کالانعام سے نذرانے بٹورنا اور روپیہ پیسہ ہتھیانا ہے اور نہ ہی تصوف کالبادہ اوڑھ کر دنیا کمانا ہے بلکہ یہ سب دنیادار پیروں کے طلسمات اور شعبدے ہیں جن کا تصوف وطریقت وحقیقت و

شریعت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

پیری مرید کا مقصد نمود و نمائش بھی نہیں بلکہ یہ جہالت کی پیداوار اور شیطانی افکار ہیں اس قسم کے سب کام حرام ہیں جن کے تصور سے بھی شرک کی بو آتی ہے بقول اقبال مرحوم

؎ بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

درحقیقت شجرے، دستاریں، اوراد و وظائف اور اذکار وغیرھا اس ڈگڈگی کی مانند ہیں جس کو بجا کر مداری شعبدے دکھاتا ہے مقصود اس سے بالا ہے اور وہ یہ ہے کہ روح بدن کی تاریکی اور گناہوں کی آلودگی سے روحانی توجہات اور ذکر و فکر و مراقبات، سنت و شریعت پر پابندی وغیرھا کے ذریعے پاک و مطہر کر کے دوبارہ اسکا تعلق عالم ارواح سے کر دیا جائے گناہوں میں لتھڑی ہوئی انسانیت کا پھر سے خدا کے ساتھ سے رابطہ استوار کر دیا جائے اس لئے سلاسل طریقت کے مقرر کردہ سلوک نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کو طے کروایا جاتا ہے عالم امر اور عالم خلق کے لطائف میں توجہات دی جاتی ہیں۔ مگر ہائے افسوس! طریقت کے راہ نوردوں کو جبہ و دستار اور چلوں تک محدود کر دیا گیا ان کو حقیقت سے آگاہی نہ بخشی گئی۔ ''اٹھا میں مسجد و خانقاہ سے نمناک'' کے مصداق خانقاہیں اور مساجد و مدارس کسی صاحب نظر صوفی اور کسی صاحب توجہ درویش کی منتظر ہیں کہ جن کی ایک توجہ سے دل و دماغ میں انقلاب پیدا ہو جائے لیکن بقول اقبال مرحوم صد افسوس

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری!

شیخ کامل مکمل

حقیقت یہ ہے کہ شیخ کامل مکمل (بکسر میم) وہ ہے کہ جس کی ایک ہی باطنی توجہ سے مرید کے قلب ونظر میں انقلاب پیدا ہو جائے اور وہ مرید کے قلب کو ذاکر بنا دے بلکہ خالص نقشبندی فقیر اور پیر تو وہ ہے جو تصرف فرما کر مرید کے قلب سے شیطانی اثرات، نفسانی خواہشات و وسواس کو ہٹا کر اس کے دل پر اسم اللہ نقش کر دے اور اسے دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دے اور نسیانِ ماسوی اللہ کے مرتبے تک پہنچا دے جو شیخ یہ کام کرے مرید کے لئے وہی اپنے زمانے کا امام ہے۔ بقول اقبال مرحوم

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام بر حق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

اور مرید کے متعلق اہل طریقت نے تحریر فرمایا ہے

اَلْمُرِیْدُ مَنْ لَا یُرِیْدُ اِلَّا اللّٰہ یعنی مرید وہ ہے جو شیخ سے اللہ کے قرب کے سوا کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے۔

روح کی عالم امر تک رسائی

جب روح کی عالم ارواح تک رسائی ہو جاتی ہے تو قلب کے عالم ارواح سے تعلق کی وجہ سے وہ مقام برزخیت پر براجمان ہو جاتا ہے۔ روح کے عالم امر (عالم ارواح) تک رسائی کے دوران نفس بھی رام ہوتا جاتا ہے اور عالم امر کے رنگ سے رنگا جانے کی وجہ سے مطمئنہ ہونے کی بنا پر وہ قلب اور بدن کے درمیان برزخ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

جب عالم امر کے لطائف (قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ) کی رسائی عالم ارواح تک ہوجاتی ہے اور نفس بھی ان کی اتباع میں لطیف اور مطمئنہ ہوجاتا ہے تو لطائف کے عالم قدس کی طرف پرواز کر جانے کے بعد قفس عنصری خالی رہ جاتا ہے تو عارف ہر قسم کی بشری کدورتوں اور نفسانی شرارتوں سے پاک اور محفوظ ہوجاتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کے حضور یوں گویا ہوتا ہے بقول شاعر

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

جب حق تعالیٰ اس کے قلب میں جلوہ فرماتا ہے تو وہ ظاہری طور پر دنیا میں رہتا ہے لیکن باطنی طور پر حق کے ساتھ ہوتا ہے۔ ـ

جیہدے دل وچہ توں آوسیوں اوہ دنیا وچہ نہ وسدے نیں
اک وار جو پھائیوں اڈجاون مڑ دوجی وار نہ پھسدے نیں

وبدن عنصری کہ مرکب از عناصر اربعہ است بعالم

اور بدن عنصری جو مرکب ہے چار عناصر سے عالم کون و مکان میں

کون ومکان استقرار خواہد یافت، وبطاعت وعبادت

قرار پائے گا اور اطاعت وعبادت میں مشغول ہوجائے گا[۵] اس

خواہد پرداخت۔ بعدازیں اگر سرکشی ومخالفت واقع

کے بعد اگر کوئی سرکشی اور مخالفت واقع ہو تو (وہ)

شود فی الجملہ منسوب بطبائع عناصر خواہد بود،

عناصر کی طبیعتوں کی طرف منسوب ہوگی۔

۵ لطائف اورعناصر اربعہ

لطائف پر وارد ہونے والے انوار وتجلیات بدن عنصری (خاک، باد، نار، آب) پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں نتیجتاً جسم اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں مصروف ہوجاتا ہے۔

عالم امر کے لطائف کے تصفیہ، نفس کے تزکیہ اور عالم خلق کے عناصر اربعہ پر انوار کے غلبہ کے باوجود، ان چاروں عناصر کی بغاوت، ثقالت، کثافت، رذالت، جو دب گئی تھی کبھی کبھی وہ پھر ابھرتی اور جوش مارتی ہے دراصل یہ ان جواہر وعناصر کی فطرت میں شامل و داخل ہے جو صوفی وسالک کو گناہ پر آمادہ کرتی اور احکام الٰہیہ کی مخالفت پر کمربستہ کردیتی ہے جس کی وجہ سے درویش سے کوئی نہ کوئی خطا وقصور واقع ہوجاتا ہے۔

مثلاً جزو ناری که بالذات سر کش و مخالفت طلب ست

مثلاً آتش جزو جو ذاتی طور پر سرکش اور مخالفت کا طالب ہے[٦]

دررنگ ابلیس لعین ندائے انا خیر منه خواهد برآورد، ونفس

ابلیس لعین کی طرح انا خیر منہ کی صدا لگائے گا اور نفس مطمئنہ جو سرکشی سے

مطمئنه که از سر کشی بازمانده است چه او از حق جلّ

باز آ گیا ہے کیونکہ وہ حق جل سلطانہ سے راضی ہوگیا ہے اور حق سبحانہ

سلطانه راضی گشته، وحق سبحانه ازوے راضی و مرضی

اس سے راضی اور وہ (نفس مطمئنہ) اس (حق تعالیٰ) سے راضی ہوگیا ہے

گشته، وسر کشی از راضی ومرضی متصور نیست۔ اگر

اور سرکشی کا ایک دوسرے سے راضی ہونے والوں سے تصور نہیں ہے اگر سرکشی

سر کشی است از قالب ست۔

ہے تو قالب (جسم عنصری) سے ہے۔

---

[٦] **عنصر ناری**

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز عناصر اربعہ میں عنصر ناری کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ بغاوت اور مخالفت نار کی سرشت میں داخل وشامل ہے یہی وجہ کہ شیطان لعین کی مانند اپنی خیریت وفضیلت کا دعویٰ کرتا ہے دراصل شیطان جنات میں سے ہے اور جنات کی تخلیق نار سے کی گئی ناری مخلوق ہونے کی وجہ سے سرکشی وبغاوت دشمنی ومخالفت اس کی طبیعت میں داخل ہے یہی وجہ ہے کہ جب اسے حق تعالیٰ

کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ملا تو اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے بہتر و اعلیٰ ہونے کا اعلان کر دیا۔ جیسا کہ آیات کریمہ وَكَانَ مِنَ الْجِنِّ اور اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (ص ۷۶) سے واضح ہے۔

نفس اور انسان

یاد رہے کہ بدن انسانی کی تکمیل نفس کے بغیر ممکن نہیں اس لئے اس کو بالکل ختم نہیں کیا جاسکتا البتہ نفس کے سرکش گھوڑے کے منہ میں عبادات و ریاضات، اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کی لگام دے دی جاتی ہے تاکہ اس کی بغاوت و مخالفت دب جائے یوں نفس کا ازالہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا امالہ ہوسکتا ہے یوں اسے گناہوں کی دلدل سے نکال کر نیکی کی راہ پر گامزن کر دیا جاتا ہے۔

اسلام اور عصبیت

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ شیطان نے لاکھوں سال عبادت کرنے کے باوجود اپنی طبعی بغاوت کی وجہ سے انا خیر منہ کی متکبرانہ صدا بلند کر دی ایسے ہی دنیادار لوگ زاہد و عابد ہونے کے باوجود برادری ازم کے پجاری ہوتے ہیں، خدا اور رسول ﷺ سے بھی اپنی برادری کو مقدم سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے مخصوص خونی مزاج کی وجہ سے ان میں اکھڑپن، تکبر، ظلم، بغاوت، شرارت وغیرھا جیسی اخلاقی کمزوریاں اور روحانی بیماریاں ہوتی ہیں خواہ کوئی شخص ولی بھی بن جائے اس کا خاندانی مزاج پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ رہتا ہے گو اسلام میں ادنیٰ اور اعلیٰ کا تصور نسل، برادری، رنگ اور قوم نہیں بلکہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (الحجرات ۱۳) سے عیاں ہے اس لئے برادری، رنگ نسل کی پوجا سے اجتناب کرنا چاہئے۔ بقول شاعر

؎ تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے
غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تم مسلمان بھی ہو

فضیلت کا معیار

اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَجَعَلَكُمْ شُعُوباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا (الحجرات ۱۳) کے مطابق برادریاں اور قبیلے محض باہمی تعارف کیلئے بنائے گے اس لئے معیار فضیلت برادری نہیں بلکہ پرہیز گاری ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ جب صحابی رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے انکا شجرہ نسب پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا سلمان بن اسلام بن اسلام شاید اسی لئے سید المرسلین ﷺ نے انہیں سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلِ البَيْتِ کا مژدہ سنا کر اپنی اہلبیت میں شامل فرمالیا سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمان جامی قدس سرہٗ السامی نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے:

؎ بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

جب کسی خوش قسمت کو عشق الٰہی کی دولت میسر آتی ہے تو اَلْعِشْقُ نَارٌ يُحْرِقُ مَاسِوَى الله کے مقولہ کے مصداق اس کی ساری روحانی واحلاقی کمزوریاں وبیماریاں ختم ہو جاتی تو اس کی دعا مستجاب، توجہ اکسیر اور نگاہ شفا بن جاتی ہے اور جملہ کائنات

اور موجودات کی کرامت وسیادت کا تاج اس کے سر پر سجایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش! اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما
ہر کہ عاشق شد جمال ذات را
اوست سید جملہ موجودات را

اہل بیت کی اقسام

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت میر عبد الواحد بلگرامی مرحوم نے اہل بیت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

ا...... اصلِ اہل بیت
۲...... داخلِ اہل بیت
۳......لاحقِ اہل بیت

اصلِ اہل بیت

اصل اہل بیت تیرہ افراد ہیں نو ازواجِ مطہرات اور چار بناتِ طیبات

داخل اہل بیت

داخل اہل بیت تین افراد ہیں۔ حضرت سید علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرات

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

لاحق اہل بیت

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نجاستوں اور گناہوں سے کلیۃً پاک کردیا ہے اور ان کو کمال تقویٰ اور پاکیزگی عطا فرمائی ہے خواہ وہ سادات ہوں یا غیر سادات چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اگر چہ سید نہ تھے لیکن ناپاکی سے کمال طہارت کی وجہ سے اہل بیت سے لاحق تھے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا **سلمان منااھل البیت** سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے۔ (سبع سنابل)

مـانا کـه سیـد البشـر عـلیـه وعلیٰ 'اله الصلوات والتسلیمات اتمّها

شاید سیدالبشر عـلیـه وعـلیٰ الـه الصلوات والتسلیمات اتمها واکملها

واکـملها (تـعبیـر بـجـهاد) اکبر ازیں سرکشئی ابلیسی

نے جہاد اکبر سے اس ابلیسی سرکشی کو تعبیر فرمایا ہو جس کا منشاء

فـرمـوده بـاشـند کـه منشاء آں جزوقالبی است ۔ وآنکه

جزوقالبی ہے اور وہ جو فرمایا ہے اسلـم شیطـانـی (میرا شیطان مسلمان

فرموده اند " اسلم شیطانی" مرادا زاں یاشیطان آفاقی ست

ہوگیا ہے) اس سے مراد یا آفاقی شیطان ہے ۔

نفس مطمئنہ میں سرکشی کا امکان

نفس، مطمئنہ ہوکر خدا تعالیٰ کی طرف سے راضی اور مرضی کے خطاب سے مخاطب ہوتا ہے جیسا کہ آیات کریمہ یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً سے واضح ہے تو اس سے بغاوت ممکن نہیں لہٰذا اگر سرکشی کا امکان ہوتا ہے تو وہ جسم عنصری سے ہی متوقع ہے چونکہ شیطان جسم انسانی پر تسلط وتصرف کر کے اس پر وسواس اور خواہشات کے لشکروں سے جملہ آور ہوتا ہے جیسا کہ ارشار نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمْ یعنی شیطان بدن انسانی میں خون کی رگوں میں گردش کرتا ہے۔

اس لئے شیطانی اثرات کی وجہ سے بھی انسانی جسم میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے شاید اسی سرکشی اور ابلیسیت کی بنا پر اس کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے

کہ قرین اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام ومراد ایں جا شیطان

جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرین ہے اور مراد اس جگہ انفسی شیطان ہے

انفسی است، ہر چند صولت ایں شیطان نیز شکستہ

اگرچہ اس شیطان کا زور بھی شکستہ ہے اور سرکشی سے باز آ گیا ہے لیکن جو

است واز تمرد بازماندہ اما ما بالذات لاینفک عن الذات

چیز ذاتی ہوتی ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی۔

جہادِ اکبر سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے **رَجَعنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ** یعنی کفار کے خلاف جہادِ اصغر کیا ہے اب آؤ شیطانی اثرات اور نفسانی خواہشات کے خلاف اعمال صالحہ بجالا کر جہادِ اکبر کریں۔

ایک سوال: حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ایک سوالِ مقدر کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں سوال یہ ہے کہ بدنِ انسانی میں شیطانی تصرف کی وجہ سے جو بغاوت و غفلت پیدا ہوتی ہے جس کے خلاف اعمال صالحہ بجالا کر جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر اس جہاد کو جہادِ اکبر فرمایا گیا ہے ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے **اَسْلَمَ شَيْطَانِيْ** جب آپ ﷺ کا شیطان مسلمان ہو گیا ہے جس کے بدن میں تصرفات کے خلاف جہاد کرنا ہوتا ہے تو پھر آپ کے لئے فضیلت جہاد نہ رہی۔

حضرت امام ربانی کا جواب

اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں جہاد کرنے کے حوالے سے شیطان کی دو قسمیں ہیں۔

شیطان انفسی اور شیطان آفاقی

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ ست

سیاہی حبشی سے کیسے دور ہو کیونکہ وہ بذات خود رنگ ہے

ویا مراد ازاں شیطان انفسی است

اور یا مراد اس سے انفسی شیطان ہے

واسلام آں مستلزم انتفائی سر کشی بالکلیہ نیست ،

اسکا مسلمان ہو جانا اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ سر کشی کا انتفاء کلی طور پر ہو گیا ہے

شیطان انفسی

وہ شیطان جس کے خلاف ہمہ وقت جہاد جاری رکھنا ہے اس سے مراد شیطان انفسی ہے اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے اس کے متعلق دو قول ہیں یا تو شیطان آفاقی ہے یا شیطان انفسی ہے۔

شیطان آفاقی

شیطان آفاقی جسے حدیث نبوی ﷺ میں قرین فرمایا گیا ہے اسے ہمزاد بھی کہتے ہیں اس کی تفصیل درجذیل حدیث شریف میں بیان فرمائی گئی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلَائِكَةِ ......الخ یعنی تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ اس کا مصاحب (ہمزاد) جنوں اور فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شیطان

ایک روایت میں حضرت ابن مریم علیہ السلام کے نام کی وضاحت ہے:

مَامِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا یَمَسُّہُ الشَّیْطَانُ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَھِلُّ صَارِخاً مِنْ مَّسِّ الشَّیْطَانِ غَیْرَ مَرْیَمَ وَابْنِھَا (مشکوٰۃ باب الوسوسہ)

یعنی ابن آدم میں کوئی مولود ایسا نہیں مگر وقت ولادت، شیطان اس کو چھوتا ہے اور اس چھونے کی وجہ سے وہ چیختا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے صاحبزادے کے۔

جب حضرت عیسیٰ بن مریم کے قریب ان کا ہمزاد آنے لگا تو ھَرَکَدَ جِبْرِیْلُ اِلَی عَدَنِ تو سیدنا جبریل علیہ السلام نے ٹھوکر مار کر اسے عدن میں پھینک دیا۔

حضور اکرم ﷺ اور شیطان

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا وَاِیَّاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے؟ فرمایا اِیَّایَ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے لیکن اَتَانِی میرا ہمزاد میرے پاس آیا تھا۔ فَلَمَّا رَاٰنِی اَسْلَمَ شَیْطَانِی یعنی جب اس نے میرے جمال کو دیکھا تو میرا شیطان مسلمان ہو گیا۔

یہ حضور اکرم ﷺ کی شان تخصیص ہے کہ آپ کا شیطان مطیع و مسلمان ہو گیا اس لئے اس کے اثرات و تصرفات کا حضور پر اثر نہیں ہوتا۔ سُبحان اللّٰہ

جہاد اکبر والی حدیث میں جس شیطان سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد شیطان انفسی ہے۔

شیطان کے خلاف ہمہ وقت جہاد سے اگرچہ شیطان کی صولت و بغاوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے مگر آیت کریمہ اِنَّ الشَّیْطَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ کے مطابق اس کی شرارت و عداوت بالکل ختم نہیں ہوتی کیونکہ یہ اس کی سرشت میں داخل ہے اور جو

باوجوداسلام اگر ترک عزیمت خواہد ومرتکب رخصت

اسلام لانے کے باوجود اگر عزیمت ترک کردے اور رخصت کامرتکب

گردد جائزاست ، واگر صغیرہ بوجود آید کہ درآں حسنہ

ہو جائے جائز ہے[۸] اور اگر کوئی ایسا صغیرہ سرزد ہوجائے کہ جس میں

نباشد ہم گنجائش دارد۔ بلکہ حسنہ ابرار کہ نزد مقربان

حسنہ (نیکی) نہ ہوتو بھی گنجائش رکھتا ہے بلکہ ابرار کی نیکی مقربین کے نزدیک

سیّہء است نیز ازیں قبیل است۔

سیہء (بدی) ہے بھی اسی قبیل سے ہے۔

چیز کسی کی ذات اور طبیعت ہو وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتی جس طرح حبشی کے بدن کی سیاہ رنگت ہزار جتن کرنے سے بھی ختم نہیں ہوتی کیونکہ جو چیز کسی کی ذاتی ہو وہ جاتی نہیں ایسے ہی شیطان انفسی اور شیطان آفاقی (جسے اسلم شیطانی کا مژدہ ملا ہے) رام اور مطیع تو ہو جاتا ہے مگر اس کی طبعی عداوت وشیطنت ختم نہیں ہوتی۔

اسلم شیطانی والی حدیث میں شیطان سے مراد شیطان آفاقی ہو یا انفسی اس کے اسلام لانے اور مطیع ہو جانے کے باوجود وہ ذاتی خباثت، جبلی شرارت اور طبعی عداوت سے باز نہیں رہتا کیونکہ کلی طور پر اس کی سرکشی اور بغاوت ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ جزوی طور پر مسلمان ہوا ہے۔

۸ شیطان کا رخصت پر عمل کروانا

اگر ایسی حالت میں سالک عزیمت کو چھوڑ کر رخصت پر عمل پیرا ہو جائے تو ایسا ممکن ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ

ایک مرتبہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز فجر سوئے ہوئے قضا ہوگئی جب بیدار ہوئے تو سخت پریشاں وپشیمان ہوئے اور سارا دن جنگل میں سرگرداں پھرتے رہے غفلت پر نادم ہوئے اللہ کے حضور توبہ کی دوسرے روز علی الصبح کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا دروازے پر تشریف لاکر پوچھا تو کون ہے؟ جواب ملا شیطان ہوں آپ نے ارشاد فرمایا تیرا جگانے سے کیا تعلق؟ کہنے لگا کل بھی میں نے سلائے رکھا لیکن نماز کے قضا ہونے پر آپ نے جو آہ وزاری کی ہے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی ہے آپ کو بے شمار اجر وثواب مل گیا ہے جس سے مجھے بڑی تکلیف ہوئی ہے میں نہیں چاہتا کہ آپ کو اتنا زیادہ ثواب ملے بروقت نماز ہی ادا کرو اس لئے جگانے آیا ہوں۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ شیطان نے رخصت پر عمل کروایا ہے عزیمت پر عمل نہیں کروایا۔

شیطان انفسی جو جزوی طور پر مطیع ہوا ہے اپنی جبلی سرکشی کی وجہ سے اگر صوفی کو عزیمت سے نہ روک سکے تو اسے رخصت پر ہی گامزن کر دیتا ہے اور اگر وہ کبیرہ گناہ نہ کروا سکے تو صغیرہ گناہ کا ہی مرتکب بنا دیتا ہے اور مقربین بارگاہ قدس جل سلطانہ سے ابرار جیسے اعمال کروا دیتا ہے جو مقربین کے نزدیک سیئات کے قبیل سے ہوتے ہیں جیسا کہ مقولہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ سے عیاں ہے یعنی مقربین سے ان کے مرتبہ ومقام کے لائق اعمال نہیں کرنے دیتا بلکہ انہیں نچلے مرتبے جو کہ ابرار کا مرتبہ ہے میں لاکر ان سے وہ کار خیر سرانجام دلاتا ہے جو مقربین کے نزدیک گناہ ہوتا ہے۔

ایں ہمہ اقسام سرکشی است واین بقائے سرکشی ازوے

یہ تمام سرکشی کی قسمیں ہیں اور اس سرکشی کا باقی رہنا اس سے اس کی

از برائے اصلاح وترقیء اوست ۔ چہ بعد از حصول ایں امور

اصلاح اور ترقی کے لئے ہے کیونکہ ان امور کے حاصل ہونے کے

کہ نہایت نقص دراں بحصول ترك اولیٰ است آں قدر

بعد ان میں انتہائی کمی ترک اولیٰ کے حصول سے ہے اس قدر

ندامت وپشیمانی وتوبہ واستغفار دست می دہد، کہ

شرمندگی ، پشیمانی ، توبہ اور استغفار ہاتھ آتی ہے ۹ جو بے انتہاء

موجب ترقیات بے نہایت می گردد۔

ترقیوں کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ۱۰

۹ سرکشئ شیطان کی اقسام

اس کی متعدد اقسام ہیں

o...... مقربین سے ابرار والے اعمال کرواتا ہے

o...... بڑی نیکیوں والوں سے چھوٹی نیکیاں کرواتا ہے

o...... کبائر کے مرتکبین سے صغائر کا ارتکاب ہی کروادیتا ہے

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز بدن انسانی میں شیطانی بغاوت کے باقی رہنے کا دوسرا پہلو بیان فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اپنی فطری عداوت کی وجہ سے صوفی سے عزیمت کی بجائے رخصت اور مقربین سے ابرار کے سے کام کرواتا

ہے تو اس پر صوفی پریشان اور پشیمان اور نادم وشرمندہ ہوتا ہے تو صغائر کا ارتکاب اور وسوسوں کا اکتساب وغیرھا بندۂ مومن کے لئے اصلاح کا باعث بن جاتے ہیں اوران پر انفعال وندامت ترقی درجات کا موجب ہو جاتی ہے۔

گناہ گار کا نادم ہونا

بلکہ بعض اوقات نیکوکار عابد اور زاہد قسم کے لوگ اپنے علم اور تقوے پر نازاں ہوکر خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں نبی اور مہدی بن بیٹھتے ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ کبھی کبھی شیطان کو اس قسم کے بندوں کے حوالے سے ڈھیل دیتا رہتا ہے اور اندر اندر سے اپنے بندوں کو الہام کرتا رہتا ہے کہ تم غلطی کر رہے ہو واپس آ جاؤ بالآخر ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہ بندۂ مومن اور صوفی ہر قسم کے تکبر وغرور ونخوت وبغاوت پر شرمندگی اور ندامت کے آنسو بہا کر حق تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہے روتا اور گڑگڑاتا ہے آنسو بہاتا ہے جو ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اِنَّ دَمْعَةَ الْعَاصِیْ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ کے مصداق اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور شرف قبولیت پالیتا ہے، بقول اقبال مرحوم

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

وہ دردِ عشق اور آہ وفغاں وہ نعمت عظمیٰ اور دولت قصویٰ ہے جس سے ملائکہ بھی محروم ہیں مولانا روم مست بادۂ قیوم فرماتے ہیں۔

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست
درد را جز آدمی در خورد نیست

علامہ اقبال مرحوم نے غالباً اسی لئے کہا تھا

نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ

۱۰ بعض خطاؤں پر بلندیٔ درجات

انابت، ندامت، رجوع، توبہ، آہ وزاری اور درماندگی وانکساری وہ اعلیٰ مرتبہ ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں کو مقربین کی صفوں میں لا کھڑا کرتا ہے چوروں کو قطب بنالیا جاتا ہے یوں شیطان کی ساری سازشیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے وہ صوفی گناہوں سے کنارہ کش ہو کر راہِ حقیقت وہدایت پر گامزن ہو جاتا ہے اس طرح اس کی خطائیں اور غلطیاں اس کی اصلاح اور بلندیٔ درجات کا زینہ بن جاتی ہیں۔

عزیمت کی بجائے رخصت اور اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف رجوع جو ترک اولیٰ کے قبیل سے ہیں کے اکتساب سے صوفی کے مقامات ومدارج میں جو نقص اور کمی واقع ہوتی ہے جب صوفی سے ترک اولیٰ کا ارتکاب ہو جاتا ہے اور اعلیٰ مقامات تک رسائی حاصل نہیں کر پاتا تو اس پر پشیمان ونادم ہوتا ہے اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار اور آہ وفریاد کا اظہار کرتا ہے تو اعلیٰ مقامات اور بے شمار درجات حاصل کر لیتا ہے شاید اقبال مرحوم نے اسی مقام کے متعلق کہا تھا۔ ؎

؎ متاعِ بے بہا ہے درد وسوز وآرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

وچوں بدن عنصری در مقرخود استقرار یافت، بعداز مفارقت

اور جب بدن عنصری اپنے جائے قرار میں قرار پاتا ہے۔ چھ لطیفوں سے جدائی اور ان

لطائف ستہ وعروج آنہا در عالم امر ہر آئینہ خلیفہء آنہادریں

کے عالم امر میں عروج کے بعد ہر آئینہ جو ان (لطائف) کا خلیفہ ہے!!

عالم ہمیں بدن خواہد ماند و کارہمہ آنہا خواہد کرد

اس جہاں میں یہی بدن رہ جائے گا اور ان تمام کے کام کرے گا۔

!! لطائف ستہ کا خلیفہ

جب صوفی کے جسم سے لطائف ستہ (قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ، نفس) عالم امر کی طرف عروج کر جاتے ہیں تو ان میں سے ہر ہر لطیفے کا خلیفہ یہی بدن عنصری ہوتا ہے چونکہ اصل والے کام سرانجام دیتا ہے نور وظہور وسرور وحضور، عبادات وطاعات اور ترقیات وغیرھا جیسے سارے کام بدن انسانی خلیفہ بن کے ہی کرتا ہے۔

جب لطیفہ قلب (قلب نوری) عالم امر کی طرف عروج کر جاتا ہے اسے حقیقت جامعہ قلبیہ کہتے ہیں تو وہ اپنے انوار اور اثرات قلب صنوبری پُر چھوڑ جاتا ہے جسے مضغہء گوشت بھی کہتے ہیں خلیفہ ہونے کی وجہ سے قلب نوری والی صلاحیتیں اور استعدادیں مضغہء گوشت میں پیدا ہو جاتی ہیں اس لئے اگر الہام نازل ہوتا ہے تو مضغہء گوشت پر ہوتا ہے۔

بعدازیں اگرالہام است برہمیں مضغه است که خلیفهء

اوز بعد اس کے اگر الہام آتا ہوتا ہے اسی مضغہء گوشت پرآتا ہوتا ہے

حقیقت جامعه قلبیه است، وآنچه درحدیث نبوی ع یه

جو خلیفہ ہے حقیقت جامعہ قلبیہ کا۔ اور وہ جو حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام

الصلوٰۃ و السلام آمده است ”من اخلص للّٰہ اربعین صباحا ظهرت

میں آیا ہے جو مخلص ہوا اللہ کیلئے چالیس صبحیں ظاہر ہوجاتے ہیں حکمت کے

ینا بیع الحکمة من قلبه علیٰ لسانه“ مراد ازیں قلب واللّٰہ سبحانه

چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر مراد اس قلب سے اور اللہ سبحانہ

اعلم“ ہمیں مضغه است

زیادہ جانتا ہے یہی مضغہ ہے۔ ۱۲

۱۲ مضغہءگوشت پرالہام

مضغہءگوشت پر وارد ہونے والے الہام کی مثال حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے حدیث شریف سے بیان فرمائی ہے زیرِ نظر حدیث شریف میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے آپ پر اس طرح کنٹرول کرے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی مرضیات، عبادات اور اعمال صالحہ کے اور کوئی کام نہ کرے کسی قسم کے گناہ کی آلائش سے ملوث نہ ہو مخلوق خدا کی ایذا رسانی سے اجتناب کرے چالیس دن تک ہر قسم کے گناہوں سے باز رہے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹتے اور دانائی کے سوتے اُبلتے ہیں جن کا اظہار و اعلان اسکی زبان سے ہوتا ہے اس کا ایک ایک کلمہ دلوں پر اثر کرتا ہے اس کی

وعظ ونصیحت قلب ونظر میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے اس کے درس وتدریس کا ایک ایک لفظ دل ودماغ پر نقش ہوتا جاتا ہے اور اس کی تحریر وتقریر سے بھٹکے ہوئے راہ راست پر آجاتے ہیں اسی لئے حضوا کرم ﷺ نے رمضان کا پورا مہینہ اعتکاف فرمایا۔ بعض لوگ ۴۰ کا عدد پورا کرنے کیلئے ماہ رمضان کی آمد سے قبل ہی ۱۰ دن اعتکاف بیٹھ جاتے ہیں اور بعض لوگ پوراماہ رمضان اعتکاف بیٹھنے کے علاوہ مزید دس دن اعتکاف کرتے ہیں تاکہ ماہ شوال کے چھ روزے بھی رکھ لیں اور ۴۰ کا عدد بھی پورا ہو جائے۔ یوں جو شخص حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے پیش نظر ۴۰ روز اعمال صالحہ اور افعال حسنہ بجالاتا ہے تو اس کے قلب پر حکمت الٰہیہ کا نزول شروع ہو جاتا ہے اس قلب سے مراد مضغہ گوشت ہی ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ قلب سے مراد حقیقت جامعہ قلبیہ نہیں بلکہ مضغہء گوشت ہے۔

ودراحادیث دیگرایں مراد متعین است، کما قال

اور دوسری حدیثوں میں یہ مراد متعین ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد

علیہ الصلوٰۃ والسلام "انہ لیغان علی قلبی"

فرمایا بلاشبہ میرے دل پر (ہلکا سا) غبار طاری کردیا جاتا ہے[۱۳]

۱۳ انہ لیغان علی قلبی کی وضاحت

درج ذیل حدیث مبارکہ میں قلب سے مراد مضغہء گوشت ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ یعنی بے شک میرے قلب پر ہلکا سا پردہ طاری کردیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں قلب سے مراد قلب قلب نہیں کہ جس پر غبار آتا ہے بلکہ وہ قلب تو ہمہ وقت جلوؤں میں محو رہتا ہے کیونکہ وہ تو کلیۃً غبار سے محفوظ ہوگیا ہے یہاں غین جس قلب پر آتا ہے اس سے مراد مضغہء گوشت ہے۔

قلب پر غبار آنے کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ امت کے حال پر انتہائی شفقت و مہربانی سے پیش آنے کی وجہ سے ان کی کثافت کو اپنی طرف کھینچ لیتے جو غبار کی طرح نظر آتا تھا جسے غین سے تعبیر فرمایا گیا۔

حجاب قلبی کی اقسام

حضرت امام ابونصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے قلبی حجاب کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱ ''ختم'' اور ''طبع'' یہ حجاب کی قسم کفار کے دلوں پر چھاتی ہے۔

۲ ''رین'' اور ''قسوۃ'' حجاب کی یہ قسم منافقوں کے دلوں پر چھاتی ہے۔

۳...... ''صدأ'' اور ''غشاوہ'' حجاب کی یہ قسم مومنوں کے دلوں پر چھاتی ہے۔

۴...... ''غین'' حجاب کی یہ قسم حضور انور ﷺ کے قلب اقدس پر چھاتی ہے۔

قلب اقدس پر بادل (حجاب) چھانے کی مثال آئینہ کی سی ہے کہ جب آئینے کے سامنے انسان سانس لے تو وہ ہلکا سا دھندلا جاتا ہے مگر چند لمحوں کے بعد پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے۔

صحبت کا اثر

صوفیائے کرام اپنے مریدین ومتوسلین وسالکین کو جو صحبت ناجنس سے باز کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ برے لوگوں کے قلبی اثرات، نفسانی وسواس وخطرات نامعلوم اور پوشیدہ طریقہ سے سرایت کرتے رہتے ہیں نتیجتاً باطنی مزاج بگڑ جاتا ہے روحانی پرواز میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

جبکہ صالحین کی صحبت اپنا رنگ دکھاتی ہے اور برے لوگوں کی صحبت غبار لاتی ہے حضور اکرم ﷺ نے اچھی اور بری صحبت کے اثرات کو تمثیلاً یوں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد گرامی ملاحظہ ہو!

مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ

(مشکوٰۃ شریف باب الحب فی اللہ)

اچھے اور برے مصاحب کی مثال مُشک اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے کستوری اٹھانے والا تمہیں کچھ دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس کی عمدہ خوشبو آئے گی بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس کی ناگوار بدبو آئے گی۔

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کا ترجمہ پنجابی زبان میں یوں کیا ہے

نیکاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا بھانویں مول نہ لیئے حلے آون ہزاراں
برے لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے بھانویں کنج کنج بیّے چنگاں پین ہزاراں

کسی فارسی شاعر نے اہل اللہ کی صحبت وزیارت کی شان کو یوں بیان فرمایا ہے

گرد مستاں گرد اگر مے کم رسد بوئے رسد
گرچہ بوئے ہم نباشد رویت ایشاں بس است

ترجمہ بوہی کافی ہے اگر مے کش نہیں دیتے شراب
بوبھی گر حاصل نہیں، دیدار سے ہو فیضیاب

عروض غین بر مضغه است نه برحقیقت جامعه که او

غین (غبار) کا عارض ہونا مضغہء گوشت پر ہے نہ کہ حقیقت جامعہ پر کیونکہ

بکلیة ازغین بر آمده است ودراحادیث دیگر آمده از

وہ مکمل طور پر غین سے باہر آ گئی ہے اوردوسری حدیثوں میں قلب کا پلٹنا آیا

تقلب قلب کما قال علیه الصلوٰة والسلام " قلبُ المومن بین

ہے[۱۴] جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مومن کا قلب دو انگلیوں کے

اصبعین من اصابع الرحمن" ......الخ

درمیان ہے رحمٰن کی انگلیوں میں سے۔

[۱۴] قلب مومن کا تقلب

درجذیل حدیث پاک میں ہے کہ قلب سے مراد متعین مضغہء گوشت ہے جوالٹتا پلٹتا رہتا ہے کیونکہ حقیقت جامعہ الٹ پلٹ سے پاک ہے۔

حدیث پاک یوں ہے۔قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُهَا کَیْفَ یَشَآءُ (مومن کا قلب رحمٰن کی دوانگلیوں کے درمیان ہے جس طرح چاہتا ہے اس کو پلٹتا ہے۔

زیرنظر حدیث پاک متشابہات میں سے ہے متشابہات کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا موقف کیا ہے اس کیلئے ملاحظہ ہو۔(البینات شرح مکتوبات مکتوب ۷۷ جلد دوم)

وقال صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم قلبُ المؤمن کُرِیْشة فی ارض

اور حضورِ ﷺ نے فرمایا مومن کا دل اس ریشہ (پرندہ کے پر کا معمولی حصہ) کی مانند

فلاة ......الخ . وقال علیه الصلوٰة والسلام اللهم یامقلبَ القلوب ثبت

ہے جو بیابان میں (پڑا)[۱۵] ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے اللہ اے

قلبی علیٰ طاعتک

دلوں کے پلٹنے والے ثابت رکھ میرے دل کو اپنی اطاعت پر۔

۱۵ قلب مومن

زیر نظر حدیث پاک بھی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اپنے اس موقف کیلئے پیش فرما رہے ہیں کہ قلب سے مراد متعین مضغہء گوشت ہے۔ یعنی بندۂ مومن کا قلب پرندہ کے اس پر کی مانند ہے جو کسی جنگل بیابان میں پڑا ہو۔ جس طرح ہوائیں پر کے اس کٹے ہوئے ریشہ کو اڑائے پھرتی ہیں ایسے ہی مومن کا دل دنیا کے جنگل میں اڑتا پھرتا ہے جس طرف سے دباؤ پڑتا ہے اسی طرف ہو جاتا ہے گویا قلب کی کیفیت یوں ہوتی ہے۔

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

زیر نظر حدیث مبارک کے دعائیہ جملے میں الٹنے پلٹنے اور اڑنے والے دل کے اطاعت الٰہی پر ثبات وقرار کی التجا کی جا رہی ہے اے خدایا! گو قلوب کی تقلیب وتغییر تیری مشیت پر موقوف ہے لیکن تیرے حضور ہم ملتجی ہیں کہ ہمارے قلوب اپنی اطاعت وفرمانبرداری پر ہی لگائے رکھنا۔ اللھم آمین

مذکورۃ الصدر احادیث مبارکہ سے اس امر کی وضاحت ہو گئی ہے کہ تلوینات وتقلیبات اور ثبات وعدم ثبات مضغہء گوشت کیلئے ہی ہے کیونکہ حقیقت جامعہ مقام اطمینان پر براجمان ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے تقلیبات وتلوینات سے بالا ہے۔

والتقلبُ وعدم الثبات ثابتةٌ لهذه المضغة لانَّ الحقيقة الجامعة

اور دل کا پلٹنا اور عدم ثبات ثابت ہے اسی گوشت کے ٹکڑے کیلئے کیونکہ حقیقت جامعہ

لاتقلب لها اصلاً بل هی مطمئنةٌ راسخة عَلَی الاطمینان والخلیل علیٰ

کیلئے ہرگز الٹ پلٹ نہیں ہے بلکہ وہ حقیقت جامعہ مطمئنہ ہے اطمینان پر راسخ ہے۔

نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام حیث طلبَ الاطمینان للقلبِ اراد بهٖ

اور حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اطمینان قلب کی درخواست کی

المضغةَ لاغیرَ لانّ قلبهُ الحقیقی قد کان مطمئناً بلاریبٍ بل نفسهٗ

تھی ان کی مراد اس سے مضغہ گوشت تھا[١٦] نہ کہ کوئی اور چیز کیونکہ ان کا قلب حقیقی

ایضاً کانت مطمئنة بسیاسة قلبه الحقیقی .

تو بلاشبہ مطمئن تھا بلکہ ان کا نفس بھی مطمئن تھا ان کے قلب حقیقی کی سیاست کی بنا پر۔

[١٦] ایک سوال

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک سوال مقدر کا جواب بیان فرما رہے ہیں سوال یہ ہے کہ جدالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے احیاء موتی کے ذریعے اطمینان قلبی مانگا تھا اس سے مراد حقیقت جامعہ ہے یا مضغہ گوشت ہے

حضرت امام ربانی کا جواب

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں قلب سے مراد مضغہ گوشت ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قلب حقیقی یقیناً مقام اطمینان پر فائز المرام تھا بلکہ قلب حقیقی کی تربیت

وسیاست کی وجہ سے ان کا تو نفس بھی مطمئنہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ (البقرہ ۲۶۰) یعنی اور ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کیا یقین کیوں نہیں لیکن یہ چاہتا ہوں کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

اس آیت مبارکہ میں اطمینان قلب سے مراد مضغہ گوشت کا اطمینان ہے کیونکہ آپ کا نفس تو پہلے ہی مطمئنہ تھا۔

قال صاحب العوارف قدس سرہٗ "اِنّ الالھامَ صفةُ النفس

صاحب العوارف قدس سرہٗ نے فرمایا بے شک الہام صفت ہے اس نفس مطمئنہ کی جس

المطمئنة التی عرجَتْ فی مقام القلب وانّ التلوینَات والتقلیبَات"

نے مقام قلب میں عروج کیا ہو[۱۷] اور بے شک تمام رنگتیں اور تبدیلیاں اس وقت

ح تکون صفات النفس المطمئنة وھو کمَا تری مخالفٌ للاحادیثِ

ہوتی ہیں صفات نفس مطمئنہ کی اور یہ جیسا کہ آپ نے دیکھا مخالف ہے احادیث

المذکورة ولوتیّسرالعروجُ من ھٰذا المقام الذی اخبرالشیخُ عنه

مذکورہ کا اور اگر (انہیں) عروج میسر ہو جاتا[۱۸] اس مقام سے جس کے متعلق شیخ نے

لعلِمَ الامرَ کما ھو علَیه ولَا حَ صدقٗ مااخبرتْ به وطابق الکشف

خبر دی ہے تو ضرور انہیں حقیقت حال کا علم ہو جاتا جس کی انہوں نے بات کی ہے اور

والالھام بالاخبارَاتِ النبویة علٰی صاحبھاالصلوات والسلام والتحیة

ظاہر ہو جاتی صداقت اس کی' خبر دی ہے میں نے جس کی اور مطابق ہو جاتے کشف اور الہام احادیث نبویہ کے (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ)

۱۷ حضرت امام ربانی کا صاحب عوارف کے قول پر تبصرہ

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز صاحب عوارف المعارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ العزیز کے ایک قول پر تبصرہ فرما رہے ہیں دراصل حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ہر حال میں کتاب وسنت کی تعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں صوفیائے کرام کے مکشوفات والہامات کا قرآن وحدیث سے موازنہ کرتے

ہیں اگر الہامات وغیرھا کتاب وسنت کے عین موافق ہوں تو انہیں قبول کر لیتے ہیں اور جو مکشوفات والہامات، کتاب وسنت سے متصادم ہوں انہیں رد کر دیتے ہیں۔ اس لئے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی، قطب ربانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی حضرت صدرالدین قونوی کے شریعت مطہرہ کے مخالف مکشوفات والہامات کو قابل رد سمجھتے ہیں لیکن ان حضرات کی عظمت کے پیش نظر انکا ذکرِ خیر نہایت احترام سے کرتے ہیں اور ان کی کشفی خطا کو فقہاء کی خطائے اجتہادی کی مانند گردانتے ہیں اور اسے غلبۂ حال اور سکر وقت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں تا کہ ان اولیائے عظام کا ادب واحترام لوگوں کے قلب و نظر میں جاگزیں رہے اور ان کی عقیدت وجذبات میں کسی قسم کا کوئی فتور واقع نہ ہو۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تبصر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک جب نفس مطمئنہ کو مقام قلب تک رسائی نصیب ہو جائے تو الہامات وتلوینات وتقلیبات وتغیرات اور رنگ آمیزیاں نفس مطمئنہ پر وارد ہوتی ہیں حالانکہ گذشتہ احادیث مبارکہ میں تلونیات وتقلیبات کا محل مضغہ گوشت ہے لہٰذا ان کا یہ قول حدیث کے خلاف ہے۔

۱۸ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا روحانی مقام

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز احتراماً حضرت شیخ کے قول کی بابت فرماتے ہیں کہ دراصل حضرت شیخ نفس مطمئنہ کے مقام پر فائز تھے اس لئے انہوں نے اپنے مقام ومرتبے کی خبر دی ہے البتہ اگر انہیں نفس مطمئنہ کے مقام سے اوپر عروج نصیب ہوتا تو ان پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی اور ان کا کشف والہام احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے مطابق ہو جاتا۔

ولقد تعلم ان ما اخبرتُ به من خلافةِ المضغة ورود الالهام عليها و

اور البتہ تحقیق تمہیں علم ہوگیا یقیناً اس چیز کا میں نے خبر دی جس کے بارے میں[۱۹] مضغہ

صیرورتها صاحبَ احوالِ وتلوينات ممّا كُبر على المتعصّبين

گوشت کی خلافت کی اور الہام کا ورود اسی پر ہوتا ہے اور ہو جاتا ہے وہ احوال وتلونیات

الجاهلين القاصرين عن حقيقةِ الامر وثُقل علَيهم فماذا يقولون فى

والا۔ یہ باتیں اگر مشاق ہوں متعصب جاہل حقیقت حال سے قاصر لوگوں پر اور یہ ان

الاخبار النبوية عليه وعلٰى 'اله الصلٰوة والسلام

پر گراں گذریں پس وہ کیا جواب دیں گے احادیث نبویہ کا علیہ وعلٰی الہ الصلوٰۃ والسلام

۱۹ حضرت امام ربانی کی تحقیق قلب

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ میری بیان فرمودہ گذشتہ تحقیق سے عیاں ہوگیا ہے کہ مضغہ ء گوشت، حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ بن جاتا ہے فلہٰذا الہام کا مورد بھی مضغہ گوشت (قلب صنوبری) ہی ہوتا ہے اس لئے صاحب احوال وتلوینات وتقلیبات بھی یہی قلب صنوبری ہوتا ہے۔

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز رنج وملال وافسوس کا اظہار فرما رہے ہیں کہ ہماری تحقیق حقیقت حال سے قاصر، جہال اور متعصبین پر بڑی گراں اور ثقیل گذرتی ہے دراصل تعصب ایسا اخلاقی وروحانی مرض ہے۔ جس میں مبتلا انسان اپنی ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کی وجہ سے غلط بات پر ڈٹ جاتا ہے بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا اسلئے حقیقت حال سے محروم رہتا ہے سالک اور صوفی کو اس قسم کی باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

حیث قال ’’اِنّ فی جسد بنی 'ادم لمضغۃً اذا صلُحت صلح الجسدُ

جیسا کہ ارشاد فرمایا بے شک جسم میں بنی آدم کے مضغہ ءگوشت ہے جب وہ درست

کلُّہ و اذا فسدتْ فسد الجسدُ کلہ آلاوھی القلب ‘‘جَعَلَ صلّی اللّٰہ

ہوجائے تو سنور جاتا ہے سارا جسم اور جب خراب ہوجائے تو بگڑ جاتا ہے سارا جسم

تعالٰی علَیہ والہ وسلم المضغۃَ ھی القلب علٰی سبیل المبالغۃ و ناطَ

آگاہ رہو وہ قلب ہے قرار دے دیا آپ ﷺ نے مضغہ کو قلب بر سبیل مبالغہ اور منحصر

صلاحَ الجسد و فسادہ بصلَاحھا و فسادھا ،

فرمادیا جسم کی اصلاح اور فساد کو اس کی درستگی اور خرابی کے ساتھ۔

؎ تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے

بعض لوگ بے علمی اور نادانی کی وجہ سے کسی غلط مؤقف پر اڑ جاتے ہیں اور بعض لوگوں میں حقیقت حال تک پہنچنے کیلئے روحانی استعداد اور علمی قابلیت نہیں ہوتی اس لئے وہ بھی اپنے غلط مؤقف پر ڈٹے رہتے ہیں اس قسم کے جاہل اور احمق لوگوں کا آپ شکوہ فرما رہے ہیں۔

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جاہل اور نادان لوگوں کو اگر میری تحقیق سے اختلاف ہے تو وہ اس حدیث مبارکہ کا کیا جواب دیں گے جس میں واضح طور پر مضغہ گوشت کو قلب فرمایا گیا ہے لہٰذا ہماری بیان فرمودہ تحقیق ہی کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔(وللّٰہ الحمد)

حدیث پاک کے الفاظ درجذیل ہیں:

فَیَجُوزُ لھٰذِہِ المضغۃِ مایجوزُ للقلب الحقیقی وانْ کان علیٰ سبیل

پس جائز ہوگا اس مضغہ کیلئے جو جائز ہوگا قلب حقیقی کے لئے اگر چہ ہو نیابت اور

النیابۃِ وَالخلافۃِ. واعلمْ ان الروحَ لَمَّا فارق

خلافت کے طریق پر جان لو بیشک روح ۲۰ جب جدا ہو جاتی ہے۔

اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ لَمُضْغَۃً ...... اَلَا وَھِیَ الْقَلْب

یہی مضغہ ءگوشت جسے مبالغۃً قلب فرمایا گیا ہے خیر وشر اور صلاح وفساد کا محل ہے۔ جس کے صلاح وفساد پر جسم کی صحت وعدم صحت کا دارومدار ہے لٰہذا یہ بات عیاں ہوگئی کہ جو الہامات و پیغامات قلب حقیقی پر وارد ہوتے ہیں ان الہامات کا ورود مضغہ ء گوشت پر بھی ہوتا ہے اگر چہ نیابت وخلافت کے طور پر ہی ہو۔

۲۰ روح

روح ایک ایسی شئی ہے جس کے متعلق آیت کریمہ **وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً** کے مطابق ان قلیل لوگوں کو علم دیا گیا ہے جنہیں راسخین فی العلم کہا جاتا ہے۔

روح عالم امر سے ہے جس کا تعلق دائرہ وجوب سے ہے جو ممکنات ومخلوقات کی آمیزش سے بالا ہے۔

اقسام روح میں اختلاف

روح کی لاتعداد اور بیشمار اقسام ہیں جو احاطہء ادراک سے باہر ہیں۔ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز اور حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک روح واحد ہے اور وہ روح محمدی ہے علیٰ صاحبہا الصلوات والتحیات اور روح کی اقسام سے مراد روح کے

تعینات ہیں۔ جیسے درخت کا بیج ایک ہوتا ہے اور اس بیج سے درخت کا پھیلاؤ اسی بیج کے تعینات ہیں۔ لہٰذا شاخ، تنا، پتا، پھول، پھل، کانٹا وغیرہا سب بیج کے تعینات ہیں۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ علمائے متکلمین اہل سنت کی تائید میں فرماتے ہیں کہ کہ روح ایک نہیں بلکہ ارواح متعدد و متکثر ہیں آپ کے نزدیک روح محمدی علیٰ صاحبہا الصلوات حقیقۃ الحقائق ہے جسے روح اعظم بھی کہا جاتا ہے اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْاَرْوَاحَ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ (یعنی ارواح لشکروں کی صورت میں ہیں) سے ارواح کے متعدد ہونے کی دلیل شرعی ہے جس سے روح واحد کے قول کی نفی ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کا قول کہ روح ایک ہے دلیل کشفی سے ثابت ہے دلیل کشفی سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے جبکہ دلیل شرعی سے علم قطعی و یقینی حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

روح کی اقسام بلحاظ بدن

اجمالی طور پر روح کی دو قسمیں ہیں۔

۱...... وہ ارواح جن کا تعلق ابدان کے ساتھ ہوتا ہے وہ ارواح انسانیہ حیوانیہ ہیں جو متصرفہ بدن ہوتی ہیں۔

۲...... وہ ارواح جن کا تعلق ابدان کے ساتھ نہیں ہوتا وہ متصرفہء بدن نہیں ہوتیں انسانی جسم ان کے تصرف کا محتاج نہیں ہوتا اس سے مراد ملاء اعلیٰ کی ارواح ہیں جنہیں ملائکہ کہا جاتا ہے یہ بھی ارواح کی ایک قسم ہے انہیں ارواح مہیمنہ کہتے ہیں جو ملاء اعلیٰ میں رہتے ہیں۔ ملاء اعلیٰ ارواح کا دیس ہے اور یہ ایک ولایت ہے جن اولیائے کرام کو ملاء اعلیٰ کی ولایت نصیب ہوتی ہے ان کا تعلق ان ارواح سے ہوتا ہے۔

۵...... حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب سالک کی روح

الجسد بالموتِ الذی هو قبل الموتِ وجد العارفُ الواصل روحَہٗ

جسم سے اس موت کے ذریعے [۱۲] جو قبل از موت ہو پاتا ہے عارف واصل اپنی روح کو

غیرَ داخلٍ فی الجسد ولَا خارج عَنہ ولا متّصل مَعَہٗ و لامنفصلِ عَنہ

نہ جسم میں داخل نہ اس سے خارج اور نہ پیوستہ اس سے اور نہ جدا اس سے اور پاتا ہے

دوران سلوک عروجی منازل طے کرتی ہوئی عالم بالا تک رسائی حاصل کرلیتی ہے تو اسے فنا کا مقام حاصل ہوجاتا ہے جسے موت قبل از موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

[۱۲] اقسام موت

روح کے جسم سے نکلنے کے اعتبار سے موت کی دو قسمیں ہیں۔

صورتِ موت اور حقیقتِ موت

صورت موت

اس موت میں نفس، غلبہء محبت کے ظہور اور صاعقہء احدیت کے نزول کے باعث ماسوا کی دید ودانش سے آزاد ہوجاتا ہے اور انانیت سے گذر جاتا ہے بلکہ اپنا کوئی نام ونشان بھی نہیں چھوڑتا اور غیب ہویت کی تیغ آرزو سے مقتول ہوجاتا ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتاً فَاَحْيَيْنَاهُ (الانعام ۱۲۳) کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کردیا) کی خوشخبری اور مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَادِيَتُهٗ (جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کی دیت میں خود ہوں) کی بشارت اس طرح کے مقتول وگم شدہ کو سر بلند کردیتی ہے اور اس کے معاملے کو سب سے آگے کردیتی ہے اس موت میں گو روح عالم بالا تک پہنچ جاتی ہے مگر اس کا تعلق ونگرانی جسم کے ساتھ بدستور قائم رہتا ہے اس موت کو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کو فنائے مطلق بھی کہتے ہیں۔

و وجد ان للروح تعلقاً مع الجسد لصلاح الجسد بل لغرض یعود

روح کا تعلق جسم کے ساتھ جسم کی اصلاح کیلئے بلکہ اس غرض کے لئے بھی کہ واپس

الی الروح کماله ایضاً وذٰلک التعلقُ هو منشاءُ الصلاح والخیر فی

آ جائے روح کی طرف اس کا کمال بھی اور اس تعلق کی یہی منشا ہے کہ جسم میں اصلاح

الجسد ولولا ذٰلک التعلق لصار الجسدُ بحَذافیرہٖ شراً ونقصاناً.

اور بھلائی ہو اور اگر نہ ہو یہ تعلق تو ہو جائے جسم مکمل طور پر شر اور نقصان۔

حقیقت موت

وہ موت ہے جس میں انسان کی وفات پر اس کی تجہیز وتدفین کا اہتمام کیا جاتا ہے اسے طبعی موت بھی کہا جاتا ہے جس میں اولیائے کرام نقل مکانی کرتے ہیں جیسا کہ روایت میں ہے اَلا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَایَـمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ يُّنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَاُرٍ اِلٰی دَارٍ یعنی آگاہ رہو کہ یقیناً اولیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ بقول شاعر

ہیں دونوں گھر انہی کے جس گھر میں جی چاہا جا بیٹھے
کبھی اِس گھر میں آ بیٹھے کبھی اُس گھر میں جا بیٹھے

وهٰكذا الحال للواجب تعالٰى معَ الروح وغيره فانهٗ تعالٰى غيرُ داخل فی

یہی حال ہوتا ہے واجب تعالٰی کا روح وغیرہ کے ساتھ پس یقیناً اللہ تعالٰی نہ داخل عالم

العالم ولا خَارج عنه ولَا متصل معه ولا مُنفصل عنه ولَهٗ سبحانه تعلقٌ

ہے اور نہ خارج ہے اس سے اور نہ پیوستہ ہے اس سے اور نہ منفصل ہے اس سے اور اس

مع العالم خلقاً وابقاءً و افاضةً للكمالات وايلاءً للنعم والخيرَات فانْ

سبحانہ کا تعلق ہے عالم کے ساتھ پیدا کرنے کا، باقی رکھنے کا اور کمالات کے فیضان کا

قلت انّ علماء اهلِ الحق ماتكلموا فی الروح مثل هذا الكلام بل

اور استعداد پیدا کرنے کا نعمتوں اور بھلائیوں کے لئے۔ [۲۲] اگر تم کہو کہ علمائے اہل

كادُوا لم يجوزُوه وانت ملتزمٌ وفاقهم فی القليل والكثير فما وجههٗ.

حق نے روح کے متعلق نہیں کلام کیا مثل اس کلام کے بلکہ تقریباً انہوں نے جائز نہیں

قلتُ العالم بحقيقة الروح قليلٌ منهم فَهُمْ مع قلّتهم انّما لم يتكلّموا

فرمایا ایسا (کلام کرنے کو) اور آپ لازم جانتے ہیں موافقت قلیل وکثیر پس کیا وجہ ہے

بكشف الكمالات الروحية

اس کی؟ [۲۳] میں کہتا ہوں حقیقت روح کے عالم قلیل ہیں ان میں سے لہٰذا انہوں نے

اپنی قلت کے باوجود نہیں کلام فرمایا [۲۴] روحی کمالات کے اظہار کا۔

۲۲ عارف کے احساسات

جب عارف کو عالم قدس تک وصل نصیب ہو جاتا ہے تو وہ باطنی طور پر اپنی روح کے متعلق یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ نہ میرے جسم میں داخل ہے اور نہ جسم سے باہر ہے نہ

واکتفوا بالاجمال اجتناباً عن سُوء فهم العَوام ووقُوعهم فی الضّلال

اور اکتفا فرمایا انہوں نے اجمال پر، اجتناب کرتے ہوئے عوام کی کج فہمی پر اور گمراہی میں

فان الکمالات الروحیة شبیهةٌ صورةً بالکمالات الوجوبیة والفرق

مبتلا ہونے کے اندیشہ سے، بے شک روحی کمالات مشابہ ہیں صورۃً وجوبی کمالات سے (ان

دقیقٌ لا یطلع علیه الّا الرّاسخُون من العلماء

دونوں میں) فرق بہت ہی باریک ہے مطلع نہیں ہوئے اس پر سوائے علمائے راسخین کے

جسم سے متصل ہے اور نہ اس سے جدا ہے کیونکہ چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا وغیرھا روح مع الجسد کے کام ہیں۔

o...... جب عارف واصل کو روح کے جسم کے ساتھ اندر، باہر، اتصال وانفصال کا کچھ بھی علم نہیں ہوتا تو وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق صرف جسم کی اصلاح ودرستی کے لئے ہے بلکہ عارف کو اپنے اندر ایک اور غرض ہوتی ہے کہ روح کی کلی طور پر جسم سے بالکل مفارقت مقصود نہ تھی بلکہ روح کے مرتبہء کمال تک پہنچ جانے کے بعد پھر جسم کی طرف عود کرنا تھا تا کہ جسم کی صلاح وخیر ودرستگی قائم رہے اور اگر روح کا جسم کے ساتھ یہ تعلق نہ ہوتا تو سارا جسم شر ونقصان وفساد کا محل ہو جاتا خیر وصلاح اس میں بالکل نہ رہتی۔

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جس طرح روح کا جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ سبحانہ کا روح اور کائنات کے ساتھ تعلق قائم ہے جب عارف واصل روح کے متعلق یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ نہ جسم کے اندر ہے نہ باہر ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے وہ حیرت میں مبتلا

فرأوا المصلحةَ فی الاجمال بل فی اِلانکار عمَّنْ بیّنَہٗ و کشف

پس انہوں نے مصلحت اجمال میں ہی جانی بلکہ انکار کردیا اس کے بیان کرنے سے

عن حقیقتہ فلَا ینکرون کمالاتہ التی سبقَ ذکرھا . والعبد

اوراس کی حقیقت کھولنے سے۔ پس وہ منکر نہیں اس (روح) کے کمالات کے جس کا

الضعیف انّما بیّنہ و کشف عن بعض خواصہ اعتماداً علٰی علمہ

پہلے تذکرہ ہو چکا۔ اوراس بندۂ ضعیف نے جو اس (روح) کے متعلق بیان کیا اوراس

الصحیح و کشف الصریح

کے بعض خواص کو منکشف کیا ہے بایں وجہ اعتماد کرتے ہوئے علم صحیح اور کشف صریح پر

ہو جاتا ہے اسے سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا کہوں۔

اسی مقام پر فلاسفہ نے روح کے قدیم ہونے کا قول کردیا۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ العزیز نے بھی کسی مقام پر روح کو مجرد عنِ المادۃ قرار دے کر اسے قدیم کہہ دیا۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا یہ خصوصی کمال ہے کہ وہ اپنے کشف کو آوارہ اور بے لگام نہیں ہونے دیتے اگر آپ کا کشف شریعت مطہرہ کے احکامات اور متکلمین علمائے اہلسنت کی تحقیقات کے مطابق درست ہو تو اسے تسلیم کر لیتے ہیں ورنہ اسے رد کر دیتے ہیں چنانچہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ کائنات میں داخل ہے نہ خارج نہ متصل ہے نہ منفصل وہ تعالیٰ اتصال وانفصال واتحاد سے پاک ہے بس خدا خدا ہے اور کائنات، کائنات ہے تعلق ہے تو بس اتنا کہ اللہ خالق ہے اور کائنات مخلوق ہے اللہ رازق اور یہ مرزوق ہے اللہ رب ہے اور وہ مربوب ہے لہٰذا روح وغیرھا کے

قدم کا قول عبث اور فضول ہے۔

۲۳ علمائے اہلسنت اور روح

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ علمائے متکلمین اہلسنت نے روح کے متعلق نہ ہی کلام کیا ہے اور نہ اس کے متعلق کلام کے جواز کا قول کیا ہے آپ ان علمائے اہل حق کے ساتھ موافق ہونے کے باوجود روح کے متعلق کیوں گفتگو فرما رہے ہیں؟۔

۲۴ حضرت امام ربانی اور روح

آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ حقیقت روح کو جاننے والے علماء بہت کم ہیں اس لئے انہوں نے اپنی قلت کے پیش نظر روحی کمالات کی تفصیلات کو بیان نہیں فرمایا فقط اجمال پر ہی اکتفا فرمایا ہے کہ کہیں عوام کالانعام سوئے فہم کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ چونکہ وجوبی کمالات (کمالات الٰہیہ) کے ساتھ روحی کمالات صورت کے اعتبار سے (حقیقت کے اعتبار سے نہیں) بہت مشابہت رکھتے ہیں اس لئے ان دونوں کے درمیان فرق بہت باریک ہے بنابریں اس باریک اور دقیق فرق پر مطلع ہونے والے علماء نے تفصیلات میں جائے بغیر اجمال میں ہی مصلحت دیکھی بلکہ علمائے راسخین نے بر بنائے احتیاط خود بھی اس کے متعلق گفتگو نہیں فرمائی اور اس کے متعلق کلام کرنے والوں اور اس کی حقیقت کو بے نقاب کرنے والوں کا سرے سے انکار ہی کر دیا تاکہ فتنہ کا دروازہ بند ہو جائے اور لوگ اس قسم کی باریکیوں میں الجھ کے نہ رہ جائیں ورنہ وہ روحی کمالات کے ہرگز منکر نہ تھے۔

o...... حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز از راہ عجز خود کو بندۂ ضعیف فرما رہے ہیں کہ ہم نے روح کے متعلق جو کلام کیا ہے اور اس کے بعض خواص کو کھولا ہے اور اللہ کی امداد و توفیق اور حضور اکرم ﷺ کے طفیل اپنے کشف صریح اور علم صحیح پر اعتماد کرتے ہوئے

بعون اللّٰه سُبحانه وتوفيقه وصَدقة حبيبه علَيها الصلوٰة والسلامُ

اللہ سبحانہ کی مدد اور اس کی توفیق اور اس کے حبیب **علیہ الصلوٰۃ والسلام والہ**

وَالہ الکرام مع ازالة شُبهة مانعة عن البيان فافهم . وممّا ينبغی

الکرام کے صدقہ سے شبہ کے ازالہ کے ساتھ ساتھ جو بیان سے مانع تھا پس خوب سمجھ لو۔

ان يعلم ان الجسد کما استفاد من الروح کمالات لاتحصیٰ

اور مناسب یہ ہے کہ جانا جائے کہ جسم جس طرح استفادہ کرتا ہے روح کے کمالات سے

فالروح ايضاً اکتسب من الجسد فوائد عُظمیٰ حيثُ صار

بے شمار پس روح بھی اکتساب کرتی ہے[۲۵] جسم سے عظیم فوائد کا اس حیثیت سے کہ ہوگئی

سميعاً بصيراً متکلماً متجسداً بجسد مکتسباً مباشراً لافعال

سننے والی ، دیکھنے والی ، کلام کرنے والی، مجسم ہوگئی جسد کے ساتھ اکتساب کرنے والی'

ناسبت بعالم الاَجسَاد.

بذات خود سنبھالنے والی ہے افعال کو جو مناسبت رکھتے ہیں عالم اجسام کے ساتھ۔

تحدیث نعمت کے طور پر بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ اسے بیان کرنے سے جو شبہ مانع تھا اس کا بھی ازالہ کر دیا ہے اور آپ **وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا** (الاسراء۸۵) کے مصداق **راسخین فی العلم** میں سے ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔
والحمدللہ علیٰ ذالک

---

[۲۵] **روح وجسد کا باہمی استفاضہ واستفادہ**

جسم اور روح دونوں ایک دوسرے سے مستفیض اور مستفید ہوتے ہیں جہاں .

جسم روح کے ذریعے بے شمار کمالات حاصل کرتا ہے وہاں روح کو جسم سے کئی فائدے ملتے ہیں روح جسم میں آ کر متجسد ہو جاتی ہے اور جسم کے حواس سے سنتی، دیکھتی اور کلام کرتی ہے جو کہ بغیر جسم کے نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ روح تو فطری طور پر اپنے آپ سے بھی بے خبر ہے اسے دوسروں کی کیا خبر ہو گی۔

غرضیکہ روح اور جسد کے باہمی استفاضہ واستفادہ سے ایسا قریبی رابطہ ہو جاتا ہے کہ بقول حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز

روحیں جسم بن جاتی ہیں اور جسم روحیں بن جاتے ہیں۔

بلکہ اولیائے طریقت یوں فرماتے ہیں اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا . اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا یعنی ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں اور ہماری روحیں ہماری جسم ہیں۔

جب عارف واصل باللہ ہو جاتا ہے تو انوار وتجلیات وفیوضات وبرکات اور لطافت ونورانیت کے بدولت اس کی روح ایسے افعال اختیار کر سکتی ہے جو اجسام کے افعال کے مناسب ہوتے ہیں وہ اسی جسد مکتسب کی قسم سے ہیں اور اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی روحانی امداد بھی اسی قسم کے جسمانی افعال کی مناسبت سے ہے کہ مختلف وجوہات کی بنا پر مختلف طریقوں سے انہوں نے دشمنوں کو ہلاک کیا اور دوستوں کی امداد فرمائی وغیرہ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۳۹)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

عارف باللہ بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں شہداء کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُعْطِیْ لِاَرْوَاحِہِمْ قُوَّۃَ الْاَجْسَادِ فَیَذْھَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَالْجَنَّۃِ حَیْثُ یَشَآءُوْنَ وَ یَنْصُرُوْنَ اَوْلِیَاءَ ھُمْ وَیُدَمِّرُوْنَ اَعْدَاءَ ھُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی یعنی اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت دیتا ہے وہ زمین آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں

وچوں نفس مطمئنّہ بروحانیاں ملحق شد، چُنانکہ بالا

اور جب نفس مطمئنہ روحانیوں کے ساتھ ملحق ہوجاتا ہے جیسا کہ اوپر

گذشت' عقل بجائیے او در عالم اجساد بخلافت او نشست

گذرا عقل اس کی جگہ عالم اجسام میں اس کی خلیفہ بن کر بیٹھتی ہے اور

وعقل معاد نام یافت۔

عقل معاد کا نام پاتی ہے ۲۶

ان شاء اللہ تعالیٰ آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الحدید۱۹) کے مطابق اولیائے کاملین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبۂ صدیقیت اور درجۂ شہادت پر فائز ہوتے ہیں وہ بھی اپنے مریدوں کی امداد اور ان کے دشمنوں کو برباد کرتے ہیں۔

۲۶ روح و نفس مطمئنہ کا خلیفہ

جب روح عالم ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو اس کی جگہ نفس مطمئنہ مسند خلافت پر متمکن ہوجاتا ہے اور جب روح کی اتباع میں نفس مطمئنہ بھی عالم ارواح میں رسائی حاصل کرلیتا ہے تو جسم میں اسکا خلیفہ عقل معاد ہوتی ہے۔

عقل کی اقسام

اہل طریقت نے عقل کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ عقل معاش اور عقل معاد

عقل معاش

وہ عقل ہے جسے ہمہ وقت پوشاک، خوراک، عیش و آرام، طعام اور ضروریات

زندگی کی فکر دامنگیر رہے دین اور آخرت سے کوئی سروکار نہ ہو اس قسم کی عقل خالص دنیاداروں کی ہوتی ہے جو نیکو کار لوگوں کو خواہ اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو بے وقوف گردانتے ہیں جس طرح منافق لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہتے تھے اور طعنے دیتے تھے کہ انہوں نے دنیا چھوڑ رکھی ہے۔ ہمہ وقت مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جواباً ارشاد فرمایا اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَاءُ یعنی آگاہ رہو یہی لوگ بے وقوف ہیں۔

یادر ہے کہ دنیا داروں کی زندگی یاد خدا سے غافل ہونے کی وجہ سے قلبی سکون اور ذہنی اطمینان سے یکسر خالی ہوتی ہے کسی شاعر نے ان دنیا داروں کی زندگی کی کیا خوب عکاسی کی ہے

؎ یہ بھی کوئی زندگی ہے بے نظام و بے اساس
جذبۂ تقلید مغرب میں زبون و بد حواس
آہ بھرتی زندگی ، آنسو بہاتی زندگی
موت کی دلدل کی تہہ میں کلبلاتی زندگی

دنیا اور دنیا داروں کی مذمت کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہ (ابن ماجہ ۳۰۲)

حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کا مفہوم یوں منظوم فرمایا ہے۔ ؎

اہل دنیا چہ کہین و چہ مہین
لعنۃُ اللّٰہ علیھم اجمعین

عقل معاد

وہ عقل ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی بنا پر ہر وقت آخرت کی فکر رہتی ہے

اس کی سوچ کا مرکز ومحور دنیا کی بجائے دین اور آخرت ہوتا ہے۔

دراصل یہ حال مست اور اہل اللہ کی عقل ہوتی ہے جنہیں نہ عزت مطلوب ہوتی ہے نہ ذلت کی پرواہ۔ تخت شاہی پر بٹھا دو کوئی خوشی نہیں بوریے پر بٹھا دو کوئی غم نہیں، ہر وقت مرضیء مولا پیش نظر ہوتی ہے علامہ اقبال مرحوم نے اس قسم کے لوگوں کے متعلق خوب کہا ہے۔

؎ بر تر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

یاد رہے کہ صوفی شعراء نے عقل پر بڑی تنقید کی ہے اور عقل اور عشق کا بڑا موازنہ کیا ہے عقل سے اظہار نفرت فرمایا ہے اس سے مراد وہ عقل ہے جو دنیا کے دھندوں، اندیشوں اور مصلحتوں میں مصروف کار رہتی ہے۔ جسے حضرت رومی کی زبان میں عقل چالاک بھی کہا گیا ہے۔ عقل معاد کی کسی نے بھی مخالفت و مذمت نہیں کی۔ بلکہ اسے عقل پاک اور عشق پاک کے ناموں سے معنون فرمایا ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے عقل و عشق کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

عقل عیار ہے، سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم

حدیث پاک میں عقل کو خلق اول فرمایا گیا ہے جیسا کہ **اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ** سے عیاں ہے اکثر صوفیاء کرام کے نزدیک عقل اول حضور انور ﷺ کی ذات ہے جسے حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کہا جاتا ہے۔

عقل کی تعریف

فاضل اجل حضرت علامہ شریف جرجانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ عقل کی تعریف

کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اَلْعَقْلُ مَايَعْقَلُ بِهٖ حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ قِيْلَ مَحَلُّهٗ الرَّأْسُ وَقِيْلَ مَحَلُّهٗ الْقَلْبُ

یعنی عقل وہ قوت ہے جسے کے ذریعے حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے بعض نے اس کا محل سر (دماغ) کہا ہے اور بعض نے اسکا محل قلب کہا ہے۔

محل عقل

ائمہ مجتہدین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا عقل کا محل دماغ ہے یا دل ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقل کا محل دماغ ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقل کا مستقر قلب ہے حنابلہ کا بھی یہی موقف ہے۔

علمائے متکلمین نے ان مختلف اقوال کے درمیان تطبیق بیان فرمائی ہے۔ کہ علم کے کواسب قوائے دماغیہ ہیں لیکن اسکا مستقر قلب ہے۔

حضرت علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے عقل کو دماغ میں پیدا فرمایا ہے اور اسکا نور قلب میں ہے۔

(تاج العروس جلد ثامن)

حضرت خطیب الاسلام کی تطبیق

خطیب الاسلام ابوالکلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ قدس سرہٗ العزیز وارث مسند آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ پاکستان تطبیق دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ عقل کی دو قسمیں ہیں۔

عقل جزئی اور عقل کلی

عقل جزئی

عقل جزئی کا مرکز سر (دماغ) ہے جہاں سے وہ حواس خمسہ کے ذریعے عالم کثرت سے رابطہ پیدا کرتی ہے اور عالم رنگ و بو اور دنیائے صوت وصورت کے مشاہدہ میں محو رہتی ہے تا آنکہ وہ اپنے آپ کو اسی دنیائے آب وگل کا مکین یقین کر لیتی ہے۔

عقل کلی

عقل کلی کا مرکز دل ہے اور اس کا مقصود مکان کی بجائے لامکان اور عالم کثرت کی بجائے دنیائے وحدت ہے روح انسانی سر کے ذریعے عالم کثرت سے تعلق قائم رکھتی ہے اور دل کے ذریعے عالم وحدت سے مربوط رہتی ہے۔ (مقالات خطیب الاسلام)

حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جس دل کو عقل کلی کا مرکز قرار دیا ہے۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دل کو جوہر نورانی، عقل مستفاد، مطلع انوار، منبع اسرار اور عرش رحمانی کہا ہے۔

دل بہ معنی جوہر روحانی است
دل نہ از جسم است و نے جسمانی است
آنکہ دانا گفت عقل مستفاد
در حقیقت داں کہ دل بودش مراد
دل چہ باشد مطلع انوار حق
دل چہ باشد منبع اسرار حق
پیش سالک عرش رحمان است دل
جملہ عالم چوں تن و جاں است دل

o...... جب عقل معاد مسند خلافت پر براجمان ہوتی ہے تو اس وقت عقل معاد کی سوچ وبچار اور اندیشہ وافکار دنیوی نہیں رہتے بلکہ اخروی ہو جاتے ہیں۔

ایں زمان فکرو اندیشه اوہمه برائے آخرت مقصود

اس وقت اس کی تمام فکر وسوچ ۲۷ آخرت کیلئے محدود ہوجاتی ہے او دنیوی

گنشت، وازاندیشه معیشت فارغ آمد،

اسباب کے فکر سے فارغ ہوجاتی ہے۔

۲۷ فکر کی اقسام

قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف کشف المحجوب میں سوچ وفکر کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

فکر لاہی اور فکر الٰہی

فکر لاہی : یہ خالص دنیاداروں کی سوچ ہوتی ہے جو اپنی کجیء فکر کی وجہ سے اچھی بات کا بھی غلط مفہوم لیتے ہیں اور یہ عقل معاش کا نتیجہ ہوتا ہے۔

فکر الٰہی: جب کسی صوفی اور سالک کا تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس ہوجاتا ہے تو وہ بری بات کا بھی اچھا اور مثبت مفہوم لیتا ہے یہ عقل معاد کا ثمرہ ہوتا ہے۔

سالک اور عقل

جب سالک کو عقل معاد نصیب ہوتی ہے تو وہ دنیوی فکروں اور معاشی اندیشوں سے آزاد و بے نیاز ہوجاتا ہے اور ہر چہ بادہ باد کے مصداق کسی قسم کے نفع ونقصان کی پرواہ نہیں کرتا۔ بقول اقبال مرحوم

برتر از اندیشه سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

پھر اسے نور فراست میسر آتا ہے۔

وشایان فراست شد، بواسطهء نوریکه اوراعطا فرموده اند ۔ ایں

اور فراست کے لائق ہو جاتی ہے [۲۸] اس نور کے واسطہ سے جو اسے عطا ہو

مرتبہ نہایت مراتب کمالات عقل ست ناقصے ایں جا

جاتی ہے یہ مرتبہ کمالات عقل کے انتہائی مرتبوں میں سے ہے ۔ کوئی ناقص

اعتراض نکند، کہ نہایت مراتب کمالات عقل می باید کہ

اس جگہ اعتراض نہ کرے کہ کمالات عقل کے انتہائی مرتبوں میں چاہئے کہ

درنسیان معاش ومعاد متحقق شود، کہ درمبداء اندیشہ او

معاش اور معاد کے نسیان میں پختہ ہوجائے ۔ کیونکہ ابتدا میں اس کی فکر سوائے

غیر حق سبحانہ وتعالٰی ہیچ نباشد، چہ دنیاوچہ آخرت۔

حق سبحانہ و تعالٰی کے کوئی نہیں ہوتی خواہ دنیا خواہ آخرت۔

۲۸ اہل حقیقت اور فراست

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فراست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اَلْفَرَاسَةُ هِیَ مُکَاشَفَةُ الْیَقِیْنِ وَمُعَایَنَةُ الْعَنیْبِ (کتاب التعریفات)

یعنی اہل حقیقت کی اصطلاح میں یقین کے مکاشفہ اور غیب کے معائنہ کا نام فراست ہے اور یہ طریقت کی اصطلاح ارشاد نبوی علٰی صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے ثابت ہے چنانچہ روایت میں ہے۔

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ یعنی مومن کی فراست سے بچو

بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

مومن کی فراست سے بچنے کا مطلب ہے ہوشیار رہو، الحذر یعنی ڈرو ہے مؤمن کی فراست کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رہنمائی اللہ کا کرتا رہتا ہے جو اس کی فکر کو جلا بخشتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ یعنی جن لوگوں کا شرح صدر ہو جاتا ہے انہیں باطنی طور پر ایسا نور دکھائی دیتا ہے کہ جس معاملے کو وہ سمجھنا چاہیں یا چلنا چاہیں تو اللہ کا نور شانِ فراست کے ساتھ ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

فراست کی اقسام

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ امام الطائفہ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فراست کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

اہل معرفت کی فراست اور اہل جوع و ریاضت کی فراست

اہل معرفت کی فراست

اہل معرفت کی فراست کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال سے ہے سالکین وطالبین کی باطنی استعداد معلوم کرنے اور اولیائے واصلین کی شناخت کرنے سے متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو ملاحظۂ مخلوق سے محفوظ رکھا ہے اور ان کو اپنی جناب قدس جل سلطانہ کیلئے مخصوص کر لیا ہے اور ان کو اپنے ماسویٰ سے جدا کر کے اپنی جانب مشغول کر لیا ہے اگر یہ اہل حقیقت مخلوق کے احوال کے درپے ہو جائیں غیرت حق کی وجہ سے ان میں جناب قدس کی حضوری کی صلاحیت باقی نہ رہے۔

اہل ریاضت کی فراست

جبکہ اہل ریاضت اور اربابِ جوع کی فراست صورتوں اور احوال ومغیبات کے کشف کے ساتھ مخصوص ہے کہ جن کا تعلق مخلوقات سے ہے چونکہ اکثر مخلوق جناب

قدس جل سلطانہٗ سے اپنا تعلق منقطع کئے ہوئے ہیں اور دنیا میں مشغول ہیں۔ اس لئے ان کے دل بھی صورتوں کے کشف اور مخلوقات کی مغیبات کی جزؤں کی طرف مائل ہیں یوں یہ معاملہ ایسے لوگوں کے نزدیک بہت بڑا کمال ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ اہل خوارق اہل اللہ اور خواص میں سے ہیں۔

حالانکہ فضیلت اہل خوارق کے لئے نہیں بلکہ معارف کیلئے ہے۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ العزیز نے لکھا ہے کہ بعض اولیائے کرام جن سے کرامات وخوارق کا ظہور بہت ہوا ہے اپنے آخری وقت میں وہ ان کرامات کے ظہور سے نادم وشرمندہ ہوئے اور تمنا کرتے تھے کہ کاش یہ تمام خوارق ہم سے ظہور میں نہ آتے۔

اگر فضیلت خوارق کے بکثرت ظہور کے باعث ہوتی تو ان کے ظہور پر شرمندگی کے کیا معنی؟۔ (ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۹۲)

یاد رہے کہ جب شرح صدر کی بدولت سالک کو دنیوی فکروں سے فراغت کے بعد نور فراست ملتا ہے تو یہ عقل معاد کے کمالات میں سے اس کا آخری اور انتہائی مرتبہ ہوتا ہے۔ **اللھم ارزقنا ایاھا**

حضرت امام ربانی کی فراست

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی علوم اسلامیہ اور معارف روحانیہ پر کس قدر گہری نظر ہے کہ ممکنہ سوالات خود ہی اٹھاتے ہیں اور خود ہی جوابات ارشاد فرماتے جارہے ہیں۔ یہاں بھی آپ نے ایک اعتراض اٹھایا ہے کہ اگر کوئی ناقص العقل اور قاصر الفہم کہے کہ جب عقل معاد آخری کمالات تک پہنچ جاتی ہے تو اسے نہ دنیا کی فکر رہنی چاہئے اور نہ ہی آخرت کی فکر ہونا چاہئے دونوں کا نسیان ہوجانا چاہئے اور فقط ذات حق ہی یاد رہنی چاہئے۔

آپ جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے معترض! دنیا وعقبیٰ دونوں کا

نسیان جن کی بابت تم بات کر رہے ہو یہ تو اثنائے راہ فنا فی اللہ کے مرتبے میں پیچھے رہ گیا ہے فنا کا مقام تو مرحلوں پیچھے رہ گیا ہے بقا کا مقام فنا کے مرتبے۔ سے بہت زیادہ متجاوز ہے۔ ہم فنا فی اللہ کے بعد جو بقا باللہ کا مرتبہ آتا ہے اس کی بات کر رہے ہیں تاکہ جس میں اندیشہ دنیا تو بھول جاتا ہے مگر آخرت کی فکر ہر وقت دامنگیر رہتی ہے۔

جب سالک مقام بقا پر پہنچ جائے تو فنائے اتم کے بعد اس کی عقل معاداً انتہائے کمال کو چھوتی ہے تو دوران سلوک اثنائے راہ میں جن جن علوم کا نسیان ہو گیا تھا وہ سب عود کر آتے ہیں۔

چند اصطلاحات فنا و بقا کے متعلق

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے یہاں چند اصطلاحات طریقت کو بیان فرمایا ہے جن کی قدرے وضاحت ہدیہء قارئین ہے۔

جہل سے مراد فنا ہے اور علم سے مراد بقا ہے۔

جمع سے مراد فنا ہے اور فرق سے مراد بقا ہے۔

کفر طریقت کو مقام جمع کہا جاتا ہے اور فرق کا دوسرا نام اسلام حقیقی ہے۔

عروجی منازل میں سالک پر انوار و تجلیات اور فیوضات و برکات وغیرھا کے ورود کی بدولت دوران فنا ہر چیز کا نسیان ہوتا جاتا ہے جسے جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن نزولی مراتب میں فیضان نبوت اور کمالات رسالت کی وجہ سے جب سالک لوگوں کی رشد و ہدایت کیلئے نیابت و خلافت کی مسند پر براجمان ہوتا ہے تو وہ علم جس کا نسیان ہو گیا تھا دوبارہ اسے واپس لوٹا دیا جاتا ہے اسی کو بقا کہا جاتا ہے اسی مرتبے کو مقام دعوت و ارشاد سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

گویم کہ ایں نسیان دراثنائے راہ او را حاصل شدہ بود در

میں کہتا ہوں کہ یہ نسیان دوران راہ اس کو حاصل ہوا تھا ۔ فنا فی اللہ

مرتبہء فنافی اللہ، وایں کمال بمراحل ازاں متجاوزاست ۔ایں

کے مرتبہ میں اور یہ کمال بدرجہا اس سے آگے ہے اس

جا رجوع علم ست بعد از حصول جہل وعود فرق است

جگہ علم کا رجوع ہے بعد حصول جہل کے اور لوٹنا فرق کا ہے

بعداز تحقق جمع،

تحقق ۲۹ جمع کے بعد

۲۹ مقام جمع اور مقام فرق

حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک ممکن اور واجب میں عینیت ثابت کرنا مقام جمع ہے اور ممکن اور واجب میں تمیز کرنا مقام فرق ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ہاں نفس اور روح کا باہم جمع ہونا مقام جمع ہے اور نفس اور روح کا جدا ہونا مقام فرق ہے۔

اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک کثرت میں وحدت جلوہ گر ہے یعنی مظاہر کثرت کے آئینوں میں اسماء و صفات کے ظلال کو انہوں نے ذات سمجھ لیا ہے کائنات اور ذات، ممکن اور واجب کو ایک ہی گردانتے ہیں۔

یاد رہے کہ اگر کوئی اور شخص یہ بات کہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا چونکہ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کا یہ بیان عقیدہ نہیں بیان حال ہے کیونکہ

انکی نیت میں فتور نہیں وہ حقیقت میں مخلوق کو خدا نہیں مانتے خدا کو خدا مانتے ہیں اور بندے کو بندہ جانتے ہیں دراصل انہیں دوران کشف خدا کے سوا کچھ مشہود ہی نہیں ہوتا اس لئے وہ عینیت کا قول کر دیتے ہیں۔

یاد رہے کہ جب کوئی شخص خالی الذہن ہو کر صرف حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کا مطالعہ کرتا ہے تو ان کے علوم و معارف کے آفتاب کے آگے انسان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ وہ علوم و معارف کے سمندر اچھالتے ہیں اور علوم و معارف کے پہاڑ گراتے ہیں اس پائے کے عظیم انسان ہے حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز لیکن جب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز گویا ہوتے ہیں تو وہ سمندروں کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں ظاہر شریعت سے متصادم علوم و معارف کے گرائے ہوئے پہاڑ کو ذرہ بنا کر اڑا دیتے ہیں اور متضاد علوم و معارف کے قائلین کے اقوال کی تاویل کر کے انہیں کفر و شرک کے فتووں سے بچاتے ہیں چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں ایک کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تو یوں کیوں کہتے ہو کہ کوئی اور ہے ہی نہیں۔

بلکہ یوں کہو کہ ہمیں بس وہی نظر آتا ہے اگلا حکم نہ لگاؤ کہ کچھ اور ہے ہی نہیں ہمیں تو خدا بھی نظر آتا ہے اور ماسویٰ بھی نظر آتا ہے لہٰذا ہمیں خدا، ماسویٰ میں نظر نہیں آتا بلکہ ذاتِ خدا، ماسویٰ سے وراء ہے اور ماسواء اس کے مقابلے میں گردِ راہ ہے اس لئے کہ ذات خدا ماسویٰ کے محدود آئینوں میں نہیں سما سکتی جیسا کہ آیت کریمہ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے عیاں ہے۔

وحصول اسلام حقیقی است بعد از کفر طریقت که

اور اسلام حقیقی[۳۰] کا حصول ہے کفر طریقت[۳۱] کے بعد جو کہ

درمرتبہء جمع است،

مرتبہ جمع میں ہوتا ہے۔

[۳۰] اسلام حقیقی

جب صوفی اور سالک پر وحدت اور کثرت کا فرق واضح ہو جائے اور خالق اور مخلوق کے درمیان تمیز سمجھ میں آ جائے تو اسے اسلام حقیقی کہتے ہیں۔

[۳۱] اہل طریقت نے کفر کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

کفرطریقت اور کفرشریعت

کفر طریقت

کفرشریعت یہ ہے کہ بندہ ضروریات شریعت کا انکار کر دے جبکہ کفرطریقت یہ ہے کہ بندہ فنائے مطلق کے بعد مشہود تجلیات میں ماسوئ کا انکار کر دے۔ شاید اقبال مرحوم نے کفرطریقت کے متعلق ہی کہا تھا

ع اگر ہو عشق، تو ہے کفر بھی مسلمانی

کفرشریعت

کفرشریعت میں بندہ کافر اور مردود ہو جاتا ہے جبکہ کفرطریقت میں بندہ مقبول اور محبوب ہو جاتا ہے۔

وفلاسفهء کثیر السفه که درعقل مراتب اربعه ثابت کرده

اور احمق فلاسفہ نے عقل کے چار مرتبے [۳۲] ثابت کیئے ہیں اور کمالات

انـد، و کـمـالات عـقـل را دراں منحصر دانسته اند ،از کمال

عقل کو ان میں منحصر سمجھا ہے یہ کمال نادانی ہے، حقیقت عقل کو

نادانیست ۔حقیقت عقل راباکمالات تابعهء اوبعقل ووہم

اس کے توابع کمالات کے باوصف عقل اور وہم سے

نمی تواں دانست ۔

نہیں سمجھا جاسکتا۔

---

[۳۲] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فلسفیوں کی مذمت فرمارہے ہیں حالانکہ فلسفی لوگ بڑے عقل منداور دانش ورہوتے ہیں حقیقت میں یہ لوگ عقل معاد سے محروم ہوتے ہیں اور عقل معاش کے بندے ہوتے ہیں کیونکہ عقل معاش حقیقت کے چہرے سے نقاب نہیں الٹ سکتی اس لئے انہیں راز تک رسائی نصیب نہیں ہوتی علمائے اہلسنت وجماعت نے لکھاہے کہ (صانع تعالیٰ جل سلطانه) کے وجودکو ثابت کرنے کا انحصار دوطریقوں پر ہے عقل اورریاضت

عقل سے وجود باری تعالیٰ ثابت کرنے کے دوطریقے ہیں۔

○...... جولوگ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت وسیرت اوردلائل عقلیہ سے شہادت لاکروجود باری تعالیٰ کوثابت کرتے ہیں انہیں متکلمین کہاجاتا ہے۔

○...... جولوگ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ السلام کی اطاعت کے بغیر محض دلائل عقلیہ سے وجود باری تعالیٰ کااثبات کرتے ہیں انہیں حکماء اورمشائین اورفلاسفہ کہاجاتا ہے۔

o...... جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی پیروی اور ریاضات شاقہ کے ذریعے وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں صوفیاء کہا جاتا ہے۔

جو لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کی پیروی کے بغیر صرف ریاضت سے وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں اشراقین کہا جاتا ہے

علامہ اقبال مرحوم جرمنی کے مشہور مجذوب فلسفی نٹشے کے متعلق لکھتے ہیں۔

؎ اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں
تو اقبال اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے

بو علی سینا جو بہت بڑا فلسفی گذرا ہے جس نے مختلف موضوعات پر سو سے زائد کتابیں لکھیں حضرت شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضور اکرم ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا۔

مَا تقُول فِیْ حَقِّ اِبْنِ سِینَا قَالَ ﷺ هُوَ رَجُلٌ اَرَادَ یَصِلَ اِلیٰ اللّٰهِ بِلَا وَاسِطِیْ فَحَجَبْتُ بِیَدِیْ هٰكَذَا فَسَقَطَ فِی النَّار

یعنی آپ ابن سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ ایک شخص تھا جس نے میرے واسطے کے بغیر خدا تک پہنچنے کا ارادہ کیا بس میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے اس طرح روک دیا کہ وہ دوزخ میں گر گیا۔ (نفحات الانس مترجم ص ۶۶۴)

کشف صحیح والہام صریح در کار است، کہ مقتبس از

(اس کے لئے) کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے ۳۳ جو مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے

انوار مشکوٰۃ نبوت است۔ صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیٰ

مقتبس ہو اللہ تعالیٰ کی صلوات اور اس کی تسلیمات ہوں تمام انبیاء ومرسلین پر عموماً

جمیع الانبیاء والمرسلین عموماً وافضلھم حبیب اللہ خصوصاً.

اور ان میں سب سے افضل اللہ کے حبیب پر خصوصاً۔

۳۳ فلسفی اور عارف

فلسفی کائنات کی چھان بین عقل کے ذریعے کرتے ہیں چونکہ عقل معاش کے آئینوں میں حقائق مندرج نہیں ہو سکتے اس لئے وہ حقیقت سے بے خبر رہتے ہیں

جب کہ عارف اور صوفی سینۂ کائنات چیر کر اشیائے کائنات کی حقیقتوں تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا مانگا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ یعنی اے اللہ ہمیں اشیاء کی حقیقتیں دکھا جیسی کہ وہ ہیں۔ چنانچہ عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ سرو کے درخت کے بالکل سیدھا ہونے کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

؎ سرو آزاد حیران کھلوتا پیر زمیں وچ گڈھے
اچا ہو ہو رستہ ویکھے یار کتوں سر گڈھے

سینۂ کائنات میں پوشیدہ اسرار کو اگلنے والے عارفوں کے متعلق شان قدرت کہتی ہے بقول اقبال مرحوم

؎ تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کردیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینہء کائنات میں

حدیث پاک میں ان عارفوں کو جو اسیسُ القلوب فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ لوگوں کے سینوں میں چھپے ہوئے رازوں اور ارادوں کو بھی جان لیتے ہیں۔ روایت میں ہے:

اِذَاجَالَسْتُمْ اَهْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّهُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْبِ يَدْخُلُوْنَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى هِمَمِكُمْ

یعنی جب تم اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو تو صدق نیت کے ساتھ بیٹھا کرو کیونکہ یہ لوگ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں وہ تمہارے دلوں میں داخل ہوجاتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو بھی دیکھتے ہیں۔ محققین صوفیاء تو بحر توحید میں غوطہ زن ہوکر ایسے ایسے گوہر نکالتے ہیں کہ جنہیں سن کر انسان ورطہء حیرت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ جبکہ کچھ صوفی بحر توحید میں ایسے غوطہ زن ہوئے انہیں موتی کیا نکالنا تھے وہ اپنا آپ ہی گم کر بیٹھے یعنی عروجی مرتبوں میں ہی مقام فنائیت پر رہ گئے لیکن نزولی مرتبوں میں کمالات نبوت سے فیضیاب ہوکر مسند دعوت وارشاد پر جلوہ گر ہونے کی فضیلت سے محروم رہ گئے۔

یادرہے کہ اصل میں سانحہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اسی قسم کے صوفیوں کے ڈھنڈورے پیٹے ہیں انہیں لوگوں کی ولایت کے دنیا میں ڈنکے بج رہے ہیں جو مقام جمع پر گئے لیکن مقام فرق کی طرف واپس نہیں لوٹے، کفر طریقت تک گئے لیکن اسلام حقیقی سے مشرف نہ ہوئے۔ فنا کی طرف گئے لیکن بقا کی طرف واپس نہیں آئے، جہل کی طرف گئے لیکن علم کی طرف نہیں آئے۔

مگر ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ وہ اولیاء کاملین جو فنا کے بعد بقا کی طرف آئے، جہل کے بعد علم کی طرف لوٹے، جمع کے بعد فرق کی طرف عود کیا، کفر طریقت کے

www.makhtabah.org

بعد اسلام حقیقی سے مشرف ہوئے، فنا کے بعد بقا کی طرف مراجعت فرمائی لوگ انہیں ولی ہی نہیں مانتے بلکہ اپنے جیسا تصور کرتے ہیں۔ **الا ماشاء اللّٰہ (فیاللعجب)**

افضل ولی کون؟

کتنا بڑا المیہ ہے کہ جو سب سے زیادہ افضل ولی ہیں انہیں مخلوق میں کوئی خاص شہرہ حاصل نہیں ہوتا اور جو فنا میں ہی رہ گئے، راہ میں ہی رہ گئے ان کی عظمت کے ڈنکے بج رہے ہیں۔

جو شخص تصوف وروحانیت کی باریکیاں جانے، شریعت وطریقت کا عالم ہو' معرفت وحقیقت کی گتھیاں سلجھائے، اسرار ورموز کے دریا بہائے، اسے ملا کہہ کے ٹال دیا جاتا ہے۔

اگر لوگوں سے پوچھا جائے کہ اصل بندہ کون ہے؟ تو کہتے ہیں کہ جو گونگا اور ننگا ہو وہ سب سے بڑا ولی ہوتا ہے۔ عوام تو رہے ایک طرف خواص بھی یہی سمجھ بیٹھے ہیں۔ لوگوں کی عقلوں پر ایسا پردہ آ گیا ہے کہ اصل کی پہچان ہی نہیں رہی۔

حضرت امام ربانی اور علماء وصوفیاء کی عقول میں فرق

ساری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز جس مقام پر پہنچ کر بات کر رہے ہیں زمانے کے غوث، ابدال، اوتاد، وہاں تک نہیں پہنچتے بلکہ زمانے کے قطب اور ابدال آپ کے دریوزہ گر ہیں۔

لیکن نادان مولوی جن کے پاس عقل معاش تو ہے مگر عقل معاد سے محروم ہیں کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کو کیا حق تھا کہ بڑے بڑے اولیاء کرام کے مقامات کی تلاش کے بعد ان پر نقد ونظر کرتے ہیں۔ کبھی حضرت ابن العربی قدس سرہ کے کشف پر تبصرہ کرتے ہیں کبھی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی

پر تنقید کرتے ہیں کبھی حضرت رابعہ بصریہ پر تنقید کرتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کو کیا پتہ اصل بات کیا ہے؟ وہ خواہ مخواہ مولوی کی طرح نقاد بن کر صوفیوں پر تبصرہ کرتے ہیں۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ اگر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ہزار سال کے مجدد ہو کر بھی امت مسلمہ کو حقائق سے آگاہ نہ کرتے تو اور کون کرتا؟ اور صوفیاء کے ان مکشوفات والہامات جو کتاب وسنت سے متصادم ہیں کی نشاندہی اگر آپ نہ کرتے تو اور کون کرتا؟ نیز ان کے شطحیات اور مخالف شریعت کلمات کی تاویل کر کے مسلمانوں کو سوئے ظن کے فتنہ سے آپ نہ بچاتے تو اور کون بچاتا اور اغیار اور معاندین کے منہ میں لگام اور آپ نہ دیتے تو اور کون دیتا؟۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز بقول اقبال مرحوم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔

؎ بہت مدت کے نخچیروں کا اندازِ نگہ بدلا!
کہ میں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہبازی کا

ایک سوال

ہم حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے مقام ومرتبہ سے ناآشنا متعصبین سے پوچھتے ہیں کہ بقول شما حضرت امام ربانی کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ صوفیوں پر تبصرے کریں ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز پر تنقید کرنے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے تم کس شمار میں ہو؟۔

تلاش جواب

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ناقدین کی جہالت اپنی جگہ مسلم ہے اس کے پس پردہ راز یہ ہے کہ وہ صوفیاء جن کی خوارق عادات اور کرامات کے دنیا میں ڈنکے بجے رہے ہیں انکی عظمت کو ہمارا اسلام ہو ہم ان کی گرد راہ کے مقابلے میں بھی

کچھ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی رسائی مقام قلب تک ہوئی ہے۔ یہ لوگ مقام جمع پر جلوہ گر ہیں، مقام فنا پر براجمان ہیں، مقام صفات کے مسند نشین ہیں اور صفات کا تعلق ممکنات کے ساتھ ہے کیونکہ یہ صفات کی تجلیات سے ظاہر ہوئی ہیں اور کرامات بھی صفات کی تجلیات سے ظاہر ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس مقام صفات پر براجمان حضرات سے کمالات اور کرامات کا ظہور زیادہ ہوتا ہے۔

اور وہ صوفی جو مقام ذات کی سیر میں تجلیات ذاتیہ سے مشرف ہوتے ہیں ان کا ممکنات اور کائنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اسی لئے ان سے کرامات کا ظہور بہت کم ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمہ وقت ذات کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ وہ تو کمالات نبوت سے فیضیاب ہوتے ہیں اور نبوت کی نیابت اور رسالت کی خلافت کے جانشین ہوتے ہیں چونکہ نبیوں سے معجزات اور کمالات کا ظہور کم ہوا ہے اس لئے نبوت کی اتباع میں ان سے بھی کرامات کا ظہور کم ہوتا ہے بلکہ یہ لوگ ہمہ تن گوش مخلوق خدا کی رشد و ہدایت اور تبلیغ ودعوت کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ترویج شریعت، تائید ملت، احیائے سنت، تخریب بدعت ان کے فرائض میں شامل ہوتا ہے۔ تصرف کر کے لوگوں کے دلوں میں ہدایت القاء کرنا، انسانیت کو ظاہر شریعت کی طرف دعوت دینا ان کی منصب میں شامل ہوتا ہے اس لئے نبوت کی نیابت میں افضل لوگ یہی ہوتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تجلیات ذاتیہ سے سیراب ہیں اور کمالات نبوت سے فیضیاب ہیں اس لئے آپ ترویج شریعت اور حفاظت دین کی خدمت پر مامور ہیں اور یہ کام اُولوالعزم رسولوں کا ہوتا ہے اسی لئے نبیوں اور رسولوں سے معجزات وکمالات کا ظہور کم ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قوموں نے نبیوں کو کمالات ومعجزات دکھانے پر مجبور کیا تو انہوں نے قوموں کو ٹال دیا۔ جب قوم نے حضور اکرم ﷺ سے معجزات اور عجائبات

کا مطالبہ کیا تو آپ خدا کی طرف متوجہ ہوئے تو بارگاہ قدس جل سلطانہ سے یوں جواب دے کر ٹال دینے کا ارشاد ہوا۔

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ

یعنی اگر میں اتنا غیب دان ہوتا تو میں بھی تمہاری طرح دنیوی مال واسباب جمع کر لیتا اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو مجھے کوئی بیماری وتکلیف نہ آتی۔ (الاعراف ۱۸۸)

نادانو! چلے جاؤ یہاں سے کیوں میری راہ میں روڑے اٹکاتے ہو میں محض غیب بتانے، کمالات اور معجزات دکھانے نہیں آیا میں تو دین اسلام کی تبلیغ وتکمیل کرنے آیا ہوں۔

ان حقائق کو مثال کے ذریعے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

مثال کے ذریعے افہام وتفہیم

اگر کوئی عالم دین طلباء کو دینی کتب کی تدریس کر رہا ہو کوئی جاہل اور احمق آ کر اس سے قسماقسم کے سوالات پوچھنا شروع کر دے تو وہ عالم دین اپنے مشن کے پیش نظر سوچے گا کہ یہ میرے مشن میں خلل ڈال رہا ہے۔ میں تو کچھ ذہن تیار کرنا چاہتا ہوں علم کیلئے کچھ سینے تیار کرنا چاہتا ہوں کچھ فکر دینا چاہتا ہوں اور یہ لوگ میری راہ میں حائل ہو رہے ہیں۔ تو وہ تنگ آ کر کہے گا بابا مجھے کچھ نہیں آتا۔ مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس عالم کو کچھ آتا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ میری ڈیوٹی نہیں مجھے الجھاؤ نہیں مجھے اپنا کام کرنے دو یوں ہی جب نبیوں سے کمالات کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا ہم کوئی مداری اور شعبدے باز نہیں ہماری ڈیوٹی تکوینی امور پر نہیں ہم تو تشریعی امور پر مامور ہیں معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں کا منصب بہت بلند ہے جو صوفیاء منصب نبوت والے کام کرتے ہیں ان سے کرامات وتصرفات کا ظہور کم سے

بھی کم ہوتا ہے وہ عام لوگوں کی طرح نظر آتے ہیں لوگ ان سے بدظن بھی ہو جاتے ہیں انہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں لیکن وہ لوگوں کی طعن وملامت کی پرواہ کئے بغیر شریعت وسنت کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔

کرامت ولایت کی دلیل نہیں

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ قصر عارفاں میں آپ کے کمالات وکرامات کو دیکھنے کیلئے ایک شخص بارہ سال رہا کہ کوئی کرامت دیکھوں گا تو بیعت ہوں گا۔ دنیادار لوگوں کا بھی عجیب مزاج ہوتا ہے ان کے نزدیک ولی وہ ہوتا ہے جو ہتھیلی پہ سرسوں جمائے، ہوا میں اڑ کر دکھائے، مردے زندہ کرے وغیرھا۔

حضور شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ڈیوٹی تکوینی امور پر نہ تھی بلکہ وہ تو دعوت وارشاد کی مسند پر متمکن، ولی اور عارف بنانے پر مامور تھے مردے زندہ کرنا منصب نہ تھا مردہ دلوں کو زندہ کرنا ڈیوٹی تھی کیونکہ مردے زندہ کرنا آسان کام ہے لیکن مردہ دل زندہ کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔

دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

وہ شخص بارہ سال کے بعد ایک سرد آہ بھر کر اجازت کا خواہاں ہوا آپ نے فرمایا چاہتے کیا ہو کہنے لگا میں تو کوئی کمال اور کرامت دیکھنے آیا تھا وہ یہاں دیکھی کوئی نہیں آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کمال تجھے نظر آیا یا نہیں آیا ذرا ہمیں یہ بتا کہ تو نے بارہ سال کے عرصے میں ہمیں سنت وشریعت کے خلاف کوئی کام کرتے دیکھا ہے عرض کرنے لگا یہ تو میں نے واقعی کوئی نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا ''اس سے بڑی کرامت اور کیا ہوگی'' جب بات سمجھ میں آ گئی تو آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے

مشرف ہوا۔

اصل بات یہ کہ استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے اور اصل کرامت، شریعت پر استقامت ہے۔

عصر حاضر اور ترویج شریعت

موجودہ دور میں دنیا چھوڑ کر کون بیٹھتا ہے بس وہی بیٹھتا ہے جسے دین کی لو لگی ہوئی ہو جو اس ڈیوٹی پر مامور ہو جسے شریعت وسنت کی ترویج اور خدمت دین پر استقامت نصیب ہو۔ ان سے بڑا اولی کون ہے یہی لوگ تجلیات ذاتیہ سے حصہ پاتے اور رسول اللہ ﷺ کی کچہری میں بیٹھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کی توجہ خدا و مصطفٰے ﷺ اور خدمت دین کی طرف زیادہ مائل رہتی ہے لوگوں کی طرف کم ہوتی ہے اسلئے لوگوں کے کام بھی کم کرتے ہیں اگر کوئی ان سے دنیوی کام لینا چاہے تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں اگر کبھی پھنس جائیں تو بادل ناخواستہ تعویذ، دھاگہ اور دم درود بھی کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نبیوں کو دنیا دار لوگوں کو ٹال دینے کے لئے فرماتا ہے جیسا کہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام مسند خلت پر جلوہ فگن تھے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کے آثار نمودار ہوئے تو وہ آپ کی بارگاہ میں آ کر عرض گذار ہوئے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ عذاب کو ٹال دے حضرت ابراہیم علیہ السلام اس محکمے سے تعلق نہ رکھتے تھے اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے اصرار پر مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عذاب ٹالنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

یَا اِبْرَاهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ (ھود۷٦)

یعنی اے ابراہیم یہ تیری ڈیوٹی نہیں ہے ان باتوں کو چھوڑ و اپنا کام کرو۔

اس قسم کی آیات مبارکہ کو پڑھ کر بعض معاندین اپنی ازلی شقاوت اور قلبی قساوت کی بنا پر نبیوں، ولیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی اختیار نہ تھا۔ حالانکہ اختیار کی بات نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس ڈیوٹی پر مامور نہیں تھے ہاں البتہ جو اولیائے کرام تکوینی امور پر مامور ہوتے ہیں وہ کائنات میں باذنِ اللہ تصرف کر کے کرامات وکمالات کا ظہور کرتے رہتے ہیں۔

ایسے ہی عامۃ الناس تشریعی امور پر مامور اولیائے کرام کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں حالانکہ ان کے پاس سب کچھ ہوتا ہے تکوینی امور میں تصرف کرنا انکی ڈیوٹی میں شامل نہیں ہوتا۔

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز عقل کے متعلق فلاسفہ کی فلسفیانہ موشگافیوں کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حقیقتِ عقل کو فہم وعقل کے ذریعے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ کمالات عقل کو جاننے کیلئے کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے ایسا کشف والہام جو کتاب وسنت کے عین مطابق ہو وبدونہ خرط القتاد

اگر پرسند که درعبارات مشائخ واقع شده است که "عقل

اگر لوگ پوچھیں کہ مشائخ کی عبارات میں واقع ہے کہ عقل روح کی ترجمان

ترجمان روح است" معنی آن چه باشد۔

ہے اس کا معنی کیا ہے؟ ۳۴

۳۴ حضرت امام ربانی سے سوال اور آپ کا جواب

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک سوال کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر لوگ پوچھیں کہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ عقل روح کی ترجمان ہے اس کا مطلب کیا ہوگا۔

آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن علوم و معارف کا روحانی القاء کے ذریعے ورود ہوتا ہے چونکہ قلب کا عالمِ روحانیت سے تعلق ہے اس لئے وہ (قلب) ان علوم و معارف کو اخذ کر لیتا ہے عقل ان علوم و معارف کے اجزاء کو باہم ترتیب دے کر تلخیص تیار کر کے ضبط تحریر میں لاتی ہے تا کہ عالم خلق کے باسیوں کے لئے ان علوم و معارف کا سمجھنا آسان ہو جائے اگر عقل، قلب کی ترجمانی نہ کرے تو لوگوں کیلئے ان علوم و معارف کو سمجھنا نہ صرف دشوار ہو بلکہ محال ہو جائے چونکہ قلب پر وارد شدہ علوم و معارف کی ترتیب و تلخیص کر کے عقل قابل فہم بناتی ہے اسلئے قلب کی ترجمان عقل ہے روح کی ترجمان نہیں۔

گویم کہ علوم ومعارف کہ بتلقی روحانی ازمبدء فیاض

(جواباً) میں کہتا ہوں کہ وہ علوم ومعارف جو روحانی تلقی کے ذریعے مبداء فیاض ۳۵

فائض می شود، قلب کہ از عالم ارواح است اخذ می کند،

سے فائض ہوتے ہیں قلب جو عالم ارواح سے ہے (انہیں) اخذ کرتا ہے

۳۵ مبداء فیاض

مبداء فیاض کی قدرے وضاحت ہدیہ قارئین ہے مبداء کا معنی جائے بدایت یعنی کسی شئی کے منبع اور سرچشمہ کو مبداء کہتے ہیں۔ فیاض (بفتح یاء) بہت زیادہ فیض دینے والا مراد اللہ تعالیٰ ہے مبداء فیاض کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوقات کو جو ظاہری برکات اور باطنی انعامات میسر ہوتے ہیں وہ سب رزق، مال و دولت، عہدہ، صحت، جسم، روح، علم، ایمان، اسلام وغیرھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ملتے ہیں۔

جب عارف کا مضغہ گوشت حقیقت جامعہ قلبیہ کا قائم مقام بن جاتا ہے تو اس (مضغہ گوشت) میں اصل کی سی استعداد وصلاحیت پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا مبداء فیاض سے جن علوم ومعارف کا ورود مضغہ گوشت پر بواسطہ حقیقت جامعہ ہوتا ہے وہ تلقی روحانی کے ذریعے ہوتا ہے یعنی روح کی طرح کی تلقی ہوتی ہے۔ جسے مشائخ نے سمجھا کہ روح عقل کو تلقی کر رہا ہے اور عقل روح کی ترجمانی کر رہی ہے اسی لئے انہوں نے ''عقل ترجمان روح ہے'' کا قول کر دیا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ جب مضغہء گوشت قلب حقیقی کا خلیفہ بن کر جو تلقی کرتا ہے وہ روحانی تلقی ہوتی ہے کیونکہ قلب عالم ارواح میں ہے تو یہی کہا جائے گا کہ روح نے تلقی کی ہے حقیقت میں وہ تلقی روح کی نہیں

قلب ہی کی ہوتی ہے جس کی ترجمان عقل ہوتی ہے لہٰذا عقل روح کی ترجمان نہیں بلکہ قلب کی ترجمان ہے۔

یہاں مشائخ کرام اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے باہمی اختلاف کی وضاحت بیان فرمائی جارہی ہے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مبداء فیاض سے فیض پہلے روح کو ملتا ہے جس کی ترجمان عقل ہوتی ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مبداء فیاض سے فیض پہلے قلب کو ملتا ہے حقیقت جامعہ کے عالم ارواح میں سے ہونے کی وجہ سے قلب اس کا جانشین ہوجاتا ہے جن پروارد شدہ علم وعرفان کی ترجمان عقل ہوتی ہے۔

غرضیکہ یہ بات دونوں طرح جائز ہے اگر یوں کہہ لیں کہ فیض پہلے روح پر وارد ہوتا ہے پھر قلب کی طرف منتقل ہوتا ہے یہ بھی جائز ہے اور گر یوں کہا جائے کہ فیض قلب پر وارد ہوتا ہے جس کی ترجمانی عقل کرتی ہے یوں بھی درست ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ عارف کو یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہے کہ جب عقل، قلب کی ترجمان ہوجاتی ہے تو عقل معاد پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جس میں اسے نفس مطمئنہ کی ہمسائیگی ومجاورت کا شوق دامنگیر ہوتا ہے بالآخر یہ شوق عقل معاد کو نفس مطمئنہ کے مقام تک پہنچا دیتا ہے باقی قالب محض خاکی ڈھانچہ رہ جاتا ہے اب سمجھنے اور یاد رکھنے کی صلاحیت بھی عقل معاد کی بجائے مضغہ گوشت کو ہی حاصل ہوجاتی ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ سے واضح ہے۔

ترجمان آں عقل ست، کہ آں رامحرر وملخص ساختہ

اس (قلب) کی ترجمان عقل[۳۶] ہے کہ ان (علوم ومعارف) کو ضبط

شایان فہم گرفتاران عالم خلق می سازد، کہ اگر او

تحریر میں لاکر اورخلاصہ تیارکر کے عالم خلق کے گرفتاروں کی فہم کے لائق

ترجمانی نہ کند فہمیدن آں متعسر ست بلکہ متعذروچوں

بناتی ہے کہ اگر وہ (عقل) ترجمانی نہ کرے سمجھنا ان کا دشوار بلکہ محال ہو

مضغہ قلبیہ، خلیفۂ حقیقت جامعہ قلبیہ است، حکم اصل

جائے اور جب مضغہ گوشت جامعہ قلبیہ کی حقیقت کا خلیفہ ہے اصل کا حکم

پیدا کردہ است، وتلقی اونیز تلقی روحانی گشتہ ومحتاج بہ

پیدا کر لیا ہے اور اس کا اخد کرنا بھی روحانی تلقی ہو گیا ہے اور

ترجمان آمدہ است۔

وہ محتاج ہوگیا ہے ترجمان کا۔

۳۶ ترجمان قلب

جب عالم امر کے لطائف، نفس مطمئنہ اور عقل معاد عالم قدس کی طرف پرواز کر جاتے ہیں تو اب علوم ومعارف، فیوضات وبرکات وحسنات وانعامات اور پند ونصائح کا مورد یہی قلب ہوتا ہے لہٰذا نہ کوئی روح کا ترجمان ہوتا ہے نہ عقل کا ترجمان ہوتا ہے عقل، نفس اور روح بھی یہی مضغہ (قلب) ہوتا ہے بس اس میں خلافت ونیابت کی وجہ سے استعدادات اور صلاحیتیں ودیعت کردی جاتی ہے اس لئے یہ قلب اپنا

باید دانست که زمانے برعقل معاد می آید که باعث شوق
جاننا چاہئے کہ ایک وقت عقل معاد پر ایسا بھی آتا ہے جو باعث ہوتا ہے نفس مطمئنہ کی
به مجاورت نفس مطمئنه می گردد، بحدیکه او را بمقام آں می
مجاورت کا یہاں تک کہ اسے (عقل معاد کو) اس (نفس مطمئنہ) کے مقام تک پہنچا
رساند، قالب راتهی وخالی می گذارد، وایں زمان تعقل
دیتا ہے (عقل معاد) قالب کو تہی اور خالی چھوڑ دیتی ہے اوراس وقت سمجھنا اور
وتذکر نیز بمضغه قلبیه قرار می یابد۔ انّ فی ذٰلک لذکریٰ لمن
یاد رکھنا بھی مضغہ گوشت میں قرار پکڑتا ہے یقیناً اس میں نصیحت ہے اس شخص
کان لہ قلبٌ۔ وح ہماں قلب خود ترجمان خود گردد۔
کیلئے جو قلب رکھتا ہے اوراس وقت وہی قلب خود اپنا ترجمان ہوتا ہے

ترجمان خود ہوتا ہے۔

گوعارف کے جسم میں جملہ اجزائے لطیفہ نے عالم بالا تک رسائی حاصل کرلی مگران کا تعلق قالب کے ساتھ باقی رہتا ہے اس لئے عالم امر ونفس مطمئنہ والے اطاعت وانقیاد کے سارے تقاضے قالب میں جلوہ گر ہونے کی وجہ سے یہ قالب بھی گویا ایک لطیفہ ہی بن جاتا ہے لہٰذا عبادت وریاضت، ذکر وفکر کی بدولت وارد ہونے والے انوار وتجلیات کا متحمل یہی قالب ہوتا ہے۔

دریں وقت عارف رامعاملہ باقالب افتد، جزوناری آنکہ
اس وقت عارف کا معاملہ قالب کے ساتھ پیش آتا ہے آتشی جزو
ندائے "انا خیرٌ منہ "از نہاد آں ظاہرمی شد۔ روبانقیاد
کہ اس کی طبیعت سے اَنَا خیرٌ مِنۡہُ کی ندا ظاہر ہوتی تھی۔ فرماں
می آرد وبتدریج بشرفِ اسلامِ حقیقی مشرف می
بردار ہونے لگتا ہے [۳۷] اور تدریجاً اسلام حقیقی کے شرف
گردد پس خلعت ابلیسی را ازوے زائل گردانیدہ ،
سے مشرف ہوجاتا ہے پس ابلیسی جامہ اس سے اتار دیا جاتا ہے۔

---

۳۷ لطیفہء نار کا مسلمان ہونا

عارف کا جب معاملہ قالب کے ساتھ پڑ جاتا ہے اور قالب خاک، باد، آب اور نار کا مجموعہ ہے ان عناصر اربعہ میں سے جزو ناری جس کی سرشت سے اَنَا خیرٌ مِنۡہُ کی صدا بلند ہوتی ہے سرکشی و بغاوت کو ترک کر کے آہستہ آہستہ اسلام حقیقی سے مشرف ہوجاتا ہے اور لطیفہ نار کی خلعت ابلیسی اتار کر پھینک دی جاتی ہے اس لئے وہ بغاوت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوجاتا ہے۔

جب عارف کے عالم خلق کا لطیفہء آگ اسلام حقیقی سے مشرف ہوجاتا ہے تو اسے نفس مطمئنہ تک رسائی عطا کر کے اس کا خلیفہ بنادیا جاتا ہے لہٰذا اب عارف کے قلب میں قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہء گوشت (قلب) ہوگا اور نفس مطمئنہ کا خلیفہ لطیفہ نار ہوجائے گا۔

یاد رہے کہ جس طرح عمل کیمیا کے ذریعے تابنے کو تدریجاً سونا بنایا جاتا ہے

www.makhzan.org

ایسے ہی جب بندۂ مومن کے قلب میں طلب حقیقی اور عشق الٰہی کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے تو آہستہ آہستہ عالم امر کے لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو ان لطائف کے اثرات وانوار کی بدولت جسم کا تانبا بھی سونا ہو جاتا ہے نتیجتاً خاک، افلاک بن جاتی ہے، ذرہ آفتاب ہو جاتا ہے قطرہ سمندر بن جاتا ہے بقول شاعر ۔

دل اپنی طلب میں صادق تھا گبھرا کے سوئے مطلوب گیا
دریا ہی سے یہ موتی نکلا تھا دریا ہی میں جا کے ڈوب گیا

یاد رہے کہ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی سیر عالمِ خلق سے شروع ہوتی ہے جس کی وجہ سے سیر تفصیلی ہو جاتی ہے اور سالک کا معاملہ طویل ہو جاتا ہے جبکہ مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم، سالک و طالب کو سیر عالم امر کے لطائف سے شروع کرواتے ہیں اور انہی کے ضمن میں عالم خلق کے لطائف بھی طے کروا دیتے ہیں۔

یوں ان حضرات کی توجہات قدسیہ اور صحبت کے اثرات و برکات کی بدولت سالک کے قلب و قالب کا تانبا سونا بنتا جاتا ہے اسی لئے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ہماری نسبت کبریت احمر (سرخ گندھک) سے بھی زیادہ نایاب ہے جس کے سمجھنے سے بھی اکثر افراد قاصر ہیں حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ۔

تو نقش نقشبنداں را چہ دانی — تو طفلی کار مرداں را چہ دانی
گیاہ سبز داند قدر باراں — تو خشکی قدر باراں را چہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست — حقائق ہائے ایماں را چہ دانی

بمقام اصلی نفس مطمئنه می رسانند ونائب مناب آں می

نفس مطمئنہ کے اصلی مقام تک پہنچا دیتے ہیں اور اس (نفس مطمئنہ) کا قائم مقام

سازند۔ پس درقالب خلیفہء قلب حقیقی مضغه آمد،

بنا دیتے ہیں پس قالب میں قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہ گوشت ہوا اور نفس مطمئنہ

ونائب مناب نفس مطمئنه جزو ناری گشت

کا قائم مقام آتشی جزو بن گیا۔

زرشد مس وجود من از کیمیائے عشق

سونا بن گئی میرے وجود کی خاک کیمیائے عشق سے

وجزو ہوائی مناسبت بروح دارد۔

اور ہوائی جزو روح کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔[۴۸]

---

[۴۸] **لطیفہ باد**

انسانی قالب کے عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر ہوا ہے جو روح کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اس لئے جب سالک کو لطیفہ باد تک رسائی اور وصل نصیب ہوتا ہے تو لطیفہ باد میں فنائیت پر سالک کبھی کبھی لطیفہ باد کو عنوانِ حقانیت جاننا شروع کر دیتا ہے یعنی لطیفہ باد میں سیر کے دوران سالک غلط فہمی کی بنا پر باد (ہوا) کو خدا سمجھ لیتا ہے۔ **(معاذاللہ)**

یہ وہ نازک مقام ہے جہاں صوفی اور سالک پھسل جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور شیخ کامل کی توجہات قدسیہ شامل حال ہو جائیں تو وہ بچ سکتا ہے ورنہ

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار

جس طرح لطیفہ ہوا میں فنائیت پر سالک کو یہ ہوش نہیں رہتی کہ یہ میرے لطیفے کا مقام ہے یا یہ مقام خدا ہے تو وہ اسے خدا سمجھ بیٹھتا ہے ایسے ہی کچھ اسی طرح کا معاملہ دوران سلوک مقام روح میں سالک کو پیش آتا ہے۔ یہاں تک کہ مقام روح میں رکے ہوئے بعض مشائخ لطیفہ روح میں اس قدر متحیر ہوئے کہ انہوں نے لطیفہ روح کے انوار کو خدا سمجھ کر باطنی طور پر اس کی پوجا شروع کردی۔

لہٰذا در وقت وصول سالک وعروج آں بمقام ہوا، گاہ باشد

لہٰذا سالک وصول کے وقت اوراس کے مقام ہوا تک عروج پر کبھی اسی

کہ ہمیں ہوا را بعنوان حقانیت بداند، و گرفتار آں بماند، چنانچہ

ہوا کو عنوان حقانیت سمجھ لیتا ہے اور اس میں گرفتار ہوجاتا ہے چنانچہ مقام

درمقام روح ہمیں شہود دست می دہد و گرفتار می ماند۔

روح میں یہی شہود ہاتھ آتا ہے اور اس میں گرفتار ہوجاتا ہے بعض مشائخ نے

بعضے از مشائخ گفتہ اند کہ سی سال روح رابخدائی پرستیدم

فرمایا کہ میں تیس سال روح کو خدا جان کر پرستش کرتا رہا۔ ۳۹

۳۹ خدااورروح کے انوار میں ظاہری مماثلت

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مقام روح میں رکے ہوئے صوفی تیس تیس برس تک روح کے انوار کو خدا سمجھ کر سجدے کرتے رہے ہیں لیکن جب انہیں اس مقام سے آگے گذارا گیا جب ان پر حقیقت حال عیاں ہوئی تو انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور اس کفروشرک سے توبہ کی اور خدا کا شکرادا کیا کہ دنیوی زندگی میں ہی معاملہ کی حقیقت ہم پر واضح ہوگئی ہے اگر کوئی سالک روح کے انوار کو خدا سمجھ کر پوجا کرنے کے دوران وفات پا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے روز اسے مشرکوں کی صفوں میں کھڑا نہیں کرے گا کیونکہ وہ مقام روح میں فنائیت کے دوران اس قدر مستغرق ومحو ومدہوش ہوگئے کہ حواس کے عدم توازن کی وجہ سے وہ معبود اور غیر معبود میں امتیاز نہ کرسکے اس لئے انہوں نے حیرت میں مبتلا ہوکر مقام روح کو خدا سمجھ کر سجدہ کیا ہے جان بوجھ کر ہوش وحواس کی سلامتی کے ساتھ ایسا

وچوں ازاں مقام گزرانید ند حق از باطل جدا شد، وایں جزو

اور جب اس مقام سے گذار دیا تو حق باطل سے جدا ہوگیا اور یہ ہوائی جزو

ہوائی بواسطۂ مناسبت بمقام روحی دریں قالب قائم مقام

مقام روحی کے ساتھ مناسبت کے واسطہ سے اس قالب میں روح کا قائم

روح می گردد، ودربعض امور حکم روح پیدا می کند، و جزو

مقام ہوجاتا ہے اور بعض امور میں روح کا حکم پیدا کرلیتا ہے اور جزوآبی جامعہ

آبی مناسبت بحقیقت جامعہ قلبیہ دارد، ولہٰذا فیض او بجمیع

قلبیہ کی حقیقت سے مناسبت رکھتا ہے لہٰذا اس کا فیض تمام اشیاء کو پہنچتا ہے اور ہم نے

اشیا می رسد "وجعلنا من الماءَ کلّ شئی حی" باز گشت او نیز

پانی سے تمام اشیاء کو زندہ کیا اس کی بازگشت بھی مضغہء گوشت ہے اور جزو خاکی

بمضغۂ قلبیہ است، وجزو ارضی کہ جزو اعظم آں قالب است

(مٹی) جو اس قالب کا جزو اعظم ہے۔

نہیں کیا اس لئے ان کی بخشش ونجات ومغفرت کی قوی امید ہے۔

شرک تو تب ہوتا کہ وہ شئ کو شئ جان کر، مخلوق کو مخلوق سمجھ کر پھر خدا کہتے جیسے مطلق مجذوب غلبہء جذب واستغراق واستہلاک کی وجہ سے نماز، روزہ وغیرھا ادا نہیں کر پاتے انہیں شریعت مطہرہ کی طرف سے احکامات شرعیہ معاف ہیں۔

یادرہے کہ اس قسم کے مجذوب مقام صفات پر جلوہ گر ہوتے ہیں اس لئے انہیں مستہلکین کہا جاتا ہے گوان کا شمار اولیاء میں ہوتا ہے لیکن یہ کامل نہیں ناقص ولی ہوتے ہیں

بعد از تطهیر از تلویث دناء ت وخست که از صفات
کمینگی اور خست کی آلودگی جو اس کی ذاتی صفات ہیں سے پاک ہو کر
ذاتیہ اویند، حاکم وغالب دریں قالب او می گردد، و ہر چہ
اس قالب میں حاکم اور غالب ہو جاتا ہے اور جو کچھ ہے قالب میں ہے اسی
ہست درقالب حکم اوپیدا می کند، و رنگ آں می گیرد
کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتاہے اور یہ اس کے
وایں بواسطۂ جامعیت تامۂ اوست - جمیع اجزائے
جامعیت تامہ کے واسطہ سے ہے قالب کے تمام اجزاء حقیقت میں
قالب فی الحقیقت اجزائے اویند، ولہٰذا کرہء ارضی
اسی کے جزو ہیں اسی لئے کرۂ زمین عناصر اور افلاک کا مرکز ہے اور اس
مرکز عناصر وافلاك آمد ومرکز اومرکز عالم -
(زمین) کامرکز، عالم کامرکز ہے۔

جبکہ راجعین صوفیاء مسند دعوت وارشاد پر متمکن فیضان نبوت سے سیراب ہوتے ہیں۔

چونکہ مجذوب حضرات گو، راہ میں پڑے ہوتے ہیں لیکن محبوب حقیقی (حق تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ میری راہ میں تو ہیں اس لئے ان کو معاف کردیتے ہیں اہل طریقت وشریعت کا ان کے متعلق مبنی بر احتیاط یہی مؤقف ہے جو اسلم واوفق ہے۔

جب مقام روح میں رکے ہوئے صوفیاء کا اس سے آگے گذر ہوتا ہے تو ان پر حق اور باطل کا امتیاز ہو جاتا ہے کہ جس مقام پر ہمیں غلط فہمی ہوئی وہ تو لطیفہ ہوا اور

دریں وقت معاملہء قالب نیز بانجام رسید ونہایت عروج

اس وقت قالب کا معاملہ بھی انجام کو پہنچ جاتا ہے اور عروج ونزول کی

ونزول متحقق گشت، وکمال تکمیل نقد وقت آمد۔ این

انتہاء ثابت ہوجاتی ہے اور تکمیل کا کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے یہ ہے وہ انتہا

ست نہایتے کہ رجوع بہ بدایت دارد۔ بداں کہ روح

جو ابتداء کی طرف رجوع رکھتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ روح اپنے مراتب اور

بامراتب وتوابع خود ہر چند بطریق عروج بمقر خود رسیدہ

توابع کے ساتھ اگرچہ عروج کے طریقے پر اپنی جائے قرار پر ہوتی ہے لیکن

بود، اماچوں ہنوز تربیت قالب درپیش داشت توجہے

چونکہ ابھی اسے قالب کی تربیت درپیش ہوتی ہے۔ (لہٰذا) اس عالم کی طرف توجہ

بایں عالم درکار بود۔ وچوں معاملہ قالب بانجام رسید،

درکار ہوتی ہے اور جب قالب کا معاملہ انجام کو پہنچ جاتا ہے

لطیفہ روح کے مقامات تھے مقام ذات کہیں اس سے بالا ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ جس طرح عالم خلق کا لطیفہ مضغہء قلب عالم امر کے حقیقت جامعہ قلبیہ کے تحت آجاتا ہے ایسے ہی عالم خلق کا لطیفہء باد، عالم امر کے لطیفہ روح کے نیچے آجاتا ہے غرضیکہ تدریجاً دوران سلوک عالم خلق کے جملہ لطائف، عالم امر کے لطائف کے تحت آجاتے ہیں لہٰذا جب عالم امر کے لطائف طے ہوجاتے ہیں تو ان کی برکت سے یہ بھی طے ہوجاتے ہیں۔

مشائخ نقشبندیہ کا لطائف طے کروانا

اس مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا یہ فرمان سمجھ میں آتا ہے کہ مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین عالم ارواح کے لطائف کو جب طے کرتے ہیں تو ان کے ضمن میں عالم خلق کے لطائف از خود طے ہو جاتے ہیں۔

عالم خلق کے اجزائے اربعہ میں سے جزو ہوائی مقام روح کی مناسبت کے واسطہ سے عارف کے قالب میں روح کا خلیفہ بن جاتا ہے تو بعض معاملات و امور میں مناسبت و نیابت کی وجہ سے روح کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔

o...... بدن انسانی میں ایک عنصر آب (پانی) ہے جو حقیقت جامعہ قلبیہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے یعنی عالم خلق کا لطیفہ آب، عالم امر کے قلب حقیقی کے ماتحت ہے اور قلب حقیقی (حقیقت جامعہ قلبیہ) بدن انسانی (قالب) میں سب سے زیادہ جامع اور جملہ فیوض و برکات کا حامل ہے۔ بدن عارف میں جزو آب (پانی) چونکہ حقیقت جامعہ قلبیہ کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے پانی کی اصل یہی حقیقت جامعہ قلبیہ ہے اور پانی قالب (جسم) کے جملہ معاملات کی اصل ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اور ہم نے ہر زندہ شئی کو پانی سے بنایا ہے یہاں تک کہ انسانی تخلیق بھی اچھلتے پانی (نطفہ) سے ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ سے واضح ہے نیز تخلیق کائنات سے قبل اللہ تعالیٰ کا عرش بھی پانی پر ہی تھا جیسا کہ آیت کریمہ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ سے عیاں ہے۔

o...... عارف کے قالب میں حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ مضغہ قلبیہ ہوتا ہے جو کہ عالم خلق سے ہے اور لطیفہ آب بھی حقیقت جامعہ قلبیہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے یہ بھی عالم خلق سے ہے جزو آبی (پانی) اور مضغہ گوشت (قلب) دونوں عالم خلق سے ہیں اس لئے پانی کی جائے بازگشت مضغہ قلبیہ کے تحت آ جاتی ہے۔

o...... انسانی قالب (جسم) میں عناصر اربعہ میں سے چوتھا لطیفہ خاک (مٹی) ہے جو بدن کا سب سے بڑا جزو ہے بے حیائی، کمینگی اور پستی اس کی فطرت میں شامل ہے۔ عالم امر کے لطائف، عالم خلق کے عناصر ثلاثہ (نار، باد، آب) کے تصفیہ اور نفس کے تزکیہ کے فیوضات و برکات و اثرات کی بدولت لطیفہ خاک (مٹی) اپنی طبعی کمینگی وذلت سے تدریجاً پاک ہو جاتا ہے نتیجتاً طہارت، نفاست و نورانیت کی بنا پر قالب عارف قلب اور روح کی مقام میں ہو جاتا ہے اس لئے جسمِ عارف میں حکومت وغلبہ مٹی کا ہی ہو جاتا ہے اور قالب (بدن عارف) میں جو کچھ بھی ہے وہ اسی کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

o...... عارف کے قالب میں جو حکومت، رنگت، غلبہ وتفوق لطیفہ خاک کو حاصل ہوا ہے وہ لطیفہ خاک کو جامعیت تامہ کے واسطے سے ہوا ہے جس طرح قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہء گوشت ہے ایسے ہی مضغہء گوشت کے اثرات وانوار وبرکات کی بدولت لطیفہء خاک قلب کا مقام پیدا کر لیتا ہے لہٰذا اس لطیفہ خاک میں بھی جامعیت آ جاتی ہے گو یہ جامعیت عالم خلق کے اعتبار سے ہے اسی جامعیت کی بنا پر قالب کے تمام اجزاء وعناصر درحقیقت اسی لطیفہ خاک کے اجزاء قرار پاتے ہیں۔

o...... بدن انسانی کو عالم صغیر کہا جاتا ہے اور کائنات کو عالم کبیر کہا جاتا ہے چونکہ انسان، کائنات کا خلاصہ ہے اور انسانی قالب میں عناصر اربعہ میں سے جزو خاکی کو جامعیت تامہ حاصل ہے عنصر خاکی کی جامعیت تامہ کی وجہ سے ہی کرۂ ارض (زمین) معدنیات اور کانوں کا مرکز بن گیا ہے اور تمام آسمانوں کی نگاہوں کا مرکز بھی یہی جامعیت تامہ ہے سورج اپنی روشنی اور چاند اپنی چاندنی زمین پر ہی پھینک رہے ہیں۔ غرضیکہ جملہ ممکنات اور مخلوقات میں زمین کو بڑی خصوصیت اور جامعیت حاصل ہے۔

مرکز موجودات

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ مٹی کا مرکز تمام کائنات کا مرکز ہے یعنی جملہ موجودات میں خانہ کعبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے دراصل زمین وآسمان کی تخلیق سے قبل ہر طرف پانی ہی پانی تھا مشیت ایزدی سے سطح آب پر جھاگ نمودار ہوئی جس سے زمین بن گئی اور پانی سے جو بخارات اٹھے ان سے آسمانوں کی تخلیق ہوئی خانہ کعبہ زمین کے وسط میں یوں ہے جیسے بدن انسانی میں ناف ہوتی ہے جس طرح بچے کو ماں کے شکم میں ناف کے نیچے غذا ملتی ہے ایسے ہی خانہ کعبہ کی بدولت کائنات کو ہدایت وایمان، یقین وعرفان ظاہری عنایات اور باطنی انعامات ملتے ہیں اسی بنا پر خانہ کعبہ کو 'سُرۃ الارض کہا جاتا ہے نیز اسی وجہ سے خانہ کعبہ کی طرف انبیاء، اولیاء، صلحاء، ملائکہ اور دیگر مخلوق خدا کھنچی چلی جا رہی ہے یعنی خانہ کعبہ کو مرکزیت اور جائے امن ہونے کا اعزاز حاصل ہے آیات کریمہ **وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا** اور **اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ** سے واضح ہے بقول شاعر

مرکز توحید پہلے دن سے ہے بیت الحرام
مشرق و مغرب میں ہے پھیلا ہوا جس کا نظام

o...... عالم امر کے انوار وتجلیات واثرات کی برکت سے انسانی قالب سے خست، دناءت، رذالت، کدورت، کثافت، رخصت ہو جاتی ہے تو اس کا سارا جسم ہر قسم کے عیوب ونقائص، اخلاق رذیلہ اور عادات قبیحہ سے پاک ہو جاتا ہے حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا۔

؎ ہر کہ را جامہ ز عشق چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد

o...... جب بدن عارف کی کمینی حرکتیں، بری خصلتیں اور ردی عادتیں ختم ہو جاتی ہیں تو انسان فرشتہ سیرت بن جاتا ہے اب وہ خاکی ہو کر افلاکی ہے بشری ہو کر نوری ہے۔

؎ تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغ دیدۂ افلاک ہے تو
تیرے صید زبوں افرشتہ و حور
کہ شاہین شہ لولاک ہے تو

مسند دعوت وارشاد

جب عارف کی عروجی منازل اور نزولی مراتب کے بعد تکمیل ہو جاتی ہے عارف کا معاملہ انجام وانتہا کو پہنچ جاتا ہے تو عارف کا لطیفہ قالبیہ عالم قدس کی طرف سے فیوض وبرکات لے کر واپس عالم دنیا میں دعوت وارشاد کی مسند پر متمکن ہوتا ہے جو کہ نبوت کا منصب ہے مخلوق خدا کی رشد وہدایت پر مامور ہوتا ہے، لوگوں کا تصفیہ و تزکیہ کرتا ہے، لوگوں کی فکروں کے زاویے بدلتا اور سوچوں میں انقلاب برپا کرتا ہے شعور کو جلا بخشتا اور ذوق کو آگہی سے نوازتا ہے مجالس، محافل، مدارس کا اہتمام کرتا ہے اور درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کر کے لوگوں کو راہ ہدایت پر گامزن کرتا ہے اور گناہوں سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے توجہات قدسیہ کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی تطہیر کر کے حریم یار سے آشنا کرتا ہے اور قافلوں کے قافلے بارگاہ قدس تک پہنچاتا ہے یوں ہی ان کے فیض یافتہ خلفاء مزید دیے سے دیا جلاتے رہیں گے قیامت تک رجال کار تیار ہوتے رہیں گے اور لوگوں کے لئے رشد وہدایت اور ایمان ومعرفت کا سامان ہوتا رہے گا۔

روح با سر وخفی واخفیٰ وبا قلب ونفس وعقل متوجه جناب

روح، سر، خفی، اخفی، قلب، نفس اور عقل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بارگاہ قدس جلّ

قدس خداوندی جلّ سلطانه گشت، وبکلیة ازیں قالب اعراض

سلطانہ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اس قالب سے پوری طرح منہ پھیر لیتی ہے

نمود، وقالب نیز بکلیت خود متوجه مقام عبودیت آمد،

اور قالب بھی ہمہ تن مقام عبودیت[۴۰] کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے

[۴۰] **مقام عبودیت**

مقامِ عبودیت سے مراد احکامات شرعیہ اور مقامات عشرہ (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقویٰ، صبر، شکر، توکل، رضا، قناعت وغیرھا) کا اکتساب ہے اس مقام پر سالک کا بدن اعمال صالحہ بجالاتا اور گناہوں سے اجتناب کرتا ہے اور نیک کاموں کی طرف خود بخود کھنچا چلا جاتا ہے اب وہ ہر قسم کی ذاتی مصروفیات اور دنیوی دھندوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سنت وشریعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔

جن لوگوں کا قالب مقام عبودیت پر فائز نہیں ہوتا انکا نفس بغاوت، دناءت اور خساست سے باز نہیں آتا وہ دنیوی ذلتوں میں گرفتار رہتے ہیں ان کا احکام شرع کی طرف رجحان ہی نہیں ہوتا، اعمال صالحہ کیطرف طبیعت مائل ہی نہیں ہوتی شعار اسلام کو بوجھ سمجھتے ہیں متشرع ومتدین لوگوں کو دیکھ کر آوازے کستے ہیں۔ اس قسم کے بدنہاد اور زبان دراز لوگ دوزخ کے قابل ہوتے ہیں۔

عبادت اور عبودیت میں فرق

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبادت اور

عبودیت کا فرق یوں بیان فرمایا ہے

عبادت میں طلبِ وجود ہوتا ہے جبکہ عبودیت میں تلفِ وجود ہوتا ہے بلکہ آپ سے یوں بھی منقول ہے کہ اگرچہ نماز روزہ حق تعالیٰ کے قرب کا سبب ہیں لیکن ہمارے نزدیک اپنے وجود کی نفی اور دوسروں کا اثبات اقرب طریق ہے آیت کریمہ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ میں اسی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ اگر وجود باقی (اپنی ذات کی نفی نہیں) ہے کوئی عمل نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتا اور ظاہری آداب، باطنی آداب کا عنوان ہیں چنانچہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوحفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد تشریف لائے تو سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کیلئے تشریف لائے دیکھا کہ ان کے مریدین ان کے اشارہ اور حکم کے منتظر باادب کھڑے ہیں حضرت شیخ جنید نے کہا کہ اَدَّبْتَ اَصْحَابَکَ اَدَبَ الْمُلُوْکِ یعنی آپ نے اپنے مریدوں کو بادشاہوں جیسے آداب سکھا رکھے ہیں شیخ ابوحفص نے جواباً کہا لَا یَا اَبَا الْقَاسِمِ وَلٰکِنْ حُسْنُ الْاَدَبِ فِی الظَّاهِرِ عُنْوَانُ اَدَبِ الْبَاطِنِ یعنی اے شیخ جنید میں نے انہیں ملوکانہ آداب نہیں سکھائے لیکن ظاہری حسن ادب باطنی ادب کا عنوان ہے۔

(نوادر المعارف ص ۴۸)

پس روح بامراتب خود در مقام شہود وحضور متمکن

پس روح اپنے مراتب کے ساتھ شہود و حضور کے مقام پر متمکن ہو جاتی ہے اور

ست ، واز دید ودانش ماسویٰ ، بکلیت معرض ، وقالب

غیر حق کی دید و دانش سے روگرداں ہو جاتی ہے اور قالب پورے طور پر

بہ تمام بمقام طاعت وبندگی راسخ است۔ این ست

اطاعت اور بندگی کے مقام پر راسخ ہو جاتا ہے یہ ہے فرق بعد الجمع کا مقام [۱۴۱]

مقام فرق بعد الجمع ۔واللہ سبحانہ الموفق للکمالات

اور اللہ سبحانہ ہی کمالات کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

---

۱۴۱ فرق بعد الجمع

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ سالک کی روح اپنے دیگر توابع سمیت عروجی منازل میں اپنے مقام اصلی (عالم ارواح) تک رسائی حاصل کر لیتی ہے لیکن ابھی روح کے پیش نظر جسم سالک کی اصلاح ودرستی وتربیت ہوتی ہے جسم کو طہارت، لطافت وروحانیت کے لئے تیار کرنا اور اللہ تعالٰی کی اطاعت اور حضور اکرم ﷺ کی متابعت پر ابھارنا ہوتا ہے اسلئے روح عالم بالا کی طرف بھی متوجہ رہتا ہے اور بدن سالک کی طرف بھی متوجہ رہتا ہے۔

جب روح کے ذریعے قالب کی تربیت، تہذیب و تطہیر ہو جاتی ہے تو وہ اطاعت وفرمانبرداری میں پوری طرح آمادہ ہو جاتا ہے یوں قالب کا معاملہ انجام کو پہنچ جاتا ہے اسی لئے روح کو انسانی بدن کے قفس میں قید کیا گیا تھا

جب روح قالب کی تربیت کو مکمل لیتی ہے تو وہ عالم امر کے دیگر لطائف ، نفس

اور عقل سب کو لے کر قالب سے منہ موڑ کر اور اسے چھوڑ کر بارگاہ قدس جلّ سلطانہ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

جب روح بدن عارف کی تربیت کے بعد کلیۃً قالب سے اعراض کر کے عالم بالا کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو قالب بھی ہمہ تن گوش مکمل طور پر مقام عبودیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

جب روح اپنے مرتبوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتی ہے اور غیر حق سے کلیۃ روگردانی کر کے مقام مشاہدہ پر متمکن ہو جاتی ہے اس لئے دنیا اور ماسویٰ کی طرف للچائی ہوئی نظریں اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی۔

جب روح ماسویٰ سے منہ موڑ کر مقام مشاہدہ پر جلوہ فگن ہو جاتی ہے تو عارف کا بدن ذکر و فکر، تعلیم و تدریس اور اطاعت و پیروی وغیرھا میں مکمل طو پر ملکہ ورسوخ حاصل کر لیتا ہے۔

جب روح دیگر لطائف سمیت مقام مشاہدہ وحضور پر فائز المرام ہو جائے اور قلب بندگی پر براجمان ہو جائے اسی کو مقام فرق بعد الجمع کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا اس مقام فرق بعد الجمع کے بارے اختلاف ہے۔

حضرت امام ربانی اور حضرت ابن عربی کا موقف

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک واجب اور ممکن میں عینیت واتحاد مقام جمع ہے اور واجب اور ممکن میں امتیاز ہو جانا مقام فرق ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک روح اور قالب (نفس) کا اتحاد مقام جمع ہے اور روح کا عالم قدس کی طرف متوجہ ہو جانا اور قالب کا اطاعت میں

مشغول ہو جانا مقام فرق بعد الجمع ہے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اپنے متعلق ارشاد فرما رہے ہیں کہ مقام فرق بعد الجمع میں ہمیں ایک خاص مقام حاصل ہے سیاق کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ مقام فرق میں ایک مقام عام ہے اور ایک مقام خاص ہے۔

حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز اور ان کے متبعین کے نزدیک مقام جمع ولایت کا انتہائی مقام ہے اسلیئے یہ اسی مقام کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کے نزدیک یہی کمال ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک مقام فرق سب سے کامل مقام ہے اس لئے آپ اسی کو ترجیح دیتے ہیں اور آپ کے نزدیک یہی کمال ہے۔

مقام جمع مرتبہء ولایت کا کمال ہے جبکہ مقام فرق مرتبہ نبوت کا کمال ہے مقام جمع میں عارف مخلوق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے جبکہ مقام فرق میں عارف اللہ تعالیٰ سے ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

مقام فرق کے مراتب

مقام فرق میں دو مرتبے ہیں مرتبہء عام اور مرتبہء خاص

مرتبہء عام میں عارف کی روح قربت کا مقام حاصل کر لیتی ہے اور اس کا قالب (بدن عنصری) مقام عبودیت پر متمکن ہو جاتا ہے۔

جبکہ مرتبہ خاص جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کو مقام خاص اور قدم خاص حاصل ہے مقام فرق کے مرتبہء عام میں عارف کی روح عالم قدس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور قالب عبودیت میں مصروف ہو جاتا ہے مرتبہء خاص جس پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فائز المرام ہیں اس میں روح اپنے توابع سمیت

عالم قدس سے عالم خلق کی طرف رجوع اور عود کرتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسند دعوت پر بٹھایا جاتا ہے اس مقام کے جانشینوں کو راجعین اِلی الدعوۃ کہا جاتا ہے۔

چونکہ مقام فرق کے مرتبہء عام میں عارف کو مقام مشاہدہ اور مرتبہء حضوری سے مزید ارتقاء نصیب نہیں ہوتا اس لئے اس کی روح مع التوابع طریق انبیاء کے مطابق عود کرتی ہے اور دیگر لوگوں کے توجہات قدسیہ کی بدولت تصفیے وتزکیے کر کے قافلوں کے قافلے حریم یار تک پہنچاتے ہیں یوں یہ فیضان نبوت اور کمالات رسالت کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

مقام خاص میں جب عارف کی روح دعوت وارشاد کیلئے قالب کی طرف واپس لوٹتی ہے اور قالب کے تابع ہوجاتی ہے۔ تو قالب پہلے ہی عبادت، اطاعت و عبودیت میں مشغول ہوتا ہے لہٰذا اب روح بھی قالب کے ساتھ مل کر دعوت و عبودیت میں مصروف ہوجاتی ہے۔

واین درویش را دریں مقام قدم خاص ست، وآں رجوع روح

اور اس درویش کو اس مقام میں خصوصی رسائی حاصل ہے اور وہ روح کا

است بامراتب خود بعالم خلق تابحق جلّ وعلا ایشاں را

اپنے مراتب کے ساتھ عالم خلق کی طرف لوٹنا ہے تا کہ انہیں حق تعالیٰ کی

دعوت نماید، و روح دریں وقت حکم قالب پیدا می کند

طرف دعوت دے اور روح اس وقت قالب کے حکم میں ہوجاتی ہے اور اس کی

وتابع اومی گردد، وکار تابجائے می رسد که اگر قالب

تابع ہو جاتی ہے اورنوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اگر قالب حاضر ہے

حاضر ست روح نیز حاضر است۔

روح بھی حاضر ہے۔ ۴۲

۴۲ روح اور قالب میں مطابقت

جب روح قالب کی طرف رجوع کر کے اس کی متابعت میں دعوت وعبودیت میں مشغول ہوتی ہے تو معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ دونوں حالتیں وکیفیتیں ایک جیسی ہوجاتی ہیں کہ جس کام میں قالب مشغول ہو روح بھی اسی کام میں مشغول ہو جاتی ہے اور جس کام میں روح مصروف ہو قالب بھی اسی کام میں مصروف ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اگر روح حاضر ہے تو قالب بھی حاضر ہے اگر قالب غافل ہے تو روح بھی غافل ہے اگر قالب حضوری میں ہے تو روح بھی حضوری میں ہے اگر قالب مہجوری میں ہے تو روح بھی مہجوری میں ہے غرضیکہ جو جو کیفیات وواردات قالب پر وارد ہوتی

واگر قالب غافل ست روح نیز غافل ۔مگر دروقت ادائے

اوراگر قالب غافل ہے روح بھی غافل ہے مگر نماز ادا کرنے کے وقت روح

نماز کہ روح بامراتب خود متوجہ جناب قدس است جلّ

اپنے مراتب کے ساتھ بارگاہ قدس جلّ شانہ کی طرف متوجہ ہو جاتی

شانہ، قالب اگرچہ غافل باشد، زیرا کہ نماز معراج مومن ست

ہے اگرچہ قالب غافل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے ۴۳۔

ہیں وہی کیفیات روح پر بھی نازل ہوتی رہتی ہیں۔ مقام دعوت وارشاد میں گو توجہ عالم خلق کی طرف رہتی ہے مگر عالم قدس سے تعلق ٹوٹتا نہیں جیسے کوئی شخص اپنے گھر سے دفتر میں آتا ہے گو وہ اپنی دفتری مصروفیات میں مشغول رہتا ہے لیکن اس کا گھریلو تعلق بدستور قائم رہتا ہے۔

۴۳ نماز میں راحت کا سبب

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ایک استثنائی امر بیان فرمارہے ہیں کہ گو جو کیفیات قالب پر وارد ہوتی ہے وہی کیفیات روح پر بھی وارد ہوتی ہیں مگر اس مقام فرق پر براجمان عارف جب نماز ادا کرتا ہے اگرچہ اس کا قالب غافل ہی کیوں نہ ہو مگر اس کی روح لطائف سمیت حریم قدس جلّ سلطانہ کی طرف متوجہ رہتی ہے حالت نماز میں کبھی بھی غافل نہیں ہوتی حق تعالیٰ کے مشاہدے میں مصروف رہتی ہے یہی مومن کی معراج کا مقام ہے جیسا کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ سے عیاں ہے روح کا اللہ تعالیٰ کے مشاہدے میں مشغول ہو جانا ہی حقیقت نماز اور اصل نماز ہے۔ بقول شاعر

باید دانست کہ ایں رجوع واصل کہ بکلیت واقع شود از

جاننا چاہئے کہ یہ واصل کا رجوع جو پورے طور پر واقع ہوتا ہے دعوت کے

کمال مقامات دعوت ست۔ ایں غفلت سبب حضور جمع

سب سے کامل مقامات میں سے ہے یہ غفلت جمع کثیر کے حضور کا

کثیر ست۔ غافلان ازیں غفلت غافل اند وحاضراں ازیں

سبب ہے غافل اس غفلت (کی حقیقت) سے غافل ہیں اور حاضر

رجعت جاہل۔

اس رجعت سے جاہل ہیں

اصل نماز ہے یہی، روح نماز ہے یہی
میں تیرے روبرو رہوں تو میرے روبرو رہے

یہی وجہ تھی کہ جب نماز کا وقت قریب آتا تو حضور اکرم ﷺ بے قرار ہو کر فرماتے اَیْنَ بِلَال کہ بلال (رضی اللہ عنہ) کدھر ہیں جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہو جاتے تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے اَرِحْنَا یَابِلَال اے بلال ہمیں راحت پہنچاؤ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سمجھ جاتے کہ آپ فرما رہے کہ اذان دو تا کہ ہم نماز ادا کریں کیونکہ اس سے آپ کو راحت ملتی تھی یعنی حالت نماز میں آپ مقام قرب و مشاہدے پر فائز ہوتے تھے۔ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا **قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ** نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے کس قدر قابل افسوس ہے یہ بات کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ نماز میں راحت اور ٹھنڈک ہے اور امتی کہتا ہے کہ نماز میں سکون ہی نہیں۔ **(معاذاللہ استغفراللہ)**

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے امتی کہلانے والے لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے عاری ہیں۔ ادب و نیاز، سوز و گداز، دیوانگی و وارفتگی سے خالی ہیں یہی چیزیں تو اصل میں مومن کی میراث ہے۔ بقول اقبال مرحوم

قلب میں سوز نہیں ، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

حقیقت نماز سے بے خبر

حقیقت نماز سے بے خبر غیر نماز میں راحت و چین تلاش کرنے والے لوگوں سے مخاطب ہو کر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔

”اس طائفہ کی ایک کثیر جماعت نے اپنے اضطراب و بے قراری کی تسکین کو سماع و نغمہ اور وجد و تواجد میں تلاش کیا اور اپنے مطلوب کو بھی نغموں کے پردوں میں تلاش کرنا چاہا اور رقص و رقاصی کو اپنا مسلک بنالیا ہے حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا مَاجَعَلَ اللّٰهُ فِی الْحَرَامِ شِفَاءً (اللہ تعالیٰ نے حرام چیز میں شفا نہیں رکھی) ہاں اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ وَحُبُّ الشَّیءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُ (ڈوبنے والا شخص ہر ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے) اگر نماز کے کمالات کی کچھ بھی حقیقت ان پر منکشف ہو جاتی تو وہ ہر گز سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔

ع جب حقیقت نہ ملی ڈھونڈلی افسانے کی راہ

(البینات شرح مکتوبات مکتوب ۲۶ جلد اول)

اقسام صوفیاء

صوفی دو قسم کے ہوتے ہیں۔

کچھ تو وہ ہیں جو بیرونی سہاروں کے ذریعے اپنے اندر درد اور لذت پیدا کرتے ہیں محفل سماع کروا کر، طبلے کی تھاپ، سارنگی کی تار، ڈھول کی ڈم ڈم وغیرھا کے ذریعے آتش عشق کو بھڑکاتے ہیں جیسا کہ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ محفل سماع کروایا کرتے تھے مزامیرا اور سارنگی کی تھاپ پر وجد کرتے تھے علمائے وقت نے قوالی کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر فرما دیا سلطان شمس الدین التمش نے اپنے شیخ حضرت خواجہ قطب کو عرض کیا کہ آپ اپنا موقف بیان فرمائیں تو حضرت خواجہ قطب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا فرمان، حق ہے علماء کا فتویٰ، سچ ہے لیکن میں علمائے کرام سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اس قدر بیمار ہو کہ حلال شئی کوئی نہ ملے اور حرام میں ہی اس کا علاج ہو تو کیا ایسی مجبوری کی حالت میں حرام کھانا جائز ہے یا کہ ناجائز ہے۔

علمائے کرام نے کہا کہ ہاں حالت اضطرار میں بقدر کفایت حرام حلال ہو جاتا ہے تو حضرت خواجہ قطب نے کہا کہ میں مرض عشق میں مبتلا ہوں جس کا علاج قوالی کے بغیر ممکن نہیں اب بتلائیے میرے متعلق کیا حکم ہے؟

علماء نے کہا کہ آپ صالح اور صادق شخص ہیں اگر واقعی آپ کی مرض کا یہی علاج ہے تو آپ کچھ دیر کے لئے قولی کروالیا کریں۔

یوں حضرات چشتیہ دل کی تار کو چھیڑنے کیلئے باہر کی تاریں چھیڑتے ہیں اور لذت و درد حاصل کر کے وجد و رقص کرتے ہیں۔

جبکہ کچھ صوفی سُر اور ساز کے اہتمام اور محافل کا انعقاد کئے بغیر درد اور لذت حاصل کرتے ہیں انہیں بیرونی سہاروں کی ضرورت نہیں پڑتی وہ تو ہر وقت عشق کی آگ میں جلتے رہتے ہیں یہی نقشبندی مزاج اور مذاق ہے۔ بقول شاعر

سُر کیسی، ساز کیسا، کیسی بزم سامعین

سوزِ دل کافی ہے ہم کو یار منانے کیلئے

یہ لوگ نغمہ وسماع کی بجائے قرآن پڑھ اور سن کر درد اور لذت حاصل کرتے ہیں اور نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک مقام پر رقمطراز ہیں۔

ان بزرگواروں کا آرام وچین عبادات میں ہے اور ان کی تسکین بندگی و طاعات کے حقوق کی ادائیگی میں ہے ان کو سماع ووجد کی کچھ حاجت نہیں ان کی عبادات ان کے لئے سماع کا کام کرتی ہیں اور اصل کی نورانیت عروج سے کفایت کرتی ہے اہل سماع ووجد کے مقلدوں کا ایک گروہ جو ان بزرگواروں کی عظیم شان سے واقف نہیں ہے وہ اپنے آپ کو عشاق میں سے سمجھتے ہیں اور ان کو زاہدوں میں سے جانتے ہیں گویا یہ لوگ عشق ومحبت کو رقص ووجد میں منحصر سمجھتے ہیں۔

(البینات شرح مکتوبات مکتوب ۲۶ جلد اول)

خود نبی اکرم ﷺ کی نماز میں یہ حالت ہوتی تھی حدیث پاک میں آتا ہے کہ دورانِ نماز حضور اکرم ﷺ کا سینہ اقدس ایسے کھولتا تھا جیسے ہنڈیا چولہے پر کھولتی ہے۔

ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حالت نماز میں رویا کرتے تھے۔

یادر ہے کہ یہ صوفیائے کرام کے اپنے اپنے باطنی مزاج اور روحانی مذاق ہیں ان پر تنقید سے احتراز کرنا چاہئے۔

عارفین کی نماز

جب ان پر انوار وتجلیات ، برکات وفیوضات کا ورود ہوتا ہے تو قالب کی بشریت مضمحل ہو جاتی ہے اسلئے اسے ماسویٰ کی دید ودانش کی ہوش نہیں رہتی بنابریں وہ غافل ہو جاتا ہے جبکہ دوران نماز عارف کی روح مرتبہ حضور اور مقام مشاہدہ پر فائز

ہوتی ہے۔ اس کی دو مثالیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما رہے تھے آپ کے مکان کو آگ لگ گئی شعلے بھڑک اٹھے مکان جل کر خاکستر ہو گیا لوگوں نے شور مچایا۔ امام صاحب باہر تشریف لائیے آپ نماز میں اس قدر محو تھے کہ چھت کا ملبہ آپ پر گر گیا لوگوں نے آپ کو نیچے سے نکالا آپ فرمانے لگے کیا ہوا عرض کی گئی حضور مکان کو آگ لگ تھی فرمایا مجھے تو کوئی خبر نہیں۔

مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جسم میں دوران جنگ تیر پیوست ہو گیا لوگوں نے تیر نکالنا چاہا لیکن سخت تکلیف کی وجہ سے تیر نہ نکال سکے۔ احباب نے باہمی مشورہ سے دوران نماز تیر نکالنے کا فیصلہ کیا چنانچہ آپ ادائے نماز کیلئے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے۔ روح مبارک مشاہدۂ جمال میں محو تھی اور جسم اقدس ماسویٰ سے غافل ہونے کے وجہ سے بے حس تھا لوگوں نے آپ کے جسم اقدس سے تیر نکالا مصلیٰ خون سے لت پت ہو گیا لباس اور جسم اقدس خون آلود ہو گیا۔ سلام کے بعد حیران ہو کر پوچھا یہ کیا، عرض کیا، حضور آپ کے جسم اقدس سے تیر نکالا ہے۔

مختصر یہ کہ جب عارف کی روح مشاہدے میں مستغرق ہو جاتی ہے تو قالب اپنی خاکی اصلیت کی وجہ سے مشاہدے کی تاب نہ لا کر کَالْمَیِّتْ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے آگے اس کے احساسات کی ساری توانائیوں کا نسیان ہو جاتا ہے اسی کو اہل طریقت کی زبان میں غفلت کہا جاتا ہے یہاں عام لوگوں کی غفلت مراد نہیں۔

این مقام از قبیل مدح بمایشبهُ الذم است فہم ہر کوتہ

یہ مقام ایسی مدحت کے قبیل سے ہے جو مذمت کے مشابہہ ہے ہر کوتاہ اندیش

اندیش ایں جانہ رسد۔ اگر کمالات این غفلت رابیان

کی فہم اس جگہ تک نہیں پہنچتی ہے اگر اس غفلت کے کمالات میں بیان کروں

کنم ہر گز کسے آرزوئے حضور نکند۔

کوئی بھی حضور کی تمنا نہ کرے۔

انوار کابرداشت، روح کی استعداد پر موقوف ہے

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی مزید وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب عارف واصل کی روح دیگر لطائف سمیت مقام فرق کے بعد جب مکمل طور پر واپس لوٹتی ہے تو لوگوں کی رشد وہدایت کیلئے مصروف ہوجاتی ہے یہ مقام دعوت کے کامل ترین مقامات میں سے ہے یعنی اس مقام میں روح واصل ہوتی ہے اور جسم غافل ہوتا ہے اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے

ادھر اللہ سے واصل، ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدّد کا

چونکہ روح وجوب کے دیس سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اس میں انوار وتجلیات کو برداشت کرنے کی صلاحیت واستعداد ہوتی ہے مگر جسم عدم مناسبت کی وجہ سے برداشت کی صلاحیت نہیں رکھتا تو کلی طور پر غافل ہوجاتا ہے چونکہ عارف کا قالب ہوتا ہے اس لئے وہ مشاہدے سے قطعاً محروم نہیں رہتا بلکہ انوار وتجلیات کے آگے مغلوب ہوجاتا ہے جیسا کہ کوہ طور پر حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بے ہوش

ہو گئے تھے جب افاقہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حضور پکار اٹھے **تُبْتُ اِلَیْکَ** میری توبہ! اب دیدار کا مطالبہ نہیں کروں گا یہ بھی مقام فرق تھا **سبحان اللّٰہ** لیکن سید المرسلین ﷺ **دَنٰی فَتَدَلّٰی** کی خلوتوں اور قربتوں میں پہنچ کر بھی باہوش رہے جیسا کہ آیت کریمہ **مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی** سے عیاں ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت یک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری و در تبسمی

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استعداد تھی ادھر سید عالم ﷺ کی استعداد تھی کہ عین مشاہدہ میں بھی **ھَلْ مِن مَّزِید** کا نعرہ لگاتے رہے۔ معلوم ہوا کہ سب کا مقام استعداد ایک جیسا نہیں بلکہ جدا جدا ہے علامہ اقبال مرحوم نے حضور اکرم ﷺ کی اس کیفیت مشاہدہ کو یوں بیان کیا ہے۔

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید
رب زدنی از زبان او چکید

ایں آں غفلت ست کہ خواص بشر را بر خواص ملک فضیلت
یہ وہ غفلت ہے کہ جس نے خواص بشروں کو خواص فرشتوں پر فضیلت دے
بخشید، ایں آں غفلت است کہ محمد رسول اللہ ﷺ
دی ہے ۴۵ یہ وہ غفلت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام عالموں
را رحمت عالمیاں گردانید، ایں آں غفلت است
کی رحمت کے منصب پر فائز کر دیتی ہے یہ وہ غفلت ہے کہ جو ولایت
کہ از ولایت بہ نبوت می رساند،
سے نبوت تک پہنچاتی ہے۔

۴۵ غفلت کی عظمت

یہاں کامل اور واصل عارفین کی غفلت کی عظمت بیان ہو رہی ہے کہ ان کی روح ہوشیار اور حاضر ہوتی ہے اور ان کے قالب غافل اور بے خبر ہوتے ہیں بلکہ ان کی یہ غفلت بہت زیادہ حضور کا باعث ہو جاتی ہے جمع کثیر کا مطلب جمع در جمع، جمع در جمع کیا مطلب ان واصلین عارفین کی یہ غفلت حضور در حضور، حضور در حضور کا سبب بنتی ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نہایت فصیح و بلیغ انداز میں غفلت کا ذکر فرمارہے ہیں کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی یاد و حضور و شہود سے بالکل بے خبر ہیں وہ بھی غفلت کے اس عظیم مقام سے بے خبر ہیں اور جن صوفیوں کو مشاہدہ و حضور کا مقام حاصل ہے وہ بھی مقام فرق پر متمکن عارفوں پر طاری ہونے والی غفلت سے ناواقف ہیں۔

دعوت کا وہ مقام جس میں عارف واصل کی روح حاضر اور جسم غافل ہو جاتا ہے یہ ایسی غفلت ہے جس کی حقیقت کا نہ غافلوں کو علم ہے نہ حاضروں کو یہ ایسا مقام ہے جو

ایں آں غفلت است که از نبوت به رسالت می رساند،

یہ وہ غفلت ہے۔ جو نبوت سے رسالت تک لے جاتی ہے یہ

ایں آں غفلت است که اولیائے عشرت را براولیائے عزلت

وہ غفلت ہے جو اولیائے عشرت کو گوشہ نشین ولیوں پر فضیلت بخشتی ہے۔

مزیّت می بخشد، ایں آں غفلت ست که محمد رسول اللّٰه

یہ وہ غفلت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو (سیدنا) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر

صلی اللّٰه تعالیٰ علیه واله وسلم را بر صدیق اکبر رضی اللّٰه عنه

سبقت دیتی ہے۔ بعد اس کے کہ وہ گھوڑے کے دونوں

سبقت می دهد۔ بعد ما کانا کاذُنَیْ فرس۔

کانوں کی مانند تھے۔

مدح بمایشبهُ الذم کے قبیل میں سے ہے یعنی یہ غفلت ایسی مدحت ہے جو مذمت سے مشابہت رکھتی ہے جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہو کہ خدایا میں تیرا عاجز، گناہگار، سیاہ کار، جاہل اور غافل بندہ ہوں میرے جیسا تو بدکار ہے ہی کوئی نہیں یہ دعائے مذمت ہے جو بندہ اپنے رب کے حضور کر رہا ہے لیکن اس مذمت پر ہزاروں تعریفیں قربان یہ وہ مدح ہے جو ذم کا لباس پہنے ہوئے ہے لیکن اصلی بندہ وہی ہے جو خود کو گناہگار و سیاہ کار کہے بس اسی کو مدح بمایشبهُ الذم کہا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس غفلت کی ہم بات کر رہے ہیں وہ تو حضوری سے بھی افضل ہے جس سے حضور والے بھی بے خبر ہیں کوتاہ فہم کی یہاں رسائی کہاں؟۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر ہم اس غفلت کے کمالات کے راز کھول دیں تو بارگاہ قدس جل سلطانہ میں حاضر باش عارف وواصل حضوری کو چھوڑ کر اس غفلت کی تمنا کرنے لگ جائیں۔

افضلیت بشر بر ملائکہ

اسی غفلت کی وجہ سے خواص بشروں کو خواص فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز اس عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تصنیف لطیف کشف المحجوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

اتفاق اہل سنت وجماعت وجمہور مشائخ طریقت انبیاء وآنان کہ محفوظ اند از اولیاء فاضل تراند از فرشتگان

(کشف المحجوب ص ۲۶۰)

یعنی اہل سنت وجماعت اور جمہور مشائخ طریقت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام اور وہ اولیائے عظام جو محفوظ ہیں فرشتوں سے افضل ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

جمہور علمائے اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ ”خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں“

جبکہ امام غزالی، امام الحرمین عبداللہ جوینی اور صاحب فتوحات مکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خاص فرشتے خاص انسانوں سے افضل ہیں۔

جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرشتہ کی ولایت نبی علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایت سے افضل ہے لیکن نبوت ورسالت میں نبی کے لئے ایک ایسا درجہ ہے کہ جس تک فرشتہ نہیں پہنچا ہے اور وہ درجہ عنصر خاک کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے جو

بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ''کمالات ولایت'' ''کمالات نبوت'' کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی جو قطرہ کو دریا کے محیط ئے ساتھ ہے مگر ایسا نہیں ہے پس وہ فضیلت جو نبی کو نبوت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے وہ اس فضیلت سے کئی گنا زائد ہے جو ولایت کی وجہ سے حاصل ہے لہٰذا فضیلت مطلق انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کا حصہ ہے اور جزئی فضیلت ملائکہ کرام کے لئے ہے پس درست وہی ہے جو علمائے کرام شکر اللہ سعیہم نے فرمایا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

غفلت کی کرم فرمائیاں

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار پائے جیسا کہ آیت کریمہ **وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ** سے عیاں ہے شب معراج حضور اکرم ﷺ نے عالم بالا کی رفعتوں، ملاء اعلیٰ کی جلوتوں اور **دَنٰی فتدلّٰی** کی قربتوں کو خیر باد کہہ کر امت کی رشد و ہدایت کی لئے تشریف لائے حالانکہ آیت کریمہ **قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ** کے مصداق آپ کا دیس اصلی **من اللّٰہ** تھا مگر امت پر شفقت اور رحمت کے غلبہ کے باعث آپ عالم دنیا میں تشریف لائے تا کہ امت کو تزکیہ و ایمان کی دولت سے نوازا جا سکے۔

وہ ہر عالم کی رحمت تھے کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی وجہ سے واصلین عالم قدس کو چھوڑ کر کمالات فیض نبوت سے سیراب و فیضیاب ہوتے ہیں اور مخلوق خدا کی ہدایت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

یہ وہی غفلت ہے جو نبیوں کو مقام نبوت سے اٹھا کر رسالت کے درجوں پر فائز کر دیتی ہے اور کاملین امت کے لئے یوں بھی ہو سکتا ہے کہ جو **راجعین الی الدعوة** **اور کاملین** عارفین جو فیض نبوت سے سرفراز ہیں، کو بھی کمالات رسالت سے شادکام اور فائز المرام کر دیتی ہے کیونکہ رسالت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے بالا ہے۔ **(واللہ ورسوله اعلم بحقيقة الحال)**”

نبوت، ولایت سے افضل ہے

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیا جاتا ہے نبوت ولایت سے افضل ہے یا ولایت، نبوت سے افضل ہے اس مسئلہ میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے۔

بعض صوفیاء کے نزدیک مطلق ولایت، نبوت سے افضل ہے۔

جبکہ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک، نبوت ولایت سے افضل ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی ہو۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے اس مسئلہ میں بیان فرمودہ معارف آپ سے پہلے کسی نے بھی بیان نہیں کئے چنانچہ آپ کے فرمودات کا خلاصہ پیش خدمت ہے آپ فرماتے ہیں۔

“ولایت، نبوت سے افضل ہے” کے قائلین ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوعین میں سے ہیں اور مقام نبوت کے کمالات سے بے خبر ہیں، مقام نبوت کو مقام ولایت کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی کہ غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔ نبوت،

ہبوط (نزول) کے مرتبہ میں کلی طور پر مخلوق کی طرف متوجہ ہے اور ولایت کو ہبوط کے مرتبہ میں مخلوق کی طرف پوری توجہ نہیں ہے بلکہ اس کا باطن حق کی طرف ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کی طرف اس کا راز یہ ہے کہ صاحب ولایت نے مقامات عروج کو پوری طرح طے نہیں کیا اور نزول کر لیا ہے اس لئے لازمی طور پر اس کو فوق کی نگرانی ہر وقت دامنگیر ہے اور کلی طور پر اس کی توجہ خلق کے ساتھ ہونے میں مانع ہے برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے عروج کے تمام مقامات طے کر کے ہبوط فرمایا ہے لہٰذا وہ پورے طور پر مخلوق کو حق جل سلطانہ کیطرف دعوت دینے میں متوجہ ہے۔

ولایتِ اولیاء اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف سراغ دیتی ہے اور ولایت انبیاء حق تعالیٰ کی اقربیت کا نشان بتاتی ہے اور ولایت اولیاء شہود کی طرف دلالت کرتی ہے اور ولایت انبیاء اس مجہول کیفیت (بے کیفی و بے رنگی) کی نسبت کا ثبوت دیتی ہے اور ولایت اولیاء اقربیت کو نہیں پہچانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں جانتی کہ کہاں ہے اور ولایت انبیاء اقربیت کے باوجود قرب کو عین بُعد جانتی ہے اور شہود کو عین غیبت سمجھتی ہے۔ (مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات مکتوب ۷۷ جلد دوم میں ملاحظہ ہوں)

ایں آں غفلت ست کہ صحو را بر سکر ترجیح می

یہ وہ غفلت ہے جو صحو کو سکر پر ترجیح دیتی ہے[۴۶] یہ وہ غفلت ہے

نماید، ایں آں غفلت ست کہ نبوت را بر ولایت افضل می

جو نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتی ہے کوتاہ

گرداند ۔ علیٰ رغمِ القاصِرِین،

اندیشوں کے برخلاف۔

[۴۶] بوجہ غفلت صحو کی سکر پر فضیلت

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بنا پر صحو کو سکر پر ترجیح وفضیلت حاصل ہے۔

حالت سکر میں ولی بے ہوشی کے عالم میں دعوے کرتا ہے جبکہ صاحب صحو از راہ تواضع اپنے تہی دامن ہونے کا اظہار کرتا ہے صحو کا مرتبہ نبیوں کا ہے کہ جب کفار نابنجار نے معجزات وکمالات کے ظہور کا مطالبہ کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی میں تو بندہ بشر ہوں بس یہی ''غفلت'' ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو ساری دنیا سے ممتاز کر دیا۔

سکر وصحو کی قدرے وضاحت پیش خدمت ہے۔

انوار غیب کے غلبے سے ظاہری وباطنی احکام میں امتیاز اٹھ جانا سکر ہے اور غیبت کے بعد کسی وارد قوی کے سبب امتیاز واحساس کا واپس لوٹ آنا صحو ہے حالت سکر میں غلبہ احوال کی بنا پر اہل سکر سے جو اقوال وافعال صادر، سرزد ہوں وہ پایۂ اعتبار سے ساقط اور ناقابل سند ہوتے ہیں ایسی حالت میں صادر ہونے والے کلمات کو شطحیات کہتے ہیں اور حالت صحو میں ان کا تدارک لازم ہوتا ہے۔ سکر اولیاء کے

مرتبے سے تعلق رکھتا ہے اور صحو انبیاء کے مرتبے سے متعلق ہے یہی حق الیقین کا مرتبہ ہے جہاں سالک ممکن کو ممکن اور واجب کو واجب جانتا ہے اور اس پر مقام عبدیت اور مقام بقا کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات مکتوب ۲ جلد اول)

یہ وہی غفلت ہے کہ **افضل البشر بعد الانبیاء** حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس کی دعائیں کرتے ہیں کہ اے کاش میں (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نہ ہوتا بلکہ سہو مصطفیٰ (ﷺ) ہوتا۔

ذات رسالت مآب اور نسیان

احادیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ کے نسیان کے متعلق آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر پڑھائی اور دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تو ذوالیدین (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے **اَقُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَمْ نَسِیْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ** (ﷺ) نماز کم ہو گئی یا آپ بھول گئے؟ تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: **کل ذالک لم یکن** فرمایا کچھ بھی نہیں ہوا۔ (موطا امام مالک)

نسیان کی وجہ خود حضور اکرم ﷺ نے یوں بیان فرمائی۔

اِنِّیْ لَاَنْسٰی اُنَسّٰی لِاَسُنَّ (موطا امام مالک کتاب السہو)

یعنی میں اس لئے بھولتا یا بھلایا جاتا ہوں تا کہ کوئی سنت قائم کردوں۔

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں **لَسْتُ اَنْسٰی وَلٰکِنْ اُنَسّٰی** (الشفاء جلد دوم)

میں بھولتا نہیں لیکن بھلایا جاتا ہوں۔

یاد رہے کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ امور تبلیغیہ میں آپ پر سہو اور نسیان طاری نہیں ہو سکتا کہ آپ رشد و ہدایت کی

تبلیغ فرمائیں اور کوئی غلط بات بتلا دیں البتہ دنیوی معاملات اور عبادات میں بعض اوقات آپ پر نسیان طاری ہو جاتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ علی الفور آپ کو امر واقعہ سے آگاہ فرما دیتا تھا اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ امورِ اعتقادیہ میں آپ پر نسیان نہیں آ سکتا۔ (شرح مسلم للنووی جلد اول)

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کے سامنے حضور، ادنیٰ ترین خادم کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ حضور میں عارف کو بارگاہ قدس کی حاضری نصیب ہوتی ہے جبکہ غفلت میں حضور کے بعد نزول ہوتا ہے۔

یہ وہی غفلت ہے کہ جس میں عارف واصل کو حضور وشہود کے بعد مسند دعوت وارشاد پر متمکن کرنے کیلئے عالم قدس سے عالم خلق کی طرف بھیجا جاتا ہے تو بظاہر یہ تنزل ہوتا ہے لیکن حقیقت میں رفعت اور بلندی ہوتی ہے۔

یہ وہی غفلت ہے کہ اس غفلت کا وصول اس کے حصول کا زینہ ہے۔

(وصول اور حصول کے درمیان فرق اگلے منہا میں ملاحظہ فرمائیں)۔

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت قطب ارشاد کو قطب ابدال پر فضیلت نصیب ہوتی ہے جبکہ بعض لوگوں کا مؤقف یہ ہے کہ قطب ابدال قطب ارشاد سے افضل ہوتا ہے۔ قطب ارشاد اور قطب ابدال کی قدرے وضاحت ہدیہء قارئین ہے۔

ایں آں غفلت ست که بسبب آں قطب ارشاد از قطب
یہ وہ غفلت ہے جس کی بدولت قطب ارشاد قطب ابدال[۴۷] پر
ابدال افضلیت پیدا می کند، ایں آں غفلت است که
فضیلت حاصل کر لیتا ہے یہ وہ غفلت ہے کہ جس کی تمنا سیدنا
صدیق اکبر رضی اللّٰہ عنہ آرزوئے آں می نماید، آنجا که
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اس مقام پر فرماتے ہیں اے کاش!
می فرماید "یَا لَیْتَنِی کُنْتُ سَھوَ مُحَمّد" ایں آں غفلت ست که
میں حضرت محمد (ﷺ) کی بھول ہوتا یہ وہ غفلت ہے کہ حضور،
حضور کمینہء خادم اوست، ایں آں غفلت ست که
اس کا ادنی خادم ہے یہ وہ غفلت ہے کہ وصول اس کے حصول کا پیش
وصول مقدمہ حصول اوست، ایں آں غفلت ست که
خیمہ ہے یہ وہ غفلت ہے جو بظاہر تنزل ہے لیکن حقیقت
بصورت تنزل ست و بحقیقت ترفع،
میں عروج ہے۔

---

[۴۷] **قطب ارشاد**

یہ اولیائے ظاہرین میں سے ہوتا ہے خلافت الٰہیہ اور نیابت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے سرفراز ہوتا ہے مخلوق کیلئے ہر قسم کے ایمان وہدایت اور حسنات وبرکات کا ذریعہ اور گناہوں سے مغفرت کا وسیلہ ہوتا ہے دینی اور تشریعی امور اس کے تصرف

ایں آں غفلت ست کہ خواص رابعوام مشتبہ می سازد و

یہ وہ غفلت ہے جو خواص کو عوام کے مشابہ بنادیتی ہے اور ان کے کمالات

قباب کمالات ایشاں می گردد۔

کا لباس (حجاب) ہو جاتی ہے۔

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

اگر میں اس کی شرح بیان کروں تو بے حساب ہو جائے۔

القلیلُ یدلُّ علَی الکَثیر والقطرۃُ تنبیء عنِ البحرِ الغَدیر والسلامُ علٰی

قلیل، کثیر پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ بحر بے کنار کی خبر دیتا ہے اور سلامتی ہو اس پر جو

من اتّبعَ الھُدٰی والتزم متابعۃَ المُصطفٰے علیہ وعلٰی آلہ من الصلوات

ہدایت کی پیروی کرے اور (حضرت) مصطفٰے ان پر اور ان کی آل اطہار پر اتم اور اکمل

والتسلیمات اتمّھا واکمَلھا .

درود و سلام ہو کی اتباع کو لازم کرے۔

میں ہوتے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں قطب ارشاد ہدایت وارشاد (دعوت) سے متعلق امور میں وصول فیض کا واسطہ ہوتا ہے۔

قطب ابدال

قطب ابدال ان فیوض وبرکات کے پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے جو عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھتے ہیں لہذا پیدائش، رزق رسانی، مصائب کو دور کرنا، بیماریوں کو دور کرنا اور صحت وعافیت کا حصول قطب ابدال کے مخصوص فیوضات سے تعلق رکھتے

ہیں دنیوی اور تکوینی اموراس کے تصرف میں ہوتے ہیں۔

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی برکت سے اولیائے عشرت، اولیائے عزلت سے فضیلت پاتے ہیں اولیائے عزلت اور اولیائے عشرت کی قدرے وضاحت پیش خدمت ہے۔ اولیائے عزلت یہ وہ ولی ہوتے ہیں جو دنیوی تعلقات اور معاملات سے کنارہ کش ہوکر پہاڑ کی کھوہ اور جنگلات میں یادالٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔

جبکہ اولیائے عشرت وہ ولی ہوتے ہیں جو دنیا میں رہ کر دنیوی معاملات اور تعلقات کو بھی سنبھالتے ہیں اور وعظ وتبلیغ، درس وتعلیم کے ذریعے مخلوق خدا کیلئے رشدو ہدایت اور ایمان ومعرفت کا سامان بھی بہم پہنچاتے ہیں جنہیں علمائے ربانیین بھی کہا جاتا ہے۔

ان کی کیفیت کچھ یوں ہوتی ہے۔

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی وجہ سے کاملین اور خواص عامۃ الناس کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں کہ لوگوں کیلئے ان کاملین اور عام لوگوں کے درمیان فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے اس لئے وہ انہیں اپنے جیسا تصور کر کے انکار واعتراض کے گرداب میں پھنس جاتے ہیں چنانچہ منکرین نے زبان طعن دراز کرتے ہوئے یوں کہہ دیا جیسا کہ آیات کریمہ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا اور وَقَالُوْا مَا لِھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ سے عیاں ہے۔ سعادت مند ہیں وہ لوگ جو حدت بصر اور تیزی نظر کے باعث اہل اللہ کی باطنی صفات کو ملاحظہ کرتے ہیں، دراصل اہل اللہ مصر کے دریائے نیل کی مانند ہیں جو محجوبین کیلئے طوفانِ بلا اور محبوبین کیلئے آب شفا ہیں بقول شاعر

آب نیل ست و بقبطی خون نمود
قوم موسیٰ را نہ خوں بود آب بود
بن گیا خونی جو قطبی کیلئے
نیل ہی تھا قوم موسیٰ کے لئے

اگر اہل اللہ کی عوام کالانعام کے ساتھ مشابہت ومناسبت نہ ہوتی اور افادہ اور استفادہ کی راہیں مسدود ہو جاتیں تو لوگوں کے قلوب کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ کیسے ہوتا۔

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بنا پر حضور اکرم ﷺ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے گئے حالانکہ آپ کے ساتھ جسمانی قرب کی وجہ سے سفر وحضر، جلوت وخلوت، صلح وجہاد، امن وغزوات وغیرہا میں مساوی اور متوازی تھے یہ اسی غفلت کا نتیجہ وثمرہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ وہاں تک گئے جہاں تک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تصور بھی نہ جاسکا۔ اللّٰہ اکبر !

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ مقام غفلت وہ عظیم الشان مرتبہ ہے اگر میں اس کی تفصیلات وتشریحات کرتا چلا جاؤں تو وہ شمارو حصار سے وراء ہونگی یہاں جو چند مثالیں بیان کی گئی ہیں یہ ایسے ہی ہیں جیسے قلیل، کثیر پر اور قطرہ، غدیر (حوض) پر دلالت کرتا ہے اس شخص پر سلامتی ہو جو راہ ہدایت اور اتباع نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات پر گامزن رہے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

منہا-۱۴

حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام انبیائے

درمیان سائر انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات

کرام علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے درمیان تجلی ذاتی کے ساتھ

بتجلیٔ ذاتی ممتاز است، وبایں دولت کہ فوق جمیع

ممتاز ہیں [1] اور اس دولت کے ساتھ جو تمام کمالات سے بلند ہے مخصوص

کمالات است مخصوص، وکمل تابعان او را ازیں مقام

ہیں اور ان کے کامل تابعداروں کیلئے اس مقام

خاص نصیب ست۔

خاص سے حصہ ہے۔

---

[1] **حضور اکرم ﷺ کا خصوصی امتیاز**

اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ النورانی رحمۃ للعالمین، ختم المرسلین حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے اس خصوصی امتیاز کو بیان فرمارہے ہیں کہ جس کی بدولت آپ جملہ انبیائے کرام ورسل عظام علیہم الصلوات والتسلیمات میں ممتاز ہیں اور وہ خصوصی اختصاص تجلی ذاتی ہے جو تمام کمالات سے بالا ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ کی

گفتہ نشود کہ بریں تقدیر لازم می آید، کہ کمل ایں امت

یہ نہ کہا جائے کہ اس تقدیر سے لازم آتا ہے کہ اس امت کے کاملین تمام

افضل باشند از سائر انبیاء، وایں خلاف معتقد اہل سنت

نبیوں سے افضل ہوگئے اور یہ اہل سنت وجماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

و جماعت ست، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کے اعتقاد کے خلاف ہے۔

امت کے کامل تابعداروں کو بھی اس مقام خاص سے حظ وافر نصیب ہوتا ہے۔ تجلی ذاتی کے بارے میں قدرے وضاحت ہدیۂ قارئین ہے۔ تجلی کی تعریف کرتے ہوئے عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

اَلتَّجَلِّیُ: ظُھُوْرُ الشَّیِٔ فِیْ الْمَرْتَبَۃِ الثَّانِیَۃِ کَظُھُوْرِ زَیْدٍ فِی الْمِرْاٰۃ

یعنی کسی شئی کے دوسرے مرتبہ میں ظہور کو تجلی کہا جاتا ہے جیسے زید کی صورت کا آئینے میں ظاہر ہونا۔ (تفسیر مظہری جلد سوم)

ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو تجلی بلاواسطہ ہو اسے تجلی ذاتی کہا جاتا ہے جیسا کہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات نور ذاتی سے عبارت ہے۔ آپ ﷺ کے نور ذاتی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور بغیر کسی مادے اور واسطے کے پیدا فرمایا ہے۔

تجلی کی اقسام

اہل طریقت نے تجلی کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ تجلی آثاری ۲۔ تجلی افعالی ۳۔ تجلی صفاتی ۴۔ تجلی ذاتی

وایں فضل نہ جزئی ست تا بآں رفع شبہہ

اور یہ جزوی فضیلت نہیں کہ اس سے شبہ کو دور کیا جائے بلکہ کلی (فضیلت)

کردہ شود ، بلکہ کلی ست۔ زیرا کہ تفاضل رجال

ہے کیونکہ بندوں کی ایک دوسرے پر فضیلت قرب الٰہی جلّ سلطانہ

بقرب الہی ست جلّ سلطانہ ، ہر فضیلتے کہ

کی بدولت ہوتی ہے جو فضیلت بھی ہے اس

ہست دون آں فضیلت ست۔

فضیلت سے کم ہے۔

تجلی ذاتی انتہائے قرب کا نام ہے۔

حضرت ابن عربی اور تجلی ذاتی

حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک تجلی ذاتی خاتم الولایت کے ساتھ مخصوص ہے اور خاتم الولایت سے مراد وہ اپنی ذات لیتے ہیں بعض وجودی صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن العربی کی خاتم الولایت سے مراد غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ ہیں اور بعض کے نزدیک خاتم الولایت سے مراد وارث کمالات محمدیہ، حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ واللہ اعلم

درجواب گویم که لازم نمی آید ازیں که کمل ایں امت را
جواب میں ، میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امت
ازاں مقام نصیب است وصول اینہا بآں مقام ۔ وفضیلت
کے جن کاملین کو اس مقام سے حصہ ملتا ہے ان کا اس مقام تک
مربوط بوصول است ۔ نہایت عروج کمل ایں امت که
وصول ہوگیا ہے ۔ اورفضیلت وصول کے ساتھ مربوط ہے اس امت ،
خیر الامم است
جوتمام امتوں سے بہتر ہے،

حضرت امام ربانی اور تجلی ذاتی

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک تجلی ذاتی خاتم رسالت علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اولیائے کرام میں سے کسی کے ساتھ بھی تجلی ذاتی مخصوص نہیں البتہ حضور اکرم ﷺ کی نیابت وتبعیت ووراثت میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے اولیائے کاملین کو تجلی ذاتی کا حصہ ملتا ہے اس ضمن میں اگر حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کو تجلی ذاتی سے حصہ ملا تو انکار نہیں لیکن تجلی ذاتی ان کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ دیگر اولیائے کرام بھی اس مرتبہ سے مشرف ہیں۔

تا تحت اقدام انبیاء است علیہم الصلوات والتسلیمات۔

کے کاملین کا انتہائی عروج انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے قدموں

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ افضل جمیع بشر است،

کے نیچے تک ہے ۲ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو نبیوں علیہم الصلوات والتسلیمات

بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات، نہایت

والتحیات کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا انتہائی عروج کسی نبی کے

عروج او تا تحت قدم نبی است کہ دون جمیع انبیاء ست۔

قدم کے نیچے تک ہے جو تمام نبیوں سے کم ہیں۔

۲ ایک اعتراض اوراس کا جواب

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک اعتراض کا تذکرہ فرمارہے ہیں اعتراض یہ ہے کہ انبیاء کرام میں سے تجلی ذاتی صرف حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے کامل اولیاء کو بھی اس تجلی ذاتی سے حصہ نصیب ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اولیائے کاملین کو انبیائے کرام علیہم السلام پر کلی فضیلت حاصل ہے کیونکہ فضیلت کا باعث قرب الٰہی جل سلطانہ ہے اولیاء کی انبیائے کرام پر کلی فضیلت کا قول اہل سنت و جماعت کے عقائد کے خلاف ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز جواباً ارشاد فرماتے ہے کہ جو کاملین امت تجلی ذاتی سے سرفراز ہوئے ہیں اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ تجلی ذاتی کے مقام تک واصل ہوگئے کیونکہ کسی مقام کا حصول اور چیز ہے اور وصول اور چیز ہے کسی مقام کا حاصل ہونا اور ہے، واصل ہونا اور ہے۔ تجلی ذاتی تک اولیائے کرام کا حصول ہے

غایۃُ ما فِی الباب کمل تابعان ایں امت را در مقام تحت از

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس امت کے کامل پیروکاروں کو نیچے

کمالات مقام فوق الفوق کہ مخصوص بہ پیغمبرِ ایشان

کے مقام میں مقام فوق الفوق کے کمالات جو ان کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ

ست علیہ الصلوٰۃ والسلام نصیب تمام ست. خادم ہر جا باشد

والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں سے پورا حصہ ملتا ہے خادم خواہ کہیں ہو اسے مخدوم کا

اُولش مخدوم باو خواہد رسید ، خادم دور بطفیل مخدوم

پس خوردہ پہنچ جاتا ہے دور کا خادم مخدوم کے طفیل وہ کچھ پاتا ہے جو قریبیوں کو

آں یابد کہ نزدیکاں را بے دولت خدمت میسر نہ گردد

خدمت کی دولت کے بغیر میسر نہیں ہوتا۔

وصول نہیں حضور اکرم ﷺ کو تجلی ذاتی کا وصول حاصل ہے حصول میں واسطہ ہوتا ہے چونکہ اولیاء کرام کو حضور اکرم ﷺ کی وساطت سے تجلی ذاتی حاصل ہوتی ہے اس لئے ان کی فضیلت کا قول درست نہیں فضیلت انبیاء کرام کیلئے ہی ہے۔ (وللہ الحمد)

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اپنے بیان فرمودہ جواب کو مزید مؤکد فرما رہے ہیں کہ اہل طریقت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم ہوتا ہے تو امت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے کاملین انتہائے عروج کے باوصف پھر بھی کسی نہ کسی نبی (علیہ السلام) کے زیر قدم ہی ہونگے بلکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو نبیوں کے بعد سب سے افضل بشر ہیں اور تمام امتوں میں سب سے اعلیٰ ہیں انکا انتہائے عروج بھی کسی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے زیر

درقافلۂ که اوست دانم نه رسم
وہ جس قافلہ میں ہے میں جانتا ہوں کہ نہیں پہنچوں گا
ایں بس که رسد زدور بانگ جرسم
بس یہی ہے کہ مجھ تک دور سے گھنٹی کی آواز پہنچے

باید دانست که مریدان راگاه ہست که این توہم
جاننا چاہئے کہ مریدوں کو کبھی یہ وہم اپنے پیروں کے بارے
درحق پیران خود پیدا می شود، وحصول مقامات پیران،
میں پیدا ہو جاتا ہے اور پیرو ں کے مقامات کا حصول ان کو برابری کے
ایشاں را در تخیل مساوات اندازد
خیال میں ڈال دیتا ہے۔

قدم ہی ہے لہٰذا جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جوامت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات) میں سب سے افضل ہیں وہ کسی نبی سے فضیلت نہیں رکھتے تو دیگر اولیائے کاملین انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل کیسے ہو سکتے ہیں؟

اولیاء انبیاء کرام کے زیر قدم ہوتے ہیں

اولیاء اللہ، انبیائے کرام کے وارث اور نائب ہوتے ہیں اور انبیاء سے ہی اقتباس فیض کرتے ہیں جس ولی کو جس نبی سے فیض ملتا ہے اس کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ولی فلاں نبی کے قلب پر یا زیر قدم ہے چنانچہ جو ولی حضرت آدم علیہ السلام

حقیقت معاملہ این ست که مذکور شد۔ حصول

حقیقت معاملہ یہی ہے جو مذکور ہوا ۔ برابری کا حصول اس تقدیر پر ہوتا

مساوات بر تقدیر وصول بآں مقامات است ، نہ بر تقدیر

ہے جب ان مقامات تک واصل ہو نہ کہ ان مقامات کے حصول کی صورت

حصول آں مقامات ، کہ حصول طفیلی است ۔

میں کیونکہ حصول طفیلی ہے۔

کے زیر قدم ہو، اسے آدمی المشرب کہا جاتا ہے جو ولی حضرت نوح علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے نوحی المشرب کہا جاتا ہے جو ولی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے ابراہیمی المشرب کہا جاتا ہے جو ولی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے موسوی المشرب کہا جاتا ہے جو ولی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہو اسے عیسوی المشرب کہا جاتا ہے اور جو ولی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زیر قدم ہو، اسے محمدی المشرب کہا جاتا ہے۔

اولیاء کی اقسام بلحاظ مشرب

یہ بھی یاد رہے کہ اولیاء کی دو قسمیں ہیں:

۱......محمدی المشرب ۲......غیر محمدی المشرب

محمدی المشرب اولیاء

یہ اولیاء محبوب بالذات ہوتے ہیں سرور عالم ﷺ کے زیر قدم ہیں اور آپ کے ہی مشرب اور مبداء فیض سے اقتباس فیض کرتے ہیں اس لئے ان کے مبادی فیوض ’ظلال شیونات علم‘‘ ہیں۔

غیر محمدی المشرب اولیاء

یہ اولیاء محبوب بالعرض یا محبّ ہوتے ہیں دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات کے زیرقدم ہیں اور ان کے مشارب مبادی ء فیوض سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کے مبادی ء فیوض ''ظلال صفات ثبوتیہ'' ہیں۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۱،۴)

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اب ماسابق کا خلاصہ اور لب لباب بیان فرما رہے ہیں کہ کاملین امت نبیوں کے زیرقدم ہوتے ہیں انبیائے کرام کے بلند سے بلندتر کمالات سے کیسے حصہ پاتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ شریف وعزیز وکریم لوگوں کے کھانے کا دسترخوان بچھتا ہے تو ان کے کھانا تناول کر لینے کے بعد جو پس خوردہ ہوتا ہے ان کے مخدوموں کے صدقے وہ خدام کو بھی تبرک مل جاتا ہے ایسے نبی جنہیں تجلی ذاتی کا مقام حاصل ہوتا ہے ان سے وہ اولیائے کاملین جو خوشہ چین اور زیرقدم ہوتے ہیں انہیں بھی تجلی ذاتی سے کچھ نہ کچھ امتی اور خادم ہونے کی حیثیت سے حصہ مل ہی جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نثر میں برمحل اشعار استعمال فرماتے ہیں جو آپ کے ادیبانہ ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے مکتوبات شریفہ اور دیگر تصانیف لطیفہ کو فارسی ادب میں خاص مقام حاصل ہے۔

زیرنظر شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین امت کو مقام تجلی ذاتی تک وصول تو نہیں ہوتا لیکن حضور اکرم ﷺ کے طفیل انبیائے کرام کے زیرقدم ہونے کی بدولت تجلی ذاتی سے کچھ حصہ تو مل ہی جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصالت اور ہے اور طفیلیت اور ہے بقول شاعر

منگتے تو ہیں منگتے کوئی شاہوں میں دکھا دو
جس کو مری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

ازیں جا کسے گمان نہ کند کہ مرید مساوی پیر خود

اس جگہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ پیر اپنے مرید کے برابر نہیں ہو سکتا [۳] ایسا

نباشد نہ چنیں است، بلکہ مساوات مجوزست، بلکہ واقع

نہیں ہے بلکہ مساوات جائز ہے بلکہ ایسا ہوا ہے لیکن اس مقام کے حصول

لیکن فرق درمیان حصول آں مقام ووصول بآں مقام بسیار

اور اس مقام کے وصول کے درمیان بہت باریک فرق ہے۔ ہر مرید کو یہ

دقیق ست، ہر مرید بایں دولت مہتدنیست، کشف

دولت نصیب نہیں ہوتی۔ اس فرق کو جاننے کے لئے کشف صحیح اور الہام

صحیح والہام صریح دریں فرق در کار است، واللہ سبحانہ

صریح درکار رہے اللہ سبحانہ درست بات الہام کرنے والا ہے اور سلام ہو اس

الملہم بالصواب والسلام علیٰ من اتبع الہُدٰی

شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

۳ اپنے آپ کو شیخ کے برابر سمجھنا وہم ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ فرما رہے ہیں وہ یہ ہے کہ کبھی کبھار مرید خود کو اس مقام میں دیکھتے ہیں جس مقام پر انکا شیخ جلوہ افروز ہوتا ہے اس لئے وہ مشائخ کی برابری کے زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ مریدوں کا یہ مقام حصول ہوتا ہے اور مشائخ کا مقام وصول ہوتا ہے۔ مقام وصول کا تعلق اصالت کے ساتھ ہے اور مقام حصول کا تعلق نیابت وتبعیت کے ساتھ ہے قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز نے اس سلسلہ میں سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ العزیز اور ان کے شیخ مکرم حضرت سرّی سقطی قدس سرہٗ العزیز کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ میں ان کے مریدین نے حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے وعظ و نصیحت کی درخواست کی مگر انہوں نے اپنے شیخ کی موجودگی میں وعظ کہنے سے انکار کر دیا چنانچہ ایک شب حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی تو انہوں نے وعظ کہنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا خدا نے تمہارے کلام کو مخلوق خدا کیلئے ذریعہ نجات بنایا ہے جب بیدار ہوئے تو دل میں خیال آیا شاید میرا مقام میرے شیخ طریقت سے بلند تر ہو گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وعظ کہنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ صبح ہوئی تو حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید کے ذریعے پیغام بھیجا کہ مریدوں کے کہنے پر وعظ شروع نہ کیا مشائخ بغداد کی سفارش بھی رد کر دی میرے حکم کی بھی تعمیل نہ کی اب تو حضور اکرم ﷺ کا حکم ہے، بجالاؤ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ متنبہ ہو گئے کہ شیخ سرّی ان کے ظاہری و باطنی احوال سے آگاہ ہیں انکا درجہ مجھ سے بلند تر ہے کیونکہ وہ جنید کے اسرار سے واقف ہیں اور جنید ان کے حال سے بے خبر ہے چنانچہ حضرت جنید، شیخ سرّی کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے وعظ کا حکم فرمایا ہے ارشاد فرمایا خواب میں ہاتف غیب نے بتایا ہے کہ حضور ﷺ جنید کو حکم وعظ فرمانے گئے ہیں تا کہ بغداد کے لوگ مستفید ہوں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ اپنے مرید کے ہر حال سے باخبر ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ بعض اوقات مرید اس زعم فاسد میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جو مقام و مرتبہ مجھے حاصل ہوا ہے وہ میری ذاتی محنت و ریاضت و کوشش کا ثمرہ ہے جو دلیل محرومی ہے بلکہ بسا اوقات دلیل بدبختی بھی بن جاتا ہے حالانکہ مرید کو جو بھی مرتبہ و مقام ملتا ہے وہ شیخ کی وساطت اور توجہات کی بدولت ملتا ہے۔

ایک شبے کا ازالہ: حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ایک شبے کا ازالہ فرما رہے ہیں وہ یہ کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ مرید مرتبے میں شیخ کے برابر ہو ہی نہیں سکتا آپ فرماتے ہیں کہ مرید روحانی مدارج اور باطنی منازل میں شیخ کے

برابر ہوسکتا ہے بلکہ ایسا ہوا بھی ہے۔

لیکن یہ بہت ہی شاذ ہے جو اخصِ خواص کے ساتھ مخصوص ہے امت میں معدودے چند افراد ہونگے جو اس شرف سے مشرف ہونگے نیز اپنے شیخ پر اپنے شیخ ہی کی بدولت یہ اعزاز حاصل ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ حضرت امام ربانی قدس سرہ' کا اپنی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جو ہزار سال کے مجدد، عارف اکمل اور قیوم ہیں اور اقطاب واوتاد کے قدوہ اور ابدال وافراد کے قبلہ ہیں کہ جن کی آمد کی بشارت خود سرور عالم ﷺ نے اپنے ارشادات عالیہ میں بیان فرمائی ہے جیسا کہ یَکُوْنُ رَجُلٌ فِی اُمَّتِیْ یُقَالُ لَهٗ صِلَةٌ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ كَذَا وَ كَذَا (جمع الجوامع، طبقات کبریٰ جلد ہفتم) سے واضح ہے۔

یاد رہے کہ بعض اوقات مرید مرتبے میں اپنے شیخ سے آگے بھی بڑھ جاتا ہے مگر اس میں شیخ کی دعائیں اور توجہات شامل حال ہوتی ہیں چنانچہ شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جس سے حضرت امام ربانی قدس سرہ' العزیز کا علو مرتبت معلوم ہوتا ہے۔

میاں شیخ احمد آفتابی است کہ مثل ما ہزاراں ستارگان درضمن ایشاں گم است واز کمل اولیائے متقدمین خالِ خالے مثل ایشان گذشتہ باشند

ترجمہ : میاں شیخ احمد (سرہندی) ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کے ضمن (انوار) میں گم ہیں اور کاملین اولیاء متقدمیں میں ان جیسا کوئی خال خال ہوا ہوگا یعنی بہت کم۔ (زبدۃ المقامات دراحوال میر محمد نعمان، حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۲۹)

جب کبھی مرید کو بھی اس مقام تک رسائی نصیب ہوجائے جہاں اس کا شیخ پہنچا ہو لیکن دونوں کے پہنچنے میں فرق ہے مرید کو مقام حصول نصیب ہوا ہے اور شیخ کو مقام وصول میسر ہے وصول اور حصول کے درمیان فرق اس قدر دقیق اور باریک ہے کہ جس کے درمیان امتیاز کرنا ہر مرید کے بس کا روگ نہیں ان کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے اللہ تعالیٰ ہی درست کشف والہام فرمانے والا ہے۔

منہا - ۱۵

درویشے پرسید، کہ سبب چیست؟ کہ روندۂ ایں راہ

ایک درویش نے دریافت کیا کہ اس کا سبب کیا ہے کہ اس راہ پر چلنے والے پر

راحالتے رُو می دہد وزمانے می ایستد، وبعدازاں متواری

ایک حالت ظاہر ہوتی ہے اور ایک زمانے تک برقرار رہتی ہے اور اس کے بعد پوشیدہ

می گردد، وپس از مدتے بازہماں حالت آشکارا می شود،

ہوجاتی ہے اور ایک مدت کے بعد پھر وہی حالت ظاہر ہوجاتی ہے اور کچھ عرصہ بعد

وبعداززمان باز متواری می گردد، وہٰکذا الی ماشاء اللّٰہ تعالیٰ

پھر غائب ہوجاتی ہے اور ایسا ہی ہوتا رہتا ہے[1] جب تک اللّٰہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

[1] ایک سوال اور اس کا جواب

زیرِ نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک سوال کا جواب ارشاد فرمارہے ہیں سوال یہ ہے کہ کسی درویش نے آپ سے پوچھا تھا کہ جب سالک راہ طریقت، سنت وشریعت کے احکام اور شیخ کے بتائے ہوئے اسباق کو پابندی کے ساتھ بجالاتا ہے تو اس پر احوال وکیفیات کا ورود ہوتا ہے تو سالک خوشحال اور محظوظ ہوتا ہے لیکن اچانک وہ احوال غیب ہوجاتے ہیں اور کیفیات پوشیدہ ہوجاتی ہیں تو سالک پریشاں ہوجاتا ہے یونہی بار باران احوال وکیفیات کا ظہور واخفاء ہوتا رہتا

جوابش آنست که آدمی راهفت لطیفه است ومدت

جواب اس کا یہ ہے کہ آدمی کے سات لطیفے ہوتے ہیں اور ہر لطیفے

دولت وسلطان هرلطیفه جداست پس اگر واردے برالطف

کی حکومت اور غلبہ جدا جدا ہے پھر ان میں لطیف ترین لطیفے پرکوئی

اینها ورود نمود، وحالتے قوی نزول فرمود، کلیت سالك

وارد ہوتی ہے اور کوئی قوی حالت نزول فرماتی ہے سالک کی

برنگ آں لطیفه منصبغ می گردد، وآں حال درجمیع لطائف

مجموعی کیفیت اس لطیفے کے رنگ میں رنگی جاتی ہے اور وہ حال تمام

سرایت می کند،

لطیفوں میں سرایت کرجاتا ہے۔

ہے باطنی حالت ایک جیسی نہیں رہتی اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان عالم خلق اور عالم امر کے سات لطائف کا مجموعہ ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱......قلب ۲......روح ۳......سر ۴......خفی ۵......اخفیٰ ۶......نفس ۷......قالبیہ

امام الطریقہ، غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ العزیز کے قول ”خدا تک پہنچنے کے سات قدم ہیں“ سے مراد یہی سات لطائف ہیں۔

لطائف کا غالب ومغلوب ہونا

سات لطائف میں سے کبھی لطیفہ قلب کو دیگر لطائف پر غلبہ وتفوق حاصل

وتا زمانے کہ دولت آں لطیفہ ثابت است آں حال

اور جتنے عرصے تک اس لطیفے کی سلطنت قائم رہتی ہے وہی حال برپا رہتا

برپاست۔ وچوں دولت آں لطیفہ منقضی گشت آں حال

ہے اور جب اس لطیفے کی حکومت پوری ہوجاتی ہے وہ حالت زائل ہوجاتی ہے

زائل می شود، وبعداز مدتے اگر آں حال رجوع نماید از

اور ایک مدت بعد اگر وہی حالت طاری ہوجائے دو حال سے خالی نہیں

دو حال خالی نیست، یا بر ہماں لطیفۂ اولیٰ رجوع نماید،

ہے یا اسی پہلے لطیفے کی طرف رجوع کرتی ہے۔

ہوجاتا ہے اور دوسرے لطیفے مغلوب ہوجاتے ہیں تو جو کیفیت اس لطیفہ پر طاری ہوتی ہے وہی کیفیت دیگر لطائف پر طاری ہونے کی وجہ سے سالک شادمانی وفرحت سے سرشار ہوتا ہے بقدر استعداد اس لطیفہ کی دوسرے لطائف پر حکومت وغلبہ رہتا ہے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ کی حکمت وعنایت سے کوئی اور زیادہ قوی لطیفہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پہلے غالب لطیفے کو مغلوب کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر لطائف پر بھی چھا جاتا ہے اس طرح سب لطائف کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے اب سالک پر جو نئی کیفیت طاری ہوتی ہے وہ پہلی کیفیت سے مختلف ہوتی ہے یوں ان لطائف سبعہ کا باہمی غالب ومغلوب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

مختلف لطائف کے جوش مارنے کی وجوہات

○...... بعض لطائف از خود اچھل پڑتے ہیں۔

دریں وقت راہ ترقی برآں سالک مسدوداست۔ واگر بر

اس وقت ترقی کی راہ اس سالک پر مسدود ہو جاتی ہے اور اگر دوسرے

لطیفہ دیگر وارد شد راہ ترقی مفتوح گشت، ودراں

لطیفے پر وارد ہو تو ترقی کا رستہ کھل جاتا ہے اور اس دوسرے لطیفے میں

لطیفہ دیگر نیز معاملہ لطیفہ اولیٰ است، چہ

بھی پہلے لطیفے کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے کیونکہ زائل

بعداززائل شدن آں حال، اگر ہماں حال رجوع نماید

ہونے کے بعداس حالت کے اگر وہی حال لوٹ آئے۔

o...... شیخ کی نگاہ عنائت کارفرما ہوسکتی ہے۔
o...... شیخ کی دعا شامل حال ہوسکتی ہے۔
o...... شیخ کی توجہات قدسیہ کا عمل دخل ہوسکتا ہے۔
o...... سالک کی اپنی محنت وریاضت بھی ہوسکتی ہے۔
o...... محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوسکتا ہے۔

لطائف کے ایک دوسرے پر غالب ومغلوب ہونے کے دوران سالک کبھی کیفیت قبض سے دوچار ہوتا ہے اور کبھی کیفیت بسط سے سرشار ہوتا ہے اس دوران شیخ کی صحبت کے اثرات وتوجہات کی بدولت سالک کا دینی کاموں میں رجحان زیادہ ہوجاتا ہے محبت رسول (ﷺ) جوش مارتی ہے اعمال صالحہ اورافعال پسندیدہ بجالانے میں جوش وخروش ہوتا ہے اسے کیفیت انبساط کہتے ہیں مگر بعض اوقات حکمت الٰہیہ کے تحت وہ کیفیت سلب کرلی جاتی ہے جوش ماند پڑ جاتا ہے جذبات سرد

ازدوحال سابق خالی نیست ، وھٰکذا حال جمیع اللّطائف . پس
(تو) سابقہ (مذکورہ) دوصورتوں سے خالی نہیں ہے اور یہی حالت تمام لطیفوں کی ہوتی ہے
اگر آں وارد درجمیع لطائف بطریق اصالت سریان نمود، از
پھر اگر وہ وارد تمام لطیفوں میں اصالۃً سرایت کر جائے تو (سالک) حال سے مقام کی
حال بمقام انتقال فرمود ، واز زوال محفوظ گشت ۔ واللّٰہ
طرف منتقل ہوجاتا ہے اور زوال سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو سب سے
سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال والصلوٰۃ والسلام علی سید البشر والہ الاطہر.
زیادہ جانتا ہے اور درودوسلام ہوانسانوں کے سردار اور آپ کی آل اطہار پر ۔

ہوجاتے ہیں اسے کیفیت انقباض کہا جاتا ہے یہ کیفیت کبھی نقصان دہ بھی ثابت ہوتی ہے سالک اور صوفی جہالت کی بنا پر شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے داڑھی منڈا کر سر سے عمامہ اتار پھینکتا ہے نمازیں ترک کر کے گمراہ، آوارہ اور بے دین ہوجاتا ہے **العیاذ باللہ سبحانہ**

ایسی حالت میں اگر اللہ تعالیٰ کی عنائت دستگیری فرمائے اور اپنے شیخ کی توجہات اور مہربانیاں شامل حال ہوجائیں تو وہ گمراہی سے بچ جاتا ہے لطائف میں پھر جوش اور جذبہ وغلبہ پیدا ہوجاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا باطنی ارتقاء رک گیا تھا اب روحانی ترقی پھر سے شروع ہوگئی ہے۔

مزا تو تب ہے کہ جس لطیفے میں پہلے جوش پیدا ہوا تھا ، جس لطیفے کا پہلے احیاء ہوا تھا اس کے بعد وہ لطیفہ سرد ہوجائے اور دوسرے لطیفے میں گرمی اور جوش پیدا ہو یوں ہی درجہ بدرجہ ساتوں لطائف نئی کیفیات وواردات سے شادکام اور فائز المرام ہوں۔

بقول شاعر

بگفت احوال ما برق جہاں است
دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

لطائف کے ایک دوسرے پر غالب ومغلوب ہونے کے دوران سالکین پر مختلف کیفیات واحوال وارد ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے وہ کبھی آہ وبکا کرتے اور کبھی خوش وخرم نظر آتے ہیں کبھی مایوس سے ہوجاتے ہیں اور کبھی پرامید ہوجاتے ہیں کبھی دنیوی علائق سے منقطع ہوکر جنگلوں میں ڈیرا لگالیتے ہیں اور لوگوں سے میل جول سے کتراتے ہیں اور کبھی مخلوق خدا میں یوں گھل مل کر رہنا پسند کرتے ہیں کہ دنیادار نظر آتے ہیں یوں صوفیاء پر احوال کا تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔

پھر اس کے بعد اگر کسی زیادہ استعداد والے لطیفے پر انوار کا نزول اور احوال وفیوضات کا ورود ہوجائے تو وہ دیگر لطائف کو اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔ تو اس کی برکات دیگر لطائف پر غالب آجاتی ہیں اور سالک مکمل طور پر اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے جب تک اس لطیفہ کے احوال کی دوسرے لطیفوں پر حکومت وغلبہ رہتا ہے وہی کیفیت وحال قائم رہتا ہے۔

جب اس الطف لطیفے کا غلبہ وتفوق وحکومت ختم ہوجاتی ہے تو وارد شدہ حال غائب اور کیفیت زائل ہوجاتی ہے۔

اور اگر کچھ عرصہ بعد وہی حال دوبارہ سالک پر آجائے تو اس وقت سالک کی حالت وکیفیت دو حال سے خالی نہیں ہوگی اگر اسی پہلے لطیفے پر ہی احوال عود کر آئیں تو سالک کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی باطنی ارتقاء رکی ہوئی ہے مزید ترقی کی طرف گامزن نہیں اور اگر کسی دوسرے لطیفے پر وارد قوی نازل ہوا اور وہ لطیفہ جوش مار کر دیگر لطائف پر اپنا رنگ جمالے تو اسوقت سالک کو باطنی عروج اور روحانی ترقی نصیب ہورہی ہے۔

دوسرے لطیفہ کا معاملہ بھی پہلے لطیفہ کی مانند ہی ہے یعنی اگر دوسرے لطیفے سے کچھ عرصہ کے لئے وہ حال گم ہو جائے اور پھر اسی پر ہی لوٹ آئے تو ترقی کی راہ مسدود ہے اور دوسرے لطیفے پر غیوبت کے بعد اگر تیسرے لطیفے پر کوئی قوی وارد اور تجلی نازل ہو تو سالک کیلئے روحانی ارتقاء کی راہ وا ہے اگر یہی صورت حال باری باری تمام لطائف پر اصلی اور حقیقی طور پر وارد ہوتی رہے اور تمام لطائف منصبغ اور ممتزج ہوتے جائیں اور جملہ لطائف کو حکمرانی اور غلبے کی دولت نصیب ہو جائے تو اب سالک اور صوفی حال سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے یعنی درجہ بدرجہ لطائف کی رنگت وحکومت کے دوران سالک صاحب حال ہوتا ہے اور لطیفوں کے غلبے کے زوال سے محفوظ ہو کر ایک مقام پر قرار و تمکین مل جانے پر صاحب مقام بن جاتا ہے آگے حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اربابِ تلوین و تمکین

انہی تغیرات احوال کو اصطلاح تصوف میں تلوین کہا جاتا ہے صاحبانِ تلوین صوفیاء ولایت صغریٰ کے مرتبے میں ہوتے ہیں اربابِ تلوین کو صاحبانِ حال بھی کہا جاتا ہے جن صوفیاء کے احوال ایک جگہ پر بدستور قائم رہیں انہیں صاحبان تمکین کہا جاتا ہے۔

تلوین لون سے مشتق ہے سالک کا احوال وواردات کی وجہ سے باطنی طور پر مختلف رنگوں سے رنگا جانا تلوین کہلاتا ہے صاحب تلوین کو صاحب حال بھی کہتے ہیں۔

تمکین مکان سے ماخوذ ہے تو ایک جگہ پر پکا ہو جانا تمکین کہلاتا ہے صاحب تمکین کو صاحب مقام کہا جاتا ہے۔ صاحب مقام کو صاحب حال پر فضیلت حاصل ہے

(تلوین اور تمکین کی مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات مکتوب ۱۸ جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں

صاحب حال وصاحب مقام

صاحب حال وہ صوفی ہوتا ہے جس کی توجہات کے اثرات دوسروں پر پڑتے ہیں مگر توجہات کے کمزور وناقص ہونے کی وجہ سے تاثیر کم ہوتی ہے وہ حالات، واقعات اور جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے "گویا چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" کے مصداق کسی کو بدل نہیں سکتا بلکہ خود بدل جاتا ہے۔ بقول شاعر

ستارہ کیا میری تقدیر کی خبر دے گا
وہ تو خود ہے گردش افلاک میں خوار و زبوں

چونکہ صاحب حال تصرف کرتا ہے اس لئے اسے ابن الوقت کہا جاتا ہے۔

جبکہ صاحب مقام حال پر تصرف کرتا ہے جو حالات کے دھارے بدلتا اور جبین وقت پر مہر لگاتا ہے اس لئے اسے ابوالوقت کہا جاتا ہے۔ بقول شاعر

ع حالات کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

چونکہ صاحب مقام لوگوں کی تقدیریں بدلنے پر مامور ہوتا ہے اس کی نظر کیمیا، توجہ اکسیر اور دعا مستجاب ہوتی ہے اس لئے اس کے طفیل برکتوں کا نزول اور رحمتوں کا ورود ہوتا ہے لوگوں کی مصیبتیں دور اور پریشانیاں کافور ہوتی ہیں اس قسم کے صوفیاء خال، خال اور بہت کم ہوتے ہیں۔

مِنها - ۱۶

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی " يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَارَزَقْنٰكُمْ
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے ایمان والو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں
وَاشْكُرُوْلِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ يحتمل ان يكونَ الشرطية قيدًا للامر
رزق کے طور پر عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا شکر بجالاؤ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو'' یہ
بالاكْلِ اَیْ كُلُوْا مِنْ مُسْتَلَذَّاتِ مَارَزَقْنٰكُمْ
آیت احتمال رکھتی ہے کہ شرطیت، امر بالاکل (کھانے کا حکم) کیلئے قید ہو یعنی
لذیذ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے۔[1]

[1] اسرار قرآنی اور تزکیہ نفس

زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک آیت کریمہ کی صوفیانہ انداز میں تفسیر وتشریح فرما رہے ہیں اس کے علاوہ بھی آپ نے اپنی تصانیف عالیہ اور مکتوبات شریفہ میں مختلف مقامات پر آیات کریمہ کی تفسیر نہایت باریک ولطیف انداز میں بیان فرمائی ہے جس سے آپ کی مفسرانہ عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے

دراصل جب تک صوفی اور سالک بشری کثافتوں اور گناہوں کی نجاستوں سے کلیۃً پاک نہیں ہوجاتا نفسانی خباثتوں اور شیطانی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہوتا اس کے قلب کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہوکر لطائف ونورانیت کا پیکر نہیں بن جاتا اس کے قلب پر علوم الہامیہ، معارف لدنیہ، اشارات لطیفہ، رموز نہانی اور اسرار قرآنی کا نزول وورود

ان صحّ منکُم اَنْ تخصُوه بالعبَادة ولو لم یصحّ منکم ذٰلک بَلْ کُنتم

اگر تمہاری طرف سے یہ بات صحیح ہو کہ تم عبادت کیلئے اسی (اللہ تعالیٰ) کو مخصوص کرتے ہو

عَابِدِی مُلْهِیَاتِ اَنْفُسِکُمْ فَلاَ تَاْکُلُوْا من مستلذاتہٖ لکونکم مرضٰی

اور اگر تمہاری طرف سے یہ بات صحیح نہ ہو بلکہ تم اپنے نفس کی خواہشات کے پرستار ہو تو

بالمرض الباطنی والمستلذاتُ من المرزوقات سمٌّ قاتلٌ

اس کی لذیذ چیزوں سے نہ کھاؤ کیونکہ تم باطنی بیماری کے مریض ہو اور (بطور) رزق دی گئی لذیذ چیزیں تمہارے لئے زہر قاتل ہیں۔

نہیں ہوتا جیسا کہ آیت کریمہ لَایَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ س ۷۹) سے عیاں ہے بقول شاعر

عروسی معنائے قرآن حجاب آنگہ بر اندازد
کہ دارالملک ایمان را مجرد بیند از غوغا

علامہ اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشاف

امام ربانی کا علمی مقام

یہ منہا عربی زبان میں تحریر فرمایا گیا ہے جس سے آپ کی عربی زبان کے ساتھ گہری دلچسپی کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے رسالہ تہلیلیہ اور رسالہ اثبات النبوۃ فی تحقیق النبوۃ آپ کے زمانہء طالب علمی کی تصانیف ہیں نیز مکتوبات شریفہ اور دیگر تصانیف لطیفہ میں متعدد مقامات نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں لکھے گئے

لَکُمْ واذا زالَ المَرضُ الباطنیُّ منکم صحَّ لکم تناوُلُ المستلذّات ،

اور جب تمہاری باطنی بیماری جاتی رہے تو لذیذ چیزوں کا کھانا تمہارے لئے درست

فَسّر صاحبُ الکشّاف الطیباتِ ھٰھنا بالمستلذات نَظراً الیٰ طلبِ الشُکر.

ہوجائے گا۔ صاحب کشاف نے اس مقام پر طیبات کی تفسیر مستلذات سے کی

ہے شکر کے مطالبہ کے پیش نظر۔

ہیں ایسے اقتباسات اور مکتوبات بھی ملتے ہیں جو آپ کے ادیبانہ ذوق اور زبردست علمی قابلیت کا بین ثبوت ہیں۔

چنانچہ آپ کے ایک معاصر فاضل فیضی نے تفسیر غیر منقوطہ سو اطع الالہام لکھنا شروع کی مولانا جمال الدین تلوی لاہوری وغیرہم جیسے علماء اس کے معاون تھے دوران تفسیر ایک مقام پر رک گئے اور مزید لکھنے سے قاصر تھے اعتراف عجز کرتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں تحریری معاونت کے خواستگار ہوئے تو آپ نے قلم برداشتہ شرح وبسط، مقصد وشانِ نزول کے ساتھ بے نقط تفسیر لکھ دی۔ جسے پڑھ کر وہ علماء وفضلاء حیران رہ گئے اور آپ کی علمیت کے معترف ہوگئے۔

تفسیر آیت

آیت کریمہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰکُمْ وَ اشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ (البقرہ۱۷۲) کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

اس آیت میں احتمال ہے کہ کلوا من طیبات کو ان کنتم ایاہ تعبدون کی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہو یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت صدقِ نیت واخلاص قلب کے ساتھ محض اسی کی رضا وخوشنودی کی خاطر کرتے ہو اور تمہاری عبادت ریاکاری، دکھلاوے اور تصنع وغیرہا جیسی روحانی امراض اور باطنی آلائشوں سے کلیۃً پاک ہو جس

میں عابد حضور قلب سے مسرور اور خشوع وخضوع سے محفوظ ہو اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (صحیح بخاری ۱/۱۲) کی کیفیت سے شادکام اور ایمان حقیقی پر فائز المرام ہو۔ بقول شاعر

ذوق طاعت بے حضور دل نیابد ہیچ کس
طالب حق را دل حاضر دریں درگاہ بس

جب عابد ان کیفیات سے سرشار ہو تو اب عابد جو لذیذ طعام تناول کرے گ
تو وہ مزید حضور وسرور ونور کا باعث ہوگا اور اس قسم کے عابدوں کو ہی صحیح معنوں میں لذیذ کھانے تناول کرنے کا حق ہے۔

عامۃ الناس کیلئے مستلذات زہر قاتل ہیں

اگر کسی عابد کی عبادت، ریاکاری سے معمور، تصنع سے بھرپور، خشوع وخضوع سے عاری اور حضور قلب سے خالی ہو بلکہ وہ نفسانی خواہشات اور اندرونی وبیرونی جھوٹ
خداؤں کا پجاری ہو تو اسے لذیذ کھانے، کھانے سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ وہ قلبی امراض اور روحانی بیماریوں میں گھرا ہوا ہے جب تک باطنی مرضوں اور نفسانی خواہشوں کا ازالہ وعلاج نہیں ہو جاتا لذیذ کھانے اس کے لئے زہر قاتل ثابت ہونگے۔

عارف کے لئے مستلذات سبب نور وحضور ہوتے ہیں

جب کسی شیخ کامل کی مسلسل صحبت وخدمت اور توجہات قدسیہ کے طفیل قلبی امراض
اور نفسانی خواہشات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے
کثافت پر لطافت اور ظلمت پر نورانیت کے تقاضے غالب آجاتے ہیں بقول شاعر

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر
بعد ازاں چندانکہ میخواہی بخوار

طہارت، نفاست، لطافت اور نورانیت کے غلبے کی وجہ سے اس قسم کا عابد اور عارف جو بھی لذیذ طعام تناول فرمائے گا تو حضور و نور کا ہی سبب ہوگا۔

روایت ہے کہ ایک روز جانشین امام ربانی عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز آم کا پھل بڑے شوق ورغبت سے تناول فرمارہے تھے حاضرین میں سے کسی کے دل میں خیال آیا کہ اہل اللہ کو غذا کے ساتھ اس قدر میلان کا کیا مطلب؟ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اِتَّقُوا فَرَاسَةَ الْمُومِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ اور فَاِنَّهُم جَوَاسِيسُ الْقُلُوب کے مصداق حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے فراست مومنانہ سے اس شخص کے قلبی وسوسہ اور نفسانی خطرہ کو بھانپتے ہوئے ارشاد فرمایا اولیاء اللہ جو کچھ تناول فرماتے ہیں وہ نور ہی بنتا ہے اور نور جتنا بھی زیادہ ہوگا بہتر ہے حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آن خورد گردد پلیدی زو جدا
این خورد گردد ہمہ نور خدا

حضرت امام ربانی اور تعمیل سنت

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں کہ ہم بعض اوقات ترک طعام کا ارادہ کرتے تھے لیکن اس کی اجازت نہیں ملی کیونکہ غذا اعضائے جسمانی اور قوائے روحانی کیلئے ممد ومعاون ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُومِنَ الْقَوِیَّ مِنَ الْمُومِنِ الضَّعِيفِ فلھٰذا عابد وسالک کیلئے ضروری ہے کہ مفاد معنوی اور قوت روحانی کیلئے اکلِ طعام کا اہتمام کرے نہ کہ محض مفاد ظاہری وصوری وجسمانی کے پیش نظر کھانا کھائے ورنہ یہ نفس امارہ کے لئے تو سودمند ثابت ہوگا

جس کے ساتھ عداوت ومخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر روحانی توانائی حاصل نہیں ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ غذا کھانے کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ عَوْناً عَلٰی طَاعَتِکَ وَلَا تَجْعَلْہُ عَوناً عَلٰی مَعْصِیَتِکَ

چونکہ طریقت نقشبندیہ میں نسبتاً زیادہ شریعت وسنت کا التزام کیا جاتا ہے اس لئے ترک جلالی وجمالی کی بجائے مطعومات ومشروبات سنت کے مطابق تناول کیے جاتے ہیں کیونکہ مطعومات ومشروبات کا سرے سے ترک قدرے آسان ہے مگر دستر خوان پر چنے ہوئے مختلف قسم کے مرزوقات ومشروبات کا سنت کے مطابق کھانا نہایت مشکل ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اِنَّ الْمُومِنَ یَاْکُلُ فِی مِعاً وَاحِدٍ وَالْکَافِرُ یَاْکُلُ فِی سَبْعَۃِ اَمْعَاءٍ (صحیح بخاری)

طیبات سے مراد

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے بھی طیبات سے مراد مستلذات لی ہیں اور علامہ جار اللہ زمخشری نے بھی یہی مراد لی ہے گو دونوں حضرات کے نزدیک طیبات سے مراد مستلذات ہیں لیکن مستلذات (لذیذ کھانے) کا معنیٰ علامہ زمخشری کیا ہے اس لئے کہا کیونکہ لذیذ کھانے شکر کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے مستلذات کے کھانے کو اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ (البقرہ ۱۷۲) کی شرط کے ساتھ مشروط فرمایا۔

شکر، منعم کی زبان یا ہاتھ یا دل سے تعریف کرنے کو شکر کہا جاتا ہے صرف زبان سے شکر، شکر کرنا شکر نہیں بلکہ احکام خداوندی کی تعمیل اور عبادات کی بجا آوری کا نام شکر ہے اہل سنت وجماعت کے علمائے شریعت اور مشائخ طریقت کے مطابق عقائد

کی درستگی، احکامات کی تعمیل، قلبی تنویر اور باطنی تطہیر کا اہتمام کرنا سالک کیلئے ضروری ہے تاکہ حق تعالیٰ منعم حقیقی کا شکر ادا ہو سکے اور وہ انعامات کی کثرت اور عنایات کی زیادت کا باعث ہو۔ **واللہ الموفق**

یاد رہے کہ شکر اللسان، شکر الارکان اور شکر الجنان سب عبادات و اعمال کے قبیل سے ہیں چونکہ عادت اور عبادت کے درمیان تمیز نیت کرتی ہے اس لئے نیت کا درست کرنا نہایت ضروری ہے اور اعمال کی قبولیت کا دارومدار اسی پر ہے جیسا کہ **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ** سے عیاں ہے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک سارا دین علم، عمل اور اخلاص (صدق نیت) پر مشتمل ہے علم اور عمل علماء اہل سنت سے ملتا ہے اخلاص مشائخ اہل سنت سے ملتا ہے اس لئے اہل سنت و جماعت علماء سے بھی شرف تلمذ حاصل کرتے ہیں اور صوفیاء و اولیاء کے بھی نیاز مند ہوتے ہیں۔ **والحمدللہ علیٰ ذالک**

علامہ جاراللہ زمخشری کا مختصر تعارف

ابوالقاسم محمود بن عمر ۲۷ رجب ۴۶۷ھ کو خوارزم میں پیدا ہوئے مکہ مکرمہ، خانہ کعبہ کے قرب و جوار میں رہ کر علوم دینیہ حاصل کئے اسی لئے جاراللہ (اللہ کے ہمسائے) کے لقب سے شہرت پائی عربی زبان، ادب اور علوم دین کے بڑے ماہر تھے مگر اعتزال کی طرف مائل تھے اہل علم کے نزدیک علامہ زمخشری، صاحب کشاف کے نام سے مشہور ہوئے قرآن مجید کی تفسیر ”کشاف“ کے نام سے تحریر فرمائی جس میں انہوں نے بڑے بڑے عقدے حل کئے اور گرہیں کھولی ہیں اس لئے ان کو صاحب کشاف کہا جاتا ہے علامہ اقبال مرحوم نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

۔ تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

عرفہ کے روز ۵۳۸ھ جرجانیہ کے مقام پر خوارزم میں وفات پائی۔

چند شبہات کا ازالہ

یہاں چند شبہات ہیں جن کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت اور صدق دل سے عبادت نہیں کرتے یا جو لوگ مالی لحاظ سے خوشحال ہیں یا جو لوگ گناہ گار ہیں کیا انہیں لذیذ کھانے، کھانے کی اجازت نہیں صرف نیکوکار ہی لذیذ کھانے کھا سکتے ہیں آسودہ حال لوگوں کو بھی لذیذ کھانے نہیں کھانے چاہیں کیا وہ روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کریں؟

ان تمام سوالات اور شبہات کا ایک بنیادی اور اصولی جواب پیش خدمت ہے۔

جب کوئی شخص کم علمی و نادانی کی وجہ سے عبادت کا صحیح مفہوم سمجھ نہیں پاتا عبادت کی حقیقت سے ناواقف ہی رہتا ہے ظاہری طور پر عبادات کو بھی بجا لاتا ہے بلکہ عادت اور عبادت کے درمیان عدم امتیاز کی وجہ سے محض ضبط اوقات کی بنا پر بزعم خویش خود کو بڑا پرہیزگار اور نیکوکار سمجھتا ہے کہ عامۃ المسلمین بلکہ بسا اوقات صلحاء و علماء کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اس کے نہاں خانہء شعور میں عبادت کا غرور اور نیت کا فتور ہوتا ہے اپنی جہالت اور حماقت کی وجہ سے دینی معاملات میں بے جا مداخلت کرتا ہے دینی طلباء اور سادہ لوگوں پر اپنی جھوٹی عبادت کا رعب جماتا ہے اور اگر کسی معاملہ میں اس کے حکم کی تعمیل نہ کی جائے اور اس کے لایعنی مشورہ کو تسلیم نہ مانا جائے تو وہ اپنی انا کی خاطر ایک متوازی نئی انتظامیہ بنا لیتا ہے اور دھڑے بازی اور گروپ سازی سے بھی نہیں چوکتا اس ضمن میں اگر مساجد و مدارس اور فلاحی امور کا نظام درہم برہم ہوتا ہے تو ہو جائے وہ اپنی انا کی تسکین کی خاطر ہر غیر اخلاقی حرکت

سے بھی باز نہیں آتا اس قسم کے لوگوں کے بارے قرآن مجید میں ہے **اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَاِلٰھَهُ هَوَاهُ** (الجاثیہ۲۳) یعنی کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا ہے۔

دراصل ان صفات مذمومہ اور اخلاق ناپسندیدہ کا مالک شخص اپنی خواہشات کا پجاری ہے اور قلبی امراض اور نفسانی خواہشات کا پرستار ہے اس لئے جب بھی وہ لذیذ مطعومات و مرزوقات کھائے گا تو حظ نفس کی خاطر کھائے جس سے اس کے نفس کی خوہشات مزید پروان چڑھیں گی جو اسے اور بھی معصیت و نافرمانی پر ابھاریں گی۔ اس لئے وہ روحانی اور قلبی طور پر مزید بیمار ہو جائے گا معلوم ہوا مستلذات اور لذیذ غذائیں اس قسم کے لوگوں کیلئے نقصان دہ ہیں۔

جبکہ اخلاص نیت اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعات کو بجالانے والے صالحین و کاملین جب لذیذ کھانے کھاتے ہیں تو محض اس لئے کھاتے ہیں تا کہ **کُلُوا مِنْ طَیِّبَاتِ مَارَزَقْنَاکُم** (البقرہ) کے حکم کی تعمیل ہو جائے حضور اکرم ﷺ کی سنت ادا ہو جائے وہ اس خیال سے پاکیزہ اور مستلذات کو کھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے یہ نعمت بھیجی ہے لہٰذا میرا فرض بنتا ہے کہ میں اس کی نعمت کھا کر اس کا شکر ادا کروں یہی وجہ ہے کہ جب وہ کھانا کھاتے ہیں تو بسم اللہ پڑھتے ہیں اور جب لقمہ حلق سے نیچے اترتا ہے تو الحمد اللہ کہتے ہیں یوں کھانا کھا کر ان کے جسم میں توانائی اور طاقت آتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاقت پر آمادہ اور مستعد کرتی ہے۔

ایسے ہی دینی مدارس کے طلباء اور اہل اللہ کی خانقاہوں کے صوفیاء بالکل سادہ دال روٹی کھاتے ہیں تو ان میں عاجزی اور مسکینی پیدا ہوتی ہے۔ (**واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال**)

حضور اکرم ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو وہ غذا نور بنتی تھی نظام انہضام کے

عمل سے گذر کر جب قضائے حاجت کی صورت میں جسم اقدس سے مس ہو کر خارج ہوتی تو وہاں سے عنبر اور کستوری کی خوشبوئیں آتی تھیں اس غذا سے جو خون اور پیشاب بنتا تھا۔ وہ بھی پاک ہوتا تھا اور لوگوں کیلئے باعث شفا، نار جہنم سے نجات ابدی کا سامان بنتا تھا مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ے ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا
آں خورد گردد ہمہ نور خدا

یاد رہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا پسینہ، آپ کا خون، آپ کا بول و براز سب امت کے حق میں طاہر اور پاک ہیں البتہ خون اور بول و براز آپ ﷺ کے حق میں موجب حدث تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے خروج پر آپ ﷺ استنجاء، وضوء اور غسل فرماتے تھے۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کَانَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ خِصَالٌ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ طَرِیْقٍ فَسَلَکَہٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرِفَ اَنَّہ سَلَکَ مِنْ طِیْبِ عِرْقِہٖ اَوْرِیْحِ عِرْقِہٖ (دلائل النبوہ جلد دوم)

رسول اللہ ﷺ میں متعدد خصوصیات تھیں آپ جس رستہ میں ہوتے تو اس رستہ سے گذرنے والے کو آپ کے پسینہ مبارک کی خوشبو یا پسینہ کی ہوا کی خوشبو سے پتہ چل جاتا کہ آپ ﷺ اس رستہ سے گذرے تھے۔

جس چمن وچہ یار سوہنے جا کے زلفاں کھولیاں
لے چلی باد صبا خوشبو تھیں بھر کے جھولیاں

بلکہ جن اہل اللہ کے قلوب واذھان انوار نبوت اور اسرار ولایت سے منور ومعنبر ہیں آج بھی مدینہ طیبہ میں حضور اکرم ﷺ کی خوشبوئیں ان کی مشام جان کو معطر کرتی ہیں۔ بقول شاعر

www.makatabah.org

عرصہ ہوا طیبہ کی گلیوں سے وہ گذرے تھے
اس وقت بھی گلیوں میں خوشبو ہے پسینے کی

روایات میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لئے (بیت الخلاء) جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل لیتی اور اس جگہ ایک پاکیزہ خوشبو پھیل جاتی۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو گھر کے ایک جانب برتن میں پیشاب کرتے تھے ایک شب میں پیاسی اٹھی اور میں نے لاعلمی میں اس برتن میں جو تھا پی لیا جب صبح ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ام ایمن اٹھو اور اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو میں نے عرض کیا قَدْ وَاللّٰہِ شَرِبْتُ مَافِیْهَا قسم بخدا اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے اس کو پی لیا ہے کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہوگئیں اور آپ نے فرمایا ”اَمَّا اِنَّکِ لَا تَتَّجِعِیْنَ بَطْنَکِ اَبَداً“ سنو! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔ (دلائل النبوۃ جلد دوم)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل اضافہ کے ساتھ یوں روایت نقل کی ہے رسول اللہ ﷺ نے برکہ (ام ایمن) سے فرمایا ”تم جہنم پر حرام ہوگئیں“ (خصائص کبریٰ جلد دوم)

یاد رہے کہ انا لا اشعر کے الفاظ اسی روایت میں ہیں الاستیعاب جلد چہارم کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

○...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں جب رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل لیا۔

ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا نَعَمْ اَشْرَبُ دَمَ رَسُوْلِ

www.makhtabah.org

اللہ ﷺ ہاں میں رسول اللہ ﷺ (کے زخم) کا خون پی رہا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خَالَطَ دَمِیْ دَمَهٗ لَاتَمَسُّهُ النَّارُ اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔ (مجمع الزوائد جلد ہشتم)

مجمع الزوائد کی ایک روایت میں **فَضَحِکَ** کے لفظ کا اضافہ ہے۔

غرضیکہ حضور اکرم ﷺ کا خون مبارک پینے کا شرف حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سفینہ، حضرت سالم، حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو ملا۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے جس کسی کو بھی بول مبارک یا خون مبارک کی سعادت نصیب ہوئی وہ کسی ضرورت سے نہیں تھی بلکہ نبی اکرم ﷺ سے محبت اور عشق کی وجہ سے خون یا بول پیا تھا اور عمداً پیا تھا۔

بعض دیگر روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں: **اَمَاعَلِمْتَ اَنَّ الدَّمَ كُلَّهٗ حَرَامٌ**

ان الفاظ سے عام آدمی کا خون مراد ہے نہ کہ حضور اکرم ﷺ کا خون مبارک کیونکہ آپ کے خون مبارک کا طاہر ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

نیز حرمت، طہارت کے خلاف ہے اور نہ ہی نجاست کو مستلزم ہے مثلاً انسان کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے یوں ہی بلا اجازت یا ناجائز طریقے سے کسی کا مال کھانا حرام تو ہے مگر نجس نہیں۔

حرمت کی اقسام

علماء کرام نے حرمت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

حرمت باعتبار کرامت اور حرمت باعتبار نجاست

حرمت باعتبار نجاست

ایسی حرمت جو کسی چیز کے نجس اور ناپاک ہونے کی وجہ سے ہو جیسے شراب اور

خنزیر وغیرہا۔

حرمت باعتبار کرامت

ایسی حرمت جو نجاست کی وجہ سے نہ ہو بلکہ بزرگی اور عظمت کی بنا پر ہو جیسے انسان کا گوشت۔ یہاں تک کہ شیخ الاسلام حضرت الشیخ البلقینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **وَاللّٰہِ لَوْوَجَدْتُ شَیْئاً مِنْ بَوْلِ النبی ﷺ وَغَائِطِہٖ لَاَکَلْتُہٗ وَشَرِبْتُہٗ** خدا کی قسم اگر میں حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ (بول وبراز وغائط) میں سے کچھ بھی پالیتا تو اس کو کھالیتا اور پی لیتا اس مضمون کی تائید طبرانی کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ بُنِیَتْ اَجْسَادُنَا عَلٰی اَجْسَامِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ** ہم انبیاء کا گروہ ہیں ہمارے جسم اہل جنت کے جسموں پر پیدا کئے گئے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کے بول وبراز فرمانے کی جگہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ (الیواقیت والجواہر جلد دوم)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی کمال لطافت کا یہ عالم تھا جو چیز بھی آپ کے جسم اطہر سے بنتی تھی وہ بھی لطیف اور نظیف ہو جاتی تھی۔

حضور ﷺ کے عدم سایہ کی وجہ

حضور انور ﷺ کے جسم اقدس میں کثافت نام کی کوئی شئی نہ تھی یہی وجہ ہے کہ سایہ کثافت کا ہوتا ہے لطافت کا سایہ نہیں ہوتا جتنی کوئی شئی لطیف ہوتی جائے گی اس کا سایہ غائب ہوتا جائے گا چونکہ حضور سرور عالم ﷺ **الطف اللطافت** کے مقام پر فائز تھے اس لئے سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی میں آپ کے جسم انور کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

ہر چند بدقت نظر صحیفہء ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ

www.makhtabah.org

می آید وجود آنسرور آنجا مشهود نمی گردد (دفتر سوم مکتوب ۱۰۰)

یعنی جس قدر بھی باریک نظری کے ساتھ ممکنات عالم کے صحیفے کا مطالعہ کیا جاتا ہے حضور ﷺ کا وجود مبارک عالم ممکنات میں دکھائی نہیں دیتا۔

اسی مکتوب گرامی میں چند سطور کے بعد آپ فرماتے ہیں:

وچوں وجود آنسرور علیه وعلیٰ اله الصلوٰة والسلام درعالم ممکنات نباشد بلکه فوق این عالم باشد نا چار او راسایه نبود

یعنی جب حضور سرور عالم ﷺ کا وجود مبارک عالم ممکنات میں سے نہیں بلکہ اس عالم سے بلند ہے تو لازماً آپ کے جسم مبارک کا سایہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے سرور عالم ﷺ کا سایہ نہ ہونے کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ کا وجود مبارک عالم ممکنات سے بلند ہے اور شمس وقمر کا نظام ممکنات کے ساتھ وابستہ ہے

بود برتر ز انجم و افلاک
زاں نیفتاد سایہ اش بر خاک

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا وجود مبارک نور ہونے کی بناء پر تمام ممکنات سے لطیف ہے لہٰذا آپ کے جسم مبارک کی اعلیٰ لطافت کی وجہ سے آپ کا سایہ کیسے ہوتا کیونکہ سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور آپ کا جسم مبارک سائے سے بھی زیادہ لطیف تھا۔

حضور انور ﷺ کے طفیل ہر دور میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں کہ جوں جوں انکا تعلق عالم امر سے ہوتا جاتا ہے توں توں ان کے جسموں میں لطافت ونورانیت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے بشری کدورتیں ختم ہوتی

جاتی ہیں اور وہ صوفی نوری بشر ہو جاتا ہے کہ اس کا سایہ بھی نہیں رہتا جیسا کہ صوفیاء کرام کا مقولہ ہے اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰہ یعنی جب فقیر فنائیت تامہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی بشری کدورتیں اور کثافتیں ختم ہو جاتی ہیں پس اللہ ہی رہتا ہے اسی بنا پر اس کا سایہ گم ہو جاتا ہے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

چو فنا در فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود

سائے کا نہ رہنا کرامتاً نہیں بلکہ اصالتاً ایسا ہوتا ہے یعنی ایسا نہیں ہوتا، کہ کرامت کے طور پر اس کا سایہ نظر نہ آئے بلکہ واقعی اسکا سایہ نہیں رہتا جیسا کہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے کہ شمس الہند حضرت سیدنا چنن شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ تاجدار آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ کے جسم اقدس کا سایہ نہیں رہا تھا چنانچہ جب کبھی آپ دھوپ میں باہر تشریف لاتے تو اپنے آپ کو چھپانے کیلئے چھتری سر پر تانے رکھتے تا کہ چھتری کا سایہ ہی لوگوں کو نظر آئے۔

یہ وہی خاص مقام الطف ہے جس میں غایت درجہ فنائیت کی بنا پر غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے قُمْ بِاِذْنِیْ فرما کر مردے کو زندہ کر دیا تھا۔

جب صوفی احکام شرعیہ کی پابندی کرتا اور اعمال صالحہ بجالاتا ہے تو اس کے جسم سے گناہوں کی نجاستیں اور بشری کدورتیں زائل ہوتی رہتی ہیں جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَایَاہُ مِنْ جَسَدِہٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِہٖ (صحیح مسلم ۱/۱۲۵) اور خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (طبرانی کبیر ۱/۹۲) سے عیاں ہے۔

حضرت امام اعظم کی کیفیت مشاہدہ

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ چونکہ اہل مشاہدہ وکشف میں سے تھے اس لئے لوگوں کے آب وضوء کو دیکھ کر گناہوں کو پہچان لیتے جو اعضائے وضوء سے دھل کر پانی میں گرتے قطب ربانی حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں روایت پہنچی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے ایک شخص وضوء کر رہا تھا حضرت امام نے اس کے وضوء کے بہتے ہوئے پانی کو دیکھ کر فرمایا اے بیٹے! ماں باپ کو ایذاء دینے سے توبہ کر، اس نے فوراً توبہ کر لی، ایک دوسرے آدمی کا غسالہ دیکھ کر فرمایا اے بھائی زنا سے توبہ کر۔ ایک اور شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا اے بندے! شراب پینے اور مزامیر سے توبہ کر، وہ دونوں تائب ہو گئے۔ (المیزان الکبری، مزید تفصیلات کیلئے البینات شرح مکتوبات مکتوب ۲۹ جلد اول ملاحظہ ہو)۔

غرضیکہ جوں جوں کدورت، نجاست اور کثافت ختم ہوتی جاتی ہے توں توں طہارت، نفاست اور لطافت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے اس لئے اس قسم کے صوفی اور ولی کے جسم کو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی اس کے جسم میں کثافت ہو تو مٹی، مٹی کو کھائے مٹی تو اس چیز کو اپنی لپیٹ میں لیتی (کھاتی) ہے جو اس کی جنس سے ہو زمین (مٹی) والی جنس تو اس عارف کے جسم میں رہتی ہی نہیں اس لئے مٹی اس کے جسم کو کھاتی نہیں مختصر یہ کہ قبروں میں جسموں کا محفوظ رہنا اور محض ولایت کی وجہ سے نہیں بلکہ لطافت کی بنا پر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر (البقرہ ۲۰) سے واضح ہے۔

مِنها-۱۷

قال بعض المشائخ قدس اللّٰہ تعالیٰ اسراھم من عرف اللّٰہ لا یضرہ

بعض مشائخ اللہ تعالیٰ ان کے اسرار کو پاکیزہ بنائے نے ارشاد فرمایا ہے جسے اللہ کی

ذنبٌ ای الذنب الذی اکتسبَ قبلَ المعرفۃ لان الاسلامَ یجُبُّ ماکان

معرفت[1] حاصل ہوگئی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا یعنی جس گناہ کا ارتکاب اس نے

قبلہ وحقیقۃُ الاسلام ھو معرفۃُ اللّٰہ سبحانہ علیٰ طریقۃ الصوفیۃ بعد

معرفت سے پہلے کیا تھا کیونکہ اسلام ماقبل (کے گناہوں کو) کو ختم کر دیتا ہے اور اسلام

الفنَاء والبقَاء۔

حقیقی صوفیاء کے طریقے پر فنا اور بقاء کے بعد اللہ سبحانہ کی معرفت ہی ہے

۱ معرفت

زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے بعض صوفیائے کرام کے ایک مقولہ کی مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں وہ مقولہ یہ ہے کہ **مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَضُرُّہٗ ذَنْبٌ** یعنی جس عارف کو حق تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔

یہاں معرفت کی قدرے تفصیل ہدیہء قارئین ہے

معرفت کے معنی پہچاننے اور ایمان گرویدہ ہونے کو کہتے ہیں لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شناخت (معرفت) تو ہوتی ہے مگر ایمان نہیں ہوتا جس طرح کہ

اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو حضور اکرم ﷺ کی معرفت وشناخت تو تھی جیسے کہ آیت کریمہ یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَاءَ ھُمۡ (البقرہ۱۴۶) سے واضح ہے۔ مگر شقاوت، عداوت وبغاوت کی وجہ سے ایمان سے محروم رہے۔

معرفت کی اقسام

اہل اللہ نے معرفت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

صورت معرفت اور حقیقت معرفت

صورت معرفت

یہ ہے کہ نفس امارہ کی جہالت کے باوجود لطیفۂ قلب کے ساتھ محدود ہوتی ہے۔

حقیقت معرفت

یہ ہے کہ نفس امارہ اپنی جبلی جہالت سے باہر نکل آئے اور شناسائی پیدا کر لے حق تعالیٰ نے محض اپنے کمال فضل سے صورت معرفت کو نفس ایمان میں اعتبار کیا ہے اور نجات کو اس کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے چنانچہ صورت ایمان کو بھی معتبر سمجھا ہے اور جنت میں دخول اس پر مترتب فرمایا ہے لہٰذا صورت ایمان میں صورت معرفت کافی ہے اور حقیقت ایمان میں حقیقت معرفت کے بغیر چارہ نہیں۔

صورت عوام کا حصہ ہے اور حقیقت خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔

حق معرفت

معرفت کا حق یہی ہے کہ حق سبحانہ کو ان تمام کمالاتِ تنزیہات اور تقدیسات کے ساتھ پہچانا جائے جن کو شریعت مطہرہ نے بیان کیا ہے کیونکہ اس سے ماوراء کسی چیز کی معرفت باقی نہیں رہتی جو حق معرفت کو مانع ہو دراصل وہی حقیقت معرفت ہے جو کہ معرفت سے عجز پر وابستہ ہے جیسا کہ بِاَنَّہٗ لَا یُعۡرَفُ (وہ پہچانا نہیں جاتا) سے واضح ہے کیونکہ معرفت سے عاجز ہونا ہی معرفت ہے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ فَسُبْحَانَ مَنْ لَمْ یَجْعَلْ لِلْخَلْقِ اِلَیْہِ سَبِیْلاً اِلَّا بِالْعِجْزِ عَنْ مَّعْرِفَتِہٖ (مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم) یعنی معرفت کے ادراک سے عاجز ہونا ہی اس کی معرفت کا ادراک ہے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت سے عجز کے سوا اپنی مخلوق کے لئے کوئی رستہ نہیں بنایا۔

جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو خیر الامم امت کے رئیس اور سردار ہیں اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں تو دوسرا کون ہے جو معرفت کا دم بھرے۔

بلکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی یوں بھی منقول ہے لِلّٰہِ تَعَالیٰ اَخَصُّ وَصْفٍ لَا یَعْرِفُہٗ سِوَاہُ (مکتوبات صدی) اللہ تعالیٰ کی بعض خاص صفات ایسی بھی ہیں کہ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا شاید کسی شاعر نے ان فرمودات کے پیش نظر ہی کہا ہے۔

سبحان خالقے کہ صفاتش نہ ز کبریا
بر خاک عجز می فگند عقل انبیاء

ترجمہ وہ ذات پاک اعلیٰ صفات اس کی ہیں سبھی
پیغمبروں کی عقل بھی ان تک نہ جا سکی

مقصد تخلیق

اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسان کی تخلیق اپنی عبادت کے لئے فرمائی ہے اور عبادت کا مقصود معرفت ہے جیسا کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (الذّٰریٰت ۵۶) اَیْ لِیَعْرِفُوْن سے عیاں ہے جس سے وجوب معرفت مفہوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے واجب ہونے کا معنی یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے اس کا پہچاننا واجب ہے اور ہر وہ معرفت جو شریعت کے بغیر حاصل کی جائے اس کو اس فقیر کے

نزدیک معرفت خدا کہنا جسارت ہے اور حق تعالیٰ پر ظن وتخمین کا حکم کرنا ہے اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (الاعراف ۲۸) کیا تم اللہ تعالیٰ کیلئے وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے شاید اسی لئے سراج امت امام الائمہ امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے سُبْحَانَکَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَ لٰکِنْ عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ اگرچہ یہ قول اکثر لوگوں پر گراں ہے لیکن بہت معقول توجیہہ کے قابل ہے کیونکہ معرفت کا حق یہی ہے۔ (ماخوذ از مکتوبات امام ربانی مکتوب ۱۲۲)

توجیہات حضرت امام ربانی

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی بیان فرمودہ توجیہات میں سے پہلی توجیہ کا خلاصہ اور قدرے وضاحت پیش خدمت ہے۔

جب صوفی اور سالک کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے اور یہ معرفت اکابرین طریقت کے بیان فرمودہ نصاب سلوک کے مطابق فنا اور بقا کی منازل طے کر لینے کے بعد حاصل ہوتی ہے جو حقیقت اسلام پر منتج ہوتی ہے لہٰذا جب عارف عروجی مدارج اور نزولی مراتب کے بعد مقام معرفت پر براجمان ہو جاتا ہے تو اس حصول معرفت سے پہلے جو گناہ بھی اس سے سرزد ہو گئے تھے وہ اسے ضرر نہیں دیتے چونکہ وہ عارف اب اسلام حقیقی سے شادکام ہو چکا ہے اور اسلام ماقبل کے گناہوں کو محو اور منہدم کر دیتا ہے۔ یہاں اسلام کی اقسام ہدیہ قارئین ہیں۔

اسلام کی دو قسمیں

عرفاء کے نزدیک اسلام دو قسم کا ہے

اسلام صوری (صورت اسلام)

اسلام صوری علمائے ظواہر کا اسلام ہے جنہوں نے مصداقات قضایائے شرعیہ

کو کشفی نظر سے دیکھا تو نہیں مگر دل سے تسلیم ضرور کرتے ہیں انہیں اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْب کا درجہ حاصل ہے۔

اسلام حقیقی (حقیقت اسلام)

اسلام حقیقی صوفیائے محققین اور عرفائے کاملین کا اسلام ہے جنہوں نے مصداقات قضایائے شرعیہ کو کشفی نظر سے مشاہدہ بھی کیا ہے اور زبان وقلب سے تسلیم وتصدیق کے مرتبے پر بھی فائز ہیں اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (صحیح بخاری ۱۲/۱) کی نوید سے بھی شادکام ہیں ان کا ایمان استدلالی، ایمان شہودی سے تبدیل ہو چکا ہے اور ان کے علوم اجمالی ان کے حق میں تفصیلی ہو چکے ہیں اور وہ شنید سے دید تک اور گوش سے آغوش تک پہنچ چکے ہیں **فھذا ھوا لمراد**

(البینات شرح مکتوبات مکتوب ۲۳ جلد اول)

یاد رہے کہ وہ علماء جو تصوف وطریقت سے عدم دلچسپی کی بنا پر فنا اور بقا کے مراتب ومنازل سے بہرہ ور نہیں ان کے پاس صرف صورت اسلام ہے جو اضافی اور رسمی اسلام ہے یہ لوگ حجازی اوصاف واطوار اور پاکیزہ اخلاق وکردار سے خالی ہوتے ہیں یہ لوگ قیل وقال تک محدود اور کشف وحال سے یکسر محروم ہوتے ہیں علامہ اقبال مرحوم نے انہی لوگوں کے متعلق کہا ہے۔

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی   برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں، روح بلالی نہ رہی   فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا علامہ، محدث، مفسر اور محقق کیوں نہ ہو جب تک وہ کسی عارف کامل اور شیخ طریقت کی زیر نگرانی فنا اور بقا کی منازل طے نہیں کر لیتا وہ حقیقت اخلاص، اسلام حقیقی اور حقیقت ایمان سے محروم ہی رہتا ہے۔ اس کے پاس صورت اخلاص اسلام صوری اور صورت ایمان ہی ہوتا ہے جو کسی وقت بھی اغواء اور گمراہ ہو سکتا ہے۔

فیجب حصولُ هذهِ المعرفة الذنوب التی کانت حاصلةً قبلها ویمکن

پس اس معرفت کا حصول مٹا دیتا ہے ان گناہوں کو جو اس (معرفت) سے پہلے سرزد

ان یرادَ بالذنب الذنبُ الذی یحصُل بعد هذه المعرفة فیُراد بالذنب

ہوئے تھے اور ممکن ہے اس گناہ سے مراد وہ گناہ ہو جو اس معرفت کے بعد سرزد ہو پس اس

الذنبُ الصغیر لاالکبیر لاَنَّ اولیاءَ اللّٰه محفوظو ن عنه و عدم ضره

گناہ سے مراد صغیرہ گناہ ہے نہ کہ کبیرہ[۲] کیونکہ اولیاء اللہ اس (کبیرہ) سے محفوظ ہوتے

بعدم الاصرار و التدارک بلافصل بالتوبة و الاستغفار

ہیں اور اس (صغیرہ) کا نقصان نہ دینا عدم اصرار کی وجہ سے ہے اور بغیر تاخیر کے توبہ واستغفار سے تدارک کر لینا ہے

۲ نیکی اور گناہ

صوفیائے کرام کا مقولہ یوں ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَایَضُرُّهُ ذَنْبٌ جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا جبکہ اسی مفہوم سے ملتا جلتا ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات بھی ہے اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا لَمْ یَضُرُّهُ ذَنْبٌ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کا کوئی گناہ اسے نقصان نہیں پہنچاتا۔ (مکتوبات صدی مترجم ص ۳۲۶)

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز صوفیاء کے مقولہ کی دوسری توجیہ بیان فرما رہے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس مقولہ میں گناہ سے مراد وہ گناہ ہوں جو حصول معرفت کے بعد عارف سے سرزد ہو گئے ہوں اور گناہ بھی وہ جو صغیرہ ہوں نہ کہ کبیرہ کیونکہ اہل اللہ کبیرہ گناہوں سے محفوظ و مامون ہوتے ہیں یہاں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی قدرے

وضاحت پیش خدمت ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے نیکی اور گناہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

اَلْبِرُّ حُسْنَ الْخُلْقِ وَالْاِثْمُ مَاحَاکَ فِیْ نَفْسِکَ وَکَرِھْتَ اَنْ یَطَّلِعَ عَلَیْہِ النَّاسُ (صحیح مسلم)

یعنی نیکی حسن خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناپسند کرے۔

ایک روایت میں یوں بھی ہے۔

اَلْاِثْمُ مَاحَاکَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدُّدَ فِیْ صَدْرِ (مسند احمد بن حنبل)

یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور جس سے سینے میں تردد پیدا ہو۔

گناہ کی اقسام

گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ

حضرت علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ گناہ کبیرہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

اِنَّ الْکَبِیْرَۃَ کُلُّ ذَنْبٍ رَتَّبَ الشَّارِعُ عَلَیْہِ حَداً اَوْ صُرِحَ بِالْوَعِیْدِ فِیْہِ

یعنی ہر وہ فعل جس کے لئے شارع نے کوئی حد مقرر کی ہو یا اس پر عذاب کی دھمکی دی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

روایات میں درج ذیل گناہوں کو کبیرہ فرمایا گیا ہے

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ ۲ قتل بے گناہ ۳۔ پاکباز عورت پر بہتان ۴۔ یتیم کا مال کھانا ۵۔ زنا ۶۔ میدان جہاد سے فرار ۷۔ والدین کی نافرمانی

مکاشفہ: گناہ کبیرہ کی تعیین میں علماء نے بہت زیادہ اختلاف کیا ہے جیسا کہ علم کلام اور فقہ کی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے تھے کہ ایک رات مجھے تہجد کے

بعد یہ خیال گزرا کہ بارگاہِ الٰہی میں متوجہ ہونا چاہیے اور گناہ کبیرہ کی تعیین کو سمجھنا چاہیے۔ (اللہ کا کرم ہوا کہ) تھوڑی سی توجہ کے بعد مجھے بتایا گیا کہ گناہِ کبیرہ صرف سات (۷) ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ”سات موبقات، مہلکات سے بچو“۔ یہ مہلکات وہ ہیں جن کی جڑ شرک ہے (اور شرک کے علاوہ) چھ گناہ اس کے گرد گھومتے ہیں۔ گویا شرک ایک تنہ ہے اور چھ کبائر اس کی شاخیں ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے گناہ صغیرہ کے دائرے میں داخل ہیں۔ بعض صغائر (شرکِ صغیرہ) کی تعیین بھی آپ فرماتے تھے۔ مثلاً سود کھانا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا کہ ان کو آپ شرکِ صغیرہ کہتے تھے۔ (حضرات القدس جلد دوم)

یاد رہے کہ شرعی ممنوعات کے ارتکاب کے بعد ندامت پیدا نہ ہونا بلکہ گناہ کے بعد لذت اور خوشی محسوس ہونا نہایت قابل افسوس ہے کیونکہ گناہ سے لذت حاصل کرنا گناہ پر اصرار کے مترادف ہے اور صغائر پر اصرار کبائر تک پہنچا دیتا ہے اور کبائر پر اصرار کفر کی دہلیز ہے۔ (مکتوبات امام ربانی)

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اگرچہ صغائر سے بھی توبہ کرنا ضروری ہے مگر اعمال صالحہ اور افعال پسندیدہ صغائر کے لئے کفارہ بنتے رہتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ سے عیاں ہے۔

عارفین اور گناہ

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حصول معرفت کے بعد اگر عارف سے کوئی صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو اسے ضرر نہیں دیتا البتہ کبیرہ گناہوں سے اللہ تعالیٰ عارفوں کو محفوظ رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ اگر عارف سے صغیرہ گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو وہ مستمر علیٰ

الـذنـوب نہیں ہوتا اس پر قائم اور ڈٹا نہیں رہتا فوراً تائب ہو جاتا ہے تو گویا یہ توبہ واستغفار گناہوں کو فوراً مٹا دیتی ہے۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صرف انبیائے کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں صحابہ کرام، اہلبیت عظام اور اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین گناہوں سے معصوم نہیں محفوظ ہیں۔ محفوظ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے حفاظت میں رکھتا ہے۔

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا اولیائے کاملین اور عارفین سے کبیرہ گناہ کا ارتکاب ممکن ہے یا نہیں۔

صوفیاء کے نزدیک عارف سے کبائر بھی سرزد ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں توبہ واستغفار کی توفیق مرحمت فرما کر گناہوں کی آلائشوں سے پاک کر دیتے ہیں یہ جو بعض بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ عارف کبیرہ گناہ نہیں کرتا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہ پر مصر نہیں ہوتا یعنی دوبارہ گناہ نہیں کرتا۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک اولیائے کاملین اور عارفین کبائر سے محفوظ ہوتے ہیں البتہ اعمال صالحہ بجالانے سے صغائر کی ساتھ ساتھ تلافی وتدارک ہوتا رہتا ہے کیونکہ اگر ان سے کوئی خلاف اولیٰ کام سرزد ہو جائے تو پہلے وہ دل میں نادم ہوتے ہیں خلوت میں جا کر آہ وبکا کرتے ہیں کیونکہ گناہ (صغیرہ) اور لغزش کی وجہ سے ان کے قلب پر حجاب آ جاتا ہے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرتے ہیں بارگاہ قدس کی طرف سے معافی کی بشارت ملنے پر حجاب اٹھ جاتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جب عارف صغیرہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو گناہ اسے نقصان اس لئے نہیں دیتا کہ وہ

اس گناہ پر اصرر و تکرار نہیں کرتا جونہی گناہ سرزد ہو جائے فوراً قلب میں ندامت و شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ بغیر کسی تاخیر کے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرتا ہے لہٰذا گناہ کی تلافی و تدارک ہونے کی وجہ سے گناہ اسے ضرر نہیں دیتا۔ (وللّٰہ الحمد)

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز صوفیاء کے مقولے کی ایک اور توجیہ بیان فرما رہے ہیں یہ امر بھی جائز ہے کہ **لا یضرہ ذنب** کا معنی یہ ہو کہ عارف سے حصول معرفت کے بعد کوئی گناہ سرزد نہ ہو کیونکہ عارف سے جب گناہ کا صدور و ارتکاب ہی نہیں ہو گا تو اسے نقصان کیا دے گا نقصان تو تب ہو جب گناہ صادر ہو خلاصۂ کلام یہ ہے کہ گناہ ہر کسی کو نقصان دے سکتا ہے عارف کو نقصان نہیں دیتا یعنی ہر شخص سے گناہ واقع ہو سکتا ہے مگر عارف گناہ کرتا ہی نہیں نقصان کیسے ہو گا؟

ویجوزان یکونَ معناہ لا یصدر عنہ ذنبٌ لان عدم صدور الذنب

اور اس کا یہ معنی بھی جائز ہے کہ اس سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا کیونکہ گناہ کا صادر

ملزومٌ لعدم ضرہٖ فذکر اللازمَ و ارادالملزومَ ، وما توھّم الملاحدۃُ من

نہ ہونا اس کے نقصان نہ دینے کو ملزوم ہے پس لازم کا ذکر کر کے ملزوم مراد لی ہے اور

ھذہ العبارۃ من اَنْ یَّسع للعارف ارتکاب الذنوبُ لعدم ضرھا فباطلٌ

اس عبارت سے بے دینوں کو جو وہم ہوا ہے[۳] اس سے کہ گنجائش ہے عارف کو گناہوں

قطعاً وزندقۃ صریحاً

کا ارتکاب نقصان نہیں دیتا ہے۔ یہ وہم قطعاً باطل اور صریحاً زندقہ ہے

۳ ملحدوں کی تردید

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ملحدوں اور بے دینوں کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ انہوں نے صوفیاء کے مقولہ سے مراد یہ لیا ہے کہ عارف کو باطنی طور پر یہ گنجائش ہوتی ہے خواہ وہ صغیرہ گناہ کا ارتکاب کرے یا کبیرہ کا فلہٰذا عارف سے صغیرہ گناہ بھی واقع ہوتے رہتے ہیں اور کبیرہ بھی لیکن اس کا بگڑتا کچھ نہیں ملاحدہ اپنے اس مؤقف کی دوراز کار تاویلات کرتے ہیں جو سب عبث اور فضول ہیں۔ ان بے دینوں کا یہ مؤقف قطعاً باطل اور صریحاً زندقہ و بے دینی ہے درحقیقت یہ شیطانی گروہ ہے جو ہمیشہ خائب و خاسر اور ذلیل و رسوا ہوتا رہے گا۔

اولٰئک حزبُ الشیطان اَلَا ان حزب الشیطان هم الخاسرون ربنا لا

یہی شیطان کا گروہ ہے خبردار بے شک شیطان کا گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے اے

تزغْ قلوبَنا بعد اذ هدیتنا وهبُ لنا من لدنکَ رحمةً انک انت

ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی

الوهّاب" وصلے اللّٰه تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآله وسلم وبارک و

طرف سے رحمت عطا فرما یقیناً تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار

ارجُوا من اللّٰه الکریم الواسع مغفرتهٗ ان لا یضر الذنبُ المکتسبُ قبل

حضرت محمد اور آپ کی آل پر رحمتیں سلامتیاں اور برکتیں نازل فرمائے۔ اور میں اللہ کریم

المعرفة للعارف المتحقق بحقیقةِ الاسلام وانُ کان ذالک الذنبُ من

سے امید رکھتا ہوں؎ جس کی مغفرت وسیع ہے یہ کہ معرفت سے پہلے کیا ہوا گناہ نقصان

قبیل المظالم وحقوقِ العباد لما هو سبحانه المالکُ علَی الاطلاق

نہیں دے گا اس عارف کو جو حقیقت اسلام سے متحقق ہے اگرچہ وہ گناہ مظالم اور حقوق العباد کے قبیل سے ہی ہو کیونکہ وہ (اللہ) سبحانہ مالک علی الاطلاق ہے

؎ حضرت امام ربانی کی دعا

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ملحدوں کی تردید وتغلیط کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں ملتجی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما یقیناً تو ہی سب سے زیادہ عطا فرمانے والا ہے اس لئے ہمیں راہ ہدایت پر استقامت گزیں

وقلوب العباد بين اصبعيه من اصابعه يقلّبها كيف يشاء ومطلق الاسلام

اور بندوں کے دل اس کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں الٹتا پلٹتا ہے

يجبُ من الذنوب ماسوى المظالم وحقوقِ العباد كمالا يخفىٰ فاِنّ

انہیں جیسے چاہتا ہے اور مطلق اسلام مٹا دیتا ہے ان گناہوں کو جو مظالم اور حقوق العباد

لِحقيقةِ الشيئى وكماله مزيةً لَيُسَ لمطلقهٖ.

کے علاوہ ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ کسی شئ کی حقیقت اور اس کے کمال کو جو مزیت (فضیلت) حاصل ہے وہ مطلق شئ کو حاصل نہیں۔

فرما اور اپنے فضل وفتوحات کے دروازے ہم پر کھولے رکھنا اللھم امین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دعا کے معا بعد آپ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ قدس میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس کے بغیر دعا زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتی ہے درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔

عارفین کی گناہوں سے مغفرت

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ایک خاص بات بیان فرما رہے ہیں وہ یہ کہ میں اللہ کریم وسیع مغفرت والے سے امید رکھتا ہوں کہ جو عارف حقیقت اسلام سے متحقق ومشرف ہو جائے حصول معرفت سے پہلے جو گناہ اس سے سرزد ہو گئے ہوں خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، چاہے ان کا تعلق مظالم سے ہو یا حقوق العباد کے قبیل سے ہوں اس عارف کو وہ گناہ نقصان نہیں دیتے کیونکہ اللہ کریم مالک علی الاطلاق ہے اس کا کرم اور بخشش ومغفرت کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں کہ اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ بخشے گا ورنہ اللہ بھی بخش نہیں سکے گا یہ نہیں کہا جا سکتا اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت کا مالک ہے جسے

چاہے بخشے اگر اللہ تعالیٰ عارف کے حقیقت اسلام اور حقیقت ایمان سے متحقق ہونے سے قبل المعرفت کے مظالم اور حقوق العباد بھی معاف کردے تو اس کی رحمت سے کوئی بعید نہیں ہے لیکن یہ تخصیص عارف کیلئے ہے عام لوگوں کیلئے نہیں ہے۔

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس سے قوی امید رکھتے ہوئے یہ بیان فرمارہے ہیں کہ عارف کے اسلام حقیقی سے متحقق ہونے سے قبل کے گناہوں اور حقوق العباد کی بخشش کا کوئی نہ کوئی سامان کردیا جائے گا وہ ایسے کہ اللہ تعالیٰ خصوصی کرم فرماکر اپنے بندوں کے دلوں پر تصرف کرکے انکے قلوب میں جذبۂ رحم پیدا کردے گا کیونکہ بندوں کے دل اس کی انگلیوں **(کما یلیقُ بشانہٖ)** کے درمیان ہوتے ہیں وہ ان کے دلوں سے جذبۂ انتقام کو جذبۂ رحم میں بدل کر فرمائے گا کہ یہ میرا بندہ ہے تیرے حقوق اس نے ضائع کئے ہیں آخر تو نے بھی تو کسی کے حقوق ضائع کئے ہیں میں تجھے معاف کرتا ہوں تو اسے معاف کردے یوں معافی کے باہمی تبادلے سے عارف کی بخشش کا سامان ہوجائے گا۔ **(واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)**

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب کوئی غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو مظالم اور حقوق العباد کے علاوہ اس کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں یہ مطلق اسلام کا مرتبہ ہے اسلام مطلق کا مقام کیا ہوگا۔

اسلام کے اقسام

اہل طریقت نے اسلام کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

مطلق اسلام اور اسلام مطلق

مطلق اسلام کو صورت اسلام بھی کہا جاتا ہے اور اسلام مطلق کو حقیقت اسلام بھی کہا جاتا ہے۔

جب مطلق اسلام سے مظالم وغیرھا کے علاوہ تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اگر کسی خوش بخت کو اسلام مطلق کی دولت نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید واثق ہے کہ اس کے حقوق العباد اور مظالم کی معافی کی بھی کوئی نہ کوئی سبیل نکل ہی آئے گی کیونکہ کسی شئی کی حقیقت اور اس کے کمال کو جو برتری وفضیلت حاصل ہے وہ صورت اور مطلق شئی کو حاصل نہیں کما لا یخفیٰ علیٰ اربابِ البصیرۃ

ایک سوال کے جواب میں

یہاں قارئین کے ذہن میں سوال آئے گا وہ یہ کہ اصول یہ ہے کہ حقوق معاف نہیں ہوتے تو پھر خاص بندوں کے حقوق کیونکر معاف ہونگے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عام لوگوں کے حقوق کی معافی کا مسئلہ نہیں بلکہ اس عارف کی بابت کلام ہو رہی ہے جو حقیقت اسلام سے متحقق ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اَدْجُوْا کہہ کر اللہ کریم وسیع المغفرت والے سے رحم وکرم کی امید کا اظہار فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اس کی مغفرت ورحم وفضل کسی قید کے ساتھ مقید نہیں نیز جس عارف اکمل کو اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب نصیب ہوا ہے اس قرب کا لحاظ کرتے ہوئے اگر اللہ تعالیٰ اس کے قبل المعرفت جرائم ومظالم کی معافی کی کوئی سبیل کر دے تو اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل بھی نہیں۔

مزید برآں جب تک متعلقہ شخص حقوق معاف نہیں کرے گا معافی کی کوئی صورت نہیں ہوگی یہ مسئلہ بھی حق اور بجا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مزدلفہ کی صبح وعدہ فرمایا تھا کہ آپ کی امت کے حقوق العباد کا بھی کوئی حل نکالیں گے وہ بھی سب کیلئے نہیں جس پر وہ خاص مہربان ہوگا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

منہا-۱۸

حق سبحانہ وتعالیٰ بذات خود موجود است نہ بوجود،

حق تعالیٰ سبحانہ' اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے[۱] نہ کہ وجود کے ساتھ، بر

بخلاف سائر موجودات کہ بوجود موجود ند ،

خلاف تمام موجودات کے، کہ وہ وجود کے ساتھ موجود ہیں۔

۱ خدا اپنی موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں

زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ' اپنی ذات کے ساتھ خود بخود موجود ہے وہ اپنی موجودیت (موجود ہونا) میں وجود کا محتاج نہیں جبکہ مخلوق بذات خود موجود نہیں بلکہ جملہ مخلوقات اور جمیع ممکنات اپنی موجودیت میں وجود کے محتاج ہیں خالق اور مخلوق کے درمیان یہی امتیاز ہے اگر اللہ تعالیٰ کو موجودیت میں وجود کا محتاج تسلیم کیا جائے تو یہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْن (العنکبوت۶) کے خلاف ہے۔

دراصل اس مسئلہ میں جمہور متکلمین اہلسنت وجماعت اور صوفیائے وجودیہ کا اختلاف ہے

صوفیائے وجودیہ کا مؤقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنی ذات کے ساتھ موجود نہیں بلکہ وجود کے ساتھ موجود ہے اور وجود اس کا عین ہے غیر نہیں۔

○...... یادرہے کہ وجود کا لغوی معنی بودن "ہونا" ہے جملہ کائنات وجمیع ممکنات کسی نہ کسی وجود کے ساتھ موجود ہیں جیسے میز موجود ہے کسی وجود کے ساتھ، اگر لکڑی نہ ہوتی

تو میز کی یہ شکل وصورت نہ ہوتی۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اپنی موجودیت میں کسی وجود کا محتاج نہیں جب اشیائے کائنات نہ تھیں اللہ تعالیٰ تو اس وقت بھی موجود تھا جیسا کہ **كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَّعَهٗ شَیء** سے عیاں ہے۔

جمہور متکلمین اہلسنت وجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی موجودیت میں کسی شئی کا محتاج نہیں حتیٰ کہ وہ اپنی ذات کی موجودیت کیلئے بھی وجود کا محتاج نہیں۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا مؤقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود نہیں بلکہ موجود بالذات ہے اور آپ اسے وجودِ حقیقی کہتے ہیں ایسا ہرگز نہیں کہ کوئی خارج میں وجود تھا اللہ تعالیٰ کو اس وجود کی طرف احتیاج ہوئی تو اس وجود کے ساتھ مل کر اللہ ہو گیا ایسا اس کی شان کے لائق نہیں کیونکہ اس سے تو اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات کی موجودیت کے لئے وجود کا محتاج ہونا لازم آتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے احتیاج سے بے نیاز ہے جیسا کہ آیت کریمہ **ان اللّٰہ لغنی عن العالمین** (العنکبوت۶) سے عیاں ہے اللہ تعالیٰ کے سب کمالات اس کے ذاتی ہیں اس کے یہ کمالات کسی وجود خارجی سے اس میں نہیں آئے بنابریں اللہ تعالیٰ سبحانہ کسی شئی کا محتاج نہیں ہے۔

حضرت امام ربانی اور حضرت ابن العربی کا موقف

حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ آیت کریمہ **اِنَّ اللّٰہ لغنی عن العالمین** پر ہمارا بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئی کا محتاج نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے وجود کے ساتھ موجود ہے بایں معنی کہ اس کے وجود کا تعارف کمالِ اسمائیہ اور صفاتیہ سے ہوا ہے کمالِ اسمائی وصفاتی یہ ہے کہ جب کسی ذات کا تعارف وشناخت اس کے اپنے اسم (نام) اور اپنی صفت سے ہو تو وہ اسم اور صفت اس کی اپنی ہی ہوگی غیر نہیں

ہوگی لہٰذا وہ اپنے وجود کے ساتھ ہی متعارف ہو، غیر کا محتاج تو نہ ہوا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اس کا عین نہیں جبکہ صوفیائے وجودیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اس کا غیر نہیں جب غیر نہیں تو پھر عین ہوگئیں۔ حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ غیر کا عین ہونا کہاں سے ثابت ہے لہٰذا عینیت کا حکم لگانا درست نہیں۔

آپ کے نزدیک موجودات وممکنات اور اسماء وصفات لاعین ولا غیر ہیں یعنی نہ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں، نہ غیر ہیں، نہ داخل ہیں، نہ خارج ہیں، نہ متصل ہیں، نہ منفصل ہیں بس یہ نہ ہونے کے درجے میں ہیں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں سے نہیں ان کا وجود خارجی ہے یہ (اسماء وصفات) ذات پر زائد ہیں یہی متکلمین اہلسنت کا مؤقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اس کی ذات نہیں غیر ہیں لیکن یہ اسماء وصفات اللہ ہی کے ہیں مگر اس کی ذات میں نہ داخل ہیں نہ خارج ہیں یعنی جب ذات میں داخل نہیں تو پھر خارج کیسے ہوگئی خارج تو وہ ہوتا ہے جو پہلے داخل ہو جب داخل ہی نہیں تو پھر خارج کیسے ہوگئیں؟ رہ گیا یہ سوال کہ پھر وہ کیا ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اسماء وصفات ذات میں سے نہیں ہیں البتہ ذات کے ساتھ قائم ہیں۔

اس دقیق اور باریک مسئلہ کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک ہے پانی اور ایک ہے پانی کا پرنالے سے نیچے بہنا، پانی کی ذات پانی ہے لیکن پانی کا نیچے کی طرف بہاؤ اور نزول یہ اس کا نہ عین ہے نہ غیر ہے۔

یہ بہاؤ پانی کا عین اس لئے نہیں کیونکہ پانی پر ایسا بھی موقع آیا کہ وہ پانی تو تھا لیکن اس میں بہاؤ نہ تھا بلکہ ٹھہراؤ تھا تو بہاؤ پانی کی ذات نہیں مگر یہ بہاؤ پانی کا ہی ہے اور یہ (بہاؤ) پانی کی صفت ہے جو پانی کی ذات بھی نہیں لیکن پانی کا غیر بھی

نہیں کیونکہ پانی ہی تو بہہ رہا ہے اگر ذات (پانی) نہ ہوتی تو صفت (بہاؤ) بھی نہ ہوتی لہٰذا یہ صفت (بہاؤ) ذات (پانی) کا عین نہیں اور نہ ہی اس کا غیر ہے بلکہ یہ ذات کے ساتھ قائم ہے۔

ایسے ہی کائنات اور ممکنات میں پھیلاؤ اور بہاؤ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہی کا ہے لیکن نہ اس کا عین ہے نہ اس کا غیر ہے بلکہ اسی کے ساتھ قائم ہے حضرت امام ربانی اور متکلمین اہلسنت وجماعت کا یہی مؤقف ہے۔

حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک کائنات اور ممکنات وجود ہے اور اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے اور یہ وجود اللہ تعالیٰ کا عین ہے غیر نہیں لہٰذا ممکن الوجود، واجب الوجود ہی ہے اور واجب الوجود، ممکن الوجود ہی ہے پس واجب اور ممکن میں عینیت اور اتحاد ہے چونکہ وجود اللہ تعالیٰ کا عین ہے اس لئے اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے اگر وجود کی نفی کردی جائے تو موجود کہاں رہے گا لہٰذا وجود ہے تو موجود ہے پس ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے موجود ہونے میں وجود کا محتاج ہے اور وجود، ممکنات اور کائنات ہے حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک کائنات غیر نہیں عین ہے یعنی یہ سب کچھ خود اللہ ہی ہے وہ خود ہی ان صورتوں اور شکلوں میں جلوہ گر ہے حق تعالیٰ سبحانہ کا احتیاج اِلَی الغیر تو تب ہو جب کوئی اسکا غیر ہو پھر اس کی طرف محتاجی ہو جب وہ سب کچھ خود ہی ہے تو پھر محتاج کس کا؟۔ شرک تو تب ہو جب دوئی ہو ان کے نزدیک غیر ہے ہی کوئی نہیں بس اللہ ہی اللہ ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز حدت بصر اور تیزی نظر کے باعث وجود کے حجاب اٹھا کر موجود کا مشاہدہ کرتے ہیں اور آپ نے واضح کردیا کہ وجود اور ہے اور وجوب اور ہے اللہ تعالیٰ اپنی موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں بلکہ وہ بالذات موجود ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کو معذور جاننا چاہئے

اوران کے اقوال کی تاویل کرنی چاہئے ۔ جس طرح کوئی شخص کسی کی محبت میں غلطاں ہو جائے اس کے دل و دماغ پر محبوب کا اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ ہر وقت اسی کا نقش اس کے پیش نظر رہتا ہے اسے کوئی شئی اچھی نہیں لگتی وہ ہر شئی کو ساقط الاعتبار سمجھ کر نفی کرتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ہر طرف یار ہی یار نظر آ رہا ہے یہ محبت کی انتہا ہے خدا کی انتہاء نہیں حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز خدا کے ایسے عاشق ہوئے ہیں کہ انہیں ہر طرف یار ہی یار نظر آتا ہے غیر نظر ہی نہیں آتا ۔ شدتِ محبت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے یہ محبت تو ہے حقیقت نہیں ہے محبت وسیلہ اور واسطہ ہے مقصود نہیں مقصود محبوب ہے انہوں نے وسائل اور وسائط کو مقاصد جان لیا ہے حالانکہ مقاصد بہت آگے ہیں یہ اختلاف اسی بنا پر ہوا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ صوفیائے وجودیہ کی زبان سے فرط محبت کی بنا پر اس قسم کے جملے نکل گئے ہیں اس لئے انہیں نظر انداز کر دینا چاہئے برا بھلا نہیں کہنا چاہئے وہ محبت میں بے بس ہو کر ہر چیز کو خدا کہتے ہیں حقائق کچھ اور ہیں۔

پس احتیاج او تعالیٰ درموجودیت بوجود لازم

پس اللہ تعالیٰ کا موجودیت میں وجود کے ساتھ احتیاج لازم نہیں آتا

نیاید، تاگویند

کہ لوگوں کو کہنا پڑے [۲]

---

[۲] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یوں عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود موجود ہے ممکنات و موجودات کی طرح موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں تا کہ اشکالات واعتراضات سے بچنے کے لئے عینیت واتحاد کا قول نہ کرنا پڑے۔

اقسام وجود

علمائے متکلمین نے وجود کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

واجب الوجود اور ممکن الوجود

اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ممکن الوجود نہیں اس کا وجود، وجودِ حقیقی ہے جو اس کا ذاتی ہے وہ اس کی ذات سے جدا نہیں اور اس کی ذات پر زائد بھی نہیں۔

جبکہ صوفیائے وجودیہ ممکن اور واجب کو متحد اور عین جانتے ہیں اور کائنات کو وجود کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کو وجود کائنات کے ساتھ موجود جانتے ہیں جس سے احتیاج لازم آتا ہے یعنی ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سبحانہ مطلق وجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود حقیقی بھی ہے اور ممکن بھی ہے امکان بھی ہے اور وجوب بھی ہے انہوں نے یوں امکان اور وجوب کی عینیت اور اتحاد کا قول کیا ہے۔

که وجود او تعالیٰ عین ذات ست، نه زائد،

کہ اللہ تعالیٰ کا وجود عین ذات ہے زائد نہیں [۳]

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک اللہ تعالیٰ وجود حقیقی کے ساتھ موجود ہے وجود امکانی کے ساتھ موجود نہیں کہ کسی قسم کا احتیاج لازم آئے (**واللہ اعلم بحقیقۃ الحال**)

۳ اسماء وصفات زائد علی الذات ہیں

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز علم کلام کے ایک اہم اور دقیق مسئلہ کو بیان فرمارہے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور کائنات ذات میں سے نہیں بلکہ خارج میں ان کا وجود ہے گویہ ذات کے ساتھ قائم ہیں لیکن ذات پر زائد ہیں ذات حق تعالیٰ ان سے بالا ہے۔

زائد کا مفہوم

زائد کا مطلب یہ ہے کہ اسکی ذات میں سے نہیں بلکہ ذات کے علاوہ ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ ذات پر زائد ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ سبحانہ کا وجود اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ ذات پر زائد ہے۔

زائد کا مفہوم ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح کسی شخص نے بازو پر گھڑی باندھ رکھی ہو تو وہ گھڑی اس شخص کی ذات میں سے نہیں بلکہ ذات کے ساتھ ہے اور ذات پر زائد ہے اگر گھڑی کو اس شخص کے بازو سے اتار لیا جائے تو اس کی ذات میں کوئی نقص اور کمی واقع نہیں ہوتی اور اگر اس گھڑی کو بازو پر رہنے

دیا جائے اس (شخص) کی ذات میں کوئی اضافہ بھی نہیں ہوتا۔

اس مسئلہ کی قدرے تفصیلات ہدیہء قارئین ہیں۔

علمائے حق اہل سنت و جماعت وجودِ صفات کے قائل ہیں اور ان کے وجود کو ذات کے وجود پر زائد سمجھتے ہیں معتزلہ، شیعہ اور حکماء صفات کی نفی کے قائل ہیں اور صفات کو عین ذات کہتے ہیں متاخرین صوفیاء میں سے بعض حضرات جو وحدت الوجود کے قائل ہیں صفات کی نفی کے مسئلہ میں معتزلہ اور حکماء کے ساتھ متفق ہیں۔

جمہور متکلمین اہلسنت کی تحقیق کے مطابق صفات **لَاھُوَ وَلَاغَیرُہٗ** ہیں یعنی صفات ذات کیلئے نہ عین ہیں نہ غیر ہیں لہٰذا ذات وصفات کے درمیان عینیت اور غیریت کا اطلاق کرنا منع ہے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا بھی یہی مسلک ہے۔ علمائے متکلمین اہلسنت و جماعت نے صفات کے متعلق **لاھو** کہہ کر عینیت کے قول کی نفی کر دی تا کہ انتفائے صفات لازم نہ آئے اور **'لاغیرہ'** کا قول کر کے غیریت کی نفی کر دی تا کہ تعددِ **الٰھہ** کا مفہوم ذہن میں نہ آئے۔

سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا نہ عین ہیں نہ غیر ہیں تو پھر ہیں کیا؟ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ صفات، ذات پر زائد ہیں تاہم اسی کے ساتھ قائم ہیں۔ (**وللہ الحمد**)

لا ھو ولا غیرہ کا مفہوم

علمائے متکلمین اہل سنت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے صفات حق تعالیٰ کو جو **'لا ھو ولا غیرہ'** قرار دیا ہے اس کا یہ معنی نہیں سمجھنا چاہئے کہ انہوں نے صفات کو ذات کا غیر ماننے سے انکار کیا ہے انہوں نے مطلق طور پر غیر کی نفی نہیں فرمائی بلکہ ان کی مراد، اصطلاحی غیر ہے یعنی ایسا غیر جو نہ ذات کا عین ہو اور نہ ذات سے قائم ہو۔ لہٰذا **لا ھو** میں عینیت واتحاد کی نفی کا معنی پایا جاتا ہے اور **لا غیرہ** میں ذات پر زائد نہ

ہونے اور ذات کے ساتھ قائم نہ ہونے کی نفی کا مفہوم موجود ہے۔

غیریت کی دو قسمیں ہیں

غیریت دو قسم پر ہے

غیریت مطلقہ اور غیریت مصطلحہ

غیریت مطلقہ

یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان مفہوم اور مصداق کے اعتبار سے مغایرت ہو۔

غیریت مصطلحہ

یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان حقیقی وذاتی طور پر مغایرت موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اگرچہ مغایرت مفہومی ومصداقی موجود ہے لیکن مغایرت حقیقی ذاتی موجود نہیں ہے کیونکہ صفات اسی ذات کے ساتھ ہی قائم ہیں لہٰذا ذات وصفات کے درمیان غیریت مطلقہ ہے نہ کہ غیریت مصطلحہ پس ثابت ہوا کہ متکلمین نے کلمہ لاھو کے ساتھ غیریت مطلقہ کا اثبات کیا ہے اور کلمہ لاغیرہ کے ساتھ غیریت مصطلحہ کی نفی فرمائی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات مکتوب ۴۸ جلد دوم)

حضرت امام ربانی کا تجزیہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ عینیت کے قائلین کا کشفی تجزیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

بعض مشائخ نے جو واجب تعالیٰ جل شانہ کی صفات کے (الگ) وجود سے انکار کر دیا ہے اور انہوں نے صفات کو خارج میں عین ذات کہہ دیا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات تجلیات صفاتیہ کے مرتبہ میں ہیں۔ صفات ان کے لئے ذات جل شانہٗ کے مشاہدے کے آئینے بن گئی ہیں اور آئینہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ خود

دیکھنے والے کی نظر سے مخفی ہو جاتا ہے (اور وہی چیز نظر میں آتی ہے جو آئینے کے بالمقابل ہوتی ہے) لہٰذا صفات لامحالہ آئینہ بن جانے کے حکم کی وجہ سے ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئی ہیں اور چونکہ صفات انہیں نظر نہیں آتیں اس لئے وہ فیصلہ دے دیتے ہیں کہ وہ خارج میں عین ذات ہیں اور علم کے مرتبہ میں جو انہوں نے ذات تعالیٰ وتقدس کے ساتھ صفات کی مغائرت (غیر ہونا) ثابت کی تو وہ محض اس بنا پر ہے تا کہ بالکلیہ صفات کی نفی لازم نہ آ جائے اور اگر یہ بعض حضرات اس مقام سے اور اوپر پہنچ جاتے اور ان کا شہود، صفات کے ان آئینوں سے باہر نکل جاتا تو وہ حقیقت حال کو جو کچھ کہ ہے جان لیتے اور سمجھ جاتے کہ علماء اہل سنت کا یہ فیصلہ صحیح اور واقعہ کے مطابق اور فانوس نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے ماخوذ ہے کہ صفات الگ موجود ہیں اور وہ ذات پر زائد ہیں۔ (البینات شرح مکتوبات مکتوب ۴ جلد اول)

تااحتیاج بغیر لازم نیاید، ودراثبات عینیت وجود مرذات را

کہ اس سے غیر کا احتیاج لازم نہیں آتا اور خاص ذات (حق) جل سلطانہ' کو

جلّ سلطانہ محتاج بادلّہ متطاولہ گردیم، ومخالفت کردہ

وجود[۴] کی عینیت ثابت کرنے میں طویل دلیلوں کامحتاج ہونا پڑتا ہے

باشیم مر جمہور اہل سنت و جماعت را، چہ ایں

اور ہمیں مخالفت کرنا پڑتی خاص کر جمہور اہل سنت وجماعت کی کیونکہ یہ بزرگ

بزرگواراں بعینیت وجود قائل نیستند، وجود را زائد می دانند،

وجود کی عینیت کے قائل نہیں ہیں وجود کو زائد سمجھتے ہیں۔

---

[۴] حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرمارہے ہیں کہ اگر وجود کو اللہ تعالیٰ سبحانہ کا عین کہا جائے تو لمبے چوڑے دلائل اور دور از کار تاویلات کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور اس پر اٹھنے والے اعتراضات واشکالات کے جوابات کے لئے تکلفات بعیدہ سے کام لینا پڑتا ہے اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ جمہور اہلسنت وجماعت کے مؤقف کی مخالفت بھی لازم آتی ہے اس لئے ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے وجود کے ساتھ موجود نہیں وجود زائد بر ذات ہے تاکہ کسی قسم کا احتیاج لازم ہی نہ آئے۔

وپوشیدہ نیست کہ حکم بزیادتی وجود، مستلزم احتیاج

اور پوشیدہ نہیں ہے کہ وجود کی زیادتی کا حکم واجب تعالیٰ و تقدس کے غیر

واجب ست، تعالیٰ و تقدس بغیر، اگر بوجود زائدواجب را

کے ساتھ احتیاج کو مستلزم ہے اگر ہم واجب تعالیٰ و تقدس کو وجود زائد

تعالیٰ وتقدس موجود گوئیم،

کے ساتھ موجود کہیں [۵] اور اگر ہم بذات خود موجود کہیں۔

---

[۵] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرمارہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو بذات خود موجود کہا جائے اور وجود کو زائد علی الذات مانا جائے یعنی اس وجود کو اللہ تعالیٰ کا جوہر نہیں بلکہ عرض سمجھا جائے۔ (باہر سے عارض ہونے والی چیز) تو متکلمین اہلسنت وجماعت کا قول بھی درست ہوجاتا ہے اور مخالفین کے احتیاج کا اعتراض بھی مکمل طور پر اٹھ جاتا ہے۔

و اگر بذات خود موجود گوئیم ، وایں و جود را عرض عام
اور اس وجود کو ہم عرض عام (کی حیثیت سے) لیں تو جمہور متکلمین
بگیریم ، ہم سخن جمہور متکلمین اہل حق درست می
اہل حق کی بات بھی درست ہوجاتی ہے اور احتیاج کا اعتراض
گردد، وہم اعتراض احتیاج که مخالفان دارند بالکلیة دفع می
بھی جو مخالفین کرتے ہیں بالکل اٹھ جاتا ہے
شود ، وفرق واضح است،
اور واضح فرق ہے۔[٦]

---

[٦] منہا کے آخر میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کو بذات خود موجود کہنا اور وجود کو ہرگز اسمیں دخل نہ دینا اور اللہ تعالیٰ کو وجود کے ساتھ موجود جاننا اور وجود کو عین ذات ثابت کرنا ان دونوں اقوال کے درمیان فرق عیاں ہے جو ارباب بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔

درمیان آنکہ واجب راتعالیٰ بذات خود موجود گفتن واصلاً

اس بات کے درمیان کہ واجب تعالیٰ کو بذات خود موجود کہنے اور وجود کو ہرگز دخل نہ دینے

وجود را دخل نادادن ، و درمیان آنکہ موجود بوجود گفتن ،

میں اور اس بات کے درمیان کہ وجود کے ساتھ موجود کہنے اور اس وجود کو عین ذات ثابت

وآں وجود راعین ذات اثبات کردن ۔ ہذہ المعرفۃ مما خصّصنی اللہ

کرنے میں ۔ یہ وہ معرفت ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے [ے]

سبحانہ بہا الحمدللہ سبحانہ علیٰ ذٰلک والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ ۔

اس بات پر اللہ سبحانہٗ کی حمد (شکر) ہے اور اس کے رسول ﷺ پر درود وسلام ہو ۔

[ے] حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تحدیث نعمت کے طور پر اظہار فرمار ہے ہیں کہ توحید کا یہ اہم اور ادق مسئلہ جس میں بعض صوفیاء نے اشاعرہ اور فلاسفہ نے ٹھوکر کھائی علمائے متکلمین اہل سنت وجماعت نے اسے کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت کردیا اللہ تعالیٰ نے اسے کشفی طور پر ہم پر عیاں کردیا ہے ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء ۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس خصوصی معرفت کے عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی حمد وثنا میں رطب اللسان ہیں ۔

ع حمد بے حد مر خدائے پاک را

اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود وسلام کے ہدیے پیش کرر ہے ہیں کہ جن کے طفیل اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خصوصی معرفت سے ممتاز فرمایا ۔ والحمد للہ علیٰ ذالک ۔

شیخ طریقت حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہٗ العزیز

کی علمی، فکری، تحقیقی اور روحانی تصانیف

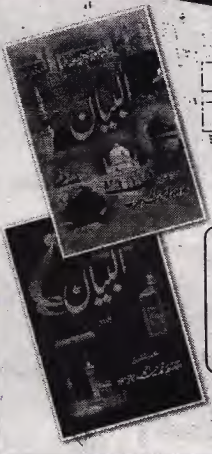

مجموعۂ تقاریر

جلداول صفحات 288 ہدیہ 130

جلددوم صفحات 224 ہدیہ 120

البیان

علماء، واعظین، خطباء اور طلباء کیلئے گرانقدر تحفہ

شائقین علم وادب کیلئے بہترین ادبی شہ پارہ

صفحات 504 ہدیہ 200

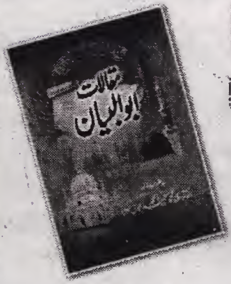

مقالات ابوالبیان

قرآنیات، تذکار رسالت، تصوف

افکار مجدد الف ثانی ودیگر موضوعات پر مشتمل

تنظیم الاسلام پبلیکیشنز
121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ پاکستان
فون 0431-841160 فیکس: 0431-731933

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز

کے کتاب و سنت کی روشنی میں شریعت، طریقت و حقیقت کے علوم و معارف

پر مشتمل شہرہ آفاق مکتوبات شریفہ کی پہلی اردو شرح

علماء مشائخ و طلباء
اور سالکین طریقت کے لیے
عظیم تحفہ

البینات

شرح

مکتوبات

البینات
شرح
مکتوبات

یہ شرح گویا علوم طریقت
کا انسائیکلوپیڈیا ہے

شارح

حضرت علامہ ابو البیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز

ترجیحات

سلوک نقشبندیہ مجددیہ کا تفصیلی بیان ◎ اصطلاحات تصوف کی عام فہم تشریحات
شریعت و طریقت، سیر و سلوک، وجود و شہود، حقیقت محمدیہ، حقیقت قرآن
حقیقت رمضان، حقیقت کعبہ، ظلال و صفات اور شیونات و اعتبارات وغیرھا
جیسی ادق مصطلحات کی نہایت عمدہ تشریح

الحمد للہ
پہلی دو جلدیں
چھپ کر منظر عام پر آگئی ہیں

تنظیم الاسلام پبلیکیشنز

121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
پاکستان ☎:+92-431-841160

إن الدين عند الله الإسلام
الصلوة والسلام عليك يا رحمة للعالمين
عالمی ادارہ تنظیم الاسلام رجسٹرڈ

Maktabah Mujaddidiyah

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.